

عمران سیریز

# دن ٹو دن

منظہر کلیم احمد



علاقہ سیریز

# ون ٹوون<sup>ط</sup>

مکمل ناول

مظہر کلیم ایم اے

خانہ، ہرادرز گارڈن ٹاؤن ملتان

## چند باتیں

محترم قارئین۔ سلام مستون۔ نیا ناول ”دن ٹو دن“ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس ناول میں عمران اور اس کے ساتھی ایکریمین اینٹوں کے صرف پیچھے بھاگتے رہے اور ایکریمین اینٹوں نے اپنا مشن بھی مکمل کر لیا لیکن عمران اور اس کے ساتھی باوجود شدید کوشش کے انہیں روک نہ سکے۔ ایسا کیوں ہوا۔ کیا عمران اور اس کے ساتھیوں کی کارکردگی میں فرق آ گیا تھا یا ایکریمین اینٹ عمران اور اس کے ساتھیوں سے زیادہ صلاحیتوں کے مالک تھے اور ان کی کارکردگی عمران اور اس کے ساتھیوں سے بھی بہتر رہی تھی۔

یہ سب کچھ آپ کو ناول پڑھنے کے بعد ہی معلوم ہو سکے گا۔ مجھے یقین ہے کہ یہ ناول اپنے منفرد انداز کی وجہ سے آپ کے اعلیٰ معیار پر ہر لحاظ سے پورا اترے گا۔ البتہ ناول کے مطالعہ سے پہلے چند خطوط اور اسی میلز اور ان کے جوابات ضرور ملاحظہ کر لیجئے کیونکہ دلچسپی کے لحاظ سے یہ بھی کسی طرح کم نہیں ہیں۔

شو کوٹ کینٹ سے محمد فہد لکھتے ہیں۔ ”آپ سے ایک شکایت پیدا ہو گئی ہے کہ آپ عمران کو فارغ کر کے اب ٹائیکو سلسل آگے بڑھا رہے ہیں۔ آپ نے اپنے ناول ”بلیو بڑا مرد“ میں تو انتہائی کر دی ہے کہ ہر مجرم اور ہر ایجنٹ جو پہلے عمران کی

اس ناول کے تمام نام مقام کردار واقعات اور پیش کردہ چوکش قطعی فرضی ہیں۔ کسی قسم کی جڑوی یا کلی مطابقت محض اتفاق ہوگی۔ جس کے لئے پبلیشرز مصنف پر نظر قطعی ذمہ دار نہیں ہوں گے۔

ناشر ----- مظہر کلیم انبوائے

اہتمام ----- محمد ارسلان قریشی

ترجمین ----- محمد علی قریشی

طابع ----- سلامت اقبال پرنٹنگ پریس ملتان



کتب منگوانے کا پتہ

061-4018666

ادوات بلڈنگ

ملتان

0333-6106573

پاک گیٹ

ارسلان پبلی کیشنز

تقریب کرتا تھا اب سب کی زبان پر ٹائیکر کی تعریفیں ہیں۔ آپ نے ٹائیکر کو عمران پر فوقیت دے کر اسے ہیرو بنا دیا ہے اور ہمیں محسوس ہوتا ہے کہ جلد ہی آپ عمران سیریز کی بجائے ٹائیکر سیریز لکھنا شروع کر دیں گے۔ عمران ہمارا پسندیدہ ہیرو ہے اس لئے آپ اس پر کسی کو فوقیت نہ دیں چاہے وہ عمران کا شاگرد ٹائیکر ہی کیوں نہ ہو۔“

محترم محمد فہد صاحب۔ خط لکھنے کا بے حد شکر ہے۔ آپ نے جو شکایت کی ہے وہ سرائے لکھوں پر۔ لیکن اب کیا کیا جائے کہ ٹائیکر کی تربیت عمران نے خود کی ہے اور ٹائیکر نے بھی اپنے آپ کو اس کی شاگردی کا اہل ثابت کیا ہے۔ بزرگوں کا مشہور قول ہے کہ شاگرد استاد سے دو قدم آگے بڑھ جایا کرتا ہے لیکن اس پر استاد اپنے شاگرد کی تقریب کرتے ہیں اور ان پر بڑا فخر کرتے ہیں کیونکہ شاگرد چاہے کبھی بھی پہنچ جائے نام استاد کا ہی بلند ہوتا ہے۔ اس لئے آپ کو غصہ نہیں کرنا چاہئے۔ امید ہے آپ آئندہ بھی خط لکھتے رہیں گے تاکہ آپ کے جذبات اور خیالات دوسروں کے سامنے بھی آتے رہیں۔

سرائے نورنگ سے دانیال خان لکھتے ہیں۔ ”یقین ہے کہ آپ غیرت سے ہوں گے کیونکہ آپ کے لاکھوں قارئین آپ کے لئے روزانہ پر غلطی دعائیں مانگتے رہتے ہیں۔ میں پہلی بار خط لکھ رہا ہوں۔ آپ سے اب ایک شکایت پیدا ہو گئی ہے کہ آپ کیپٹن

کھیل کو عمران اور دوسرے تمام کرداروں پر ترجیح دینے لگے ہیں۔ اب پوری ٹیم میں وہی رہ گیا ہے جو بہترین عقل مند نہ تجزیہ رما ہے۔ اس کے علاوہ آپ کے ہر ناول میں عمران اور اس کے بھتیجے، کئی بار بے ہوش ہوتے ہیں اور دشمن انہیں قابو میں کر لیتے ہیں۔ لیکن وہ نہ صرف ہوش میں آ جاتے ہیں بلکہ اپنے آپ کو آواز دہمی کر لیتے ہیں اور الٹا دشمنوں پر قابو پا لیتے ہیں۔ اس طرح یکسانیت پیدا ہوتی ہے۔ آپ ہر بار نیا طریقہ سامنے لایا کریں تاکہ یکسانیت پیدا نہ ہو۔ امید ہے آپ خیال رکھیں گے۔“

”محترم دانیال خان صاحب۔ خط لکھنے اور دعاؤں کا بے حد شکر ہے۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ اس نے مجھے دنیا بھر میں آپ جیسے پر غلطی دعائیں دینے والے قارئین دیے ہیں۔ دیے تو میری ہمیشہ یہی کوشش ہوتی ہے کہ میں اپنے قارئین کی توقعات پر پورا اتروں۔ آپ نے کیپٹن کھیل کے سلسلے میں جو شکایت کی ہے اس بارے میں عرض ہے کہ تجزیہ کرنے والے ذہن اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت ہوتے ہیں۔ ہر شخص چاہے وہ کتنا ہی تعلیم یافتہ یا تجزیہ کار ہو ہر وقت بہترین تجزیہ کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا جب تک اللہ تعالیٰ اسے اس کی توفیق دے اس لئے کیپٹن کھیل کو اللہ تعالیٰ نے خصوصی طور پر ایسا ذہن عنایت کیا ہے جو نہ صرف عمران جیسے ذہن کو محض چند اشاروں سے سمجھا لیتا ہے بلکہ معاملات کا بروقت اور بہترین تجزیہ بھی کرتا ہے اور یہ عمران کی خوش قسمتی،

عمران اپنے غلیٹ میں موجود تھا کہ پاس چڑے ہوئے فون کی گھنٹی بج اُٹھی تو اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھالیا۔  
 ”مذکہ مسکمی علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن)  
 بدقت تمام بول رہا ہوں“..... عمران نے بڑے سسے سے لہجے میں  
 بات کرتے ہوئے کہا۔

”صفدر بول رہا ہوں عمران صاحب۔ کیا ہوا ہے آپ کو جو  
 آپ بدقت تمام بول رہے ہیں“..... دوسری طرف سے صفدر کی  
 آواز سنائی دی تو عمران کے چہرے پر بے اعتیاد مسکراہٹ ریگ  
 گئی۔

”السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ میں نے تو یہ سوچ کر سلام نہ  
 کیا تھا کہ نبھانے کس کا فون ہے۔ سلام کے قابل بھی ہے یا نہیں۔  
 لیکن تم نے بھی نہ سلام نہ دعا۔ بس اتنا کہہ دیا کہ صفدر بول رہا

ہے کہ اس کی ٹیم میں ایسا ساتھی موجود ہے لیکن اس کے باوجود  
 آپ نے اکثر ملاحظہ کیا ہوگا کہ بعض اوقات عمران، کیپٹن گھلیل کے  
 تجزیہ کا مزید ایسا تجزیہ کرتا ہے کہ کیپٹن گھلیل کو شرمندہ ہونا پڑتا  
 ہے۔ جہاں تک عمران اور اس کے ساتھیوں کے بار بار بے ہوش  
 ہونے کا تعلق ہے اور پھر ان کے ہوش میں آنے اور اپنے آپ کو  
 آزاد کرا لینے کا تعلق ہے تو آپ نے خود چڑھا ہوگا کہ مجرم اس  
 معاملے میں جدید سے جدید انداز اپناتے ہیں لیکن عمران اور اس  
 کے ساتھی اپنی ذہانت، معاملہ فہمی اور تجربے کی بنیاد پر ان جدید  
 انداز کے آلات کا بھی کوئی نہ کوئی توفیق نکال لیتے ہیں اور ان جدید  
 آلات کی تفصیل بھی آپ کے سامنے ہوتی ہے اور ان کی ہر بار توفیق  
 کی جدید ترکیب بھی۔ امید ہے آپ آئندہ بھی خط لکھتے  
 رہیں گے۔

اب اجازت دیجئے۔

والسلام

مظہر کلیم ایم اے

E-Mail: Address

mazharkaleem.ma@gmail.com

ہوں۔ کیا آج پہلی بار بول رہے ہو؟..... عمران نے مصنوعی طور پر غصیلے لہجے میں کہا۔

”وہیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ میں نے تو اس لئے سلام نہ کیا تھا کہ آپ کے منہ سے سلام بے حد اچھا لگتا ہے“..... صفدر نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

”تو پھر ایک بار سے کیا ہوتا ہے۔ دس بار سلام سنتو“..... عمران نے کہا۔

”ارے۔ ارے۔ بس۔ میں نے اس لئے فون کیا ہے کہ آپ فوراً مس جولیا کے فلیٹ پر آ جائیں۔ پوری ٹیم یہاں موجود ہے۔“ صفدر نے عمران کو روکتے ہوئے کہا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ اگر عمران کو روکا نہ گیا تو وہ واقعی دس بار پورا سلام دوہرا کر ہی خاموش ہو گا۔

”کیا مطلب۔ کیا تم نے خطبہ نکاح یاد کر لیا ہے؟..... عمران نے بے یقین لہجے میں کہا تو دوسری طرف سے صفدر بے اختیار ہنس پڑا۔

”آپ آئیں تو سہی۔ بھر بات ہو گی“..... صفدر نے ہنستے ہوئے کہا۔

”لیکن میں نے ابھی نہ ناشتہ کیا ہے نہ چائے پی ہے اور جسمیں مملوم ہے کہ بزرگوں کا کہنا ہے کہ رات کے پورے کھانے سے ناشتے کا ایک لقمہ انسان کی صحت کے لئے زیادہ بہتر ہوتا ہے۔ اب

تم خود سوچو کہ میں نے تو رات کا کھانا بھی نہیں کھایا اور سلیمان سے میں نے ناشتہ مانگا تو اس نے بجلی کا بل نکال کر میرے سامنے رکھ دیا اور یہ حقیقت ہے صفدر سعید یار جنگ بہادر کہ بل دیکھتے ہی میرا فیوز اڑ گیا جس طرح آج کل نوڈ شیڈنگ کی وجہ سے ہر آدمی کا فیوز اڑا رہتا ہے جبکہ بل اس کے باوجود اتنا آ جاتا ہے تو ہی چاہتا ہے کہ سر سلطان کی جاگیر حاصل کروں اور پھر اسے بیچ کر ایک ماہ کا بجلی کا بل ادا کروں تاکہ ورلڈ ریکارڈ میں میرا نام بھی آ جائے کہ اس آدمی نے بجلی کا بل ادا کیا ہے“..... عمران کی زبان میرٹھ کی فنیسی سے بھی زیادہ تیز چل رہی تھی۔

”آپ بجلی کا بل بھی ساتھ لے آئیں۔ ہم کوشش کریں گے کہ چندہ جمع کر کے آپ کا بجلی کا بل ادا کر دیں لیکن آئیں جلدی۔“ صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”چندہ۔ واہ۔ کیا خوبصورت لفظ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ پاکیشیائی قوم دنیا کی سب سے فیاض اور سچی قوم ہے۔ ویسے کسی غریب کو دس روپے دینے سے جان نکلتی ہے، کسی محنت کش ریڑھی والے سے لکھنؤ بحث کی جاتی ہے کہ وہ کرایہ میں روپے کیوں مانگ رہا ہے جبکہ جیسی والے کو ٹپ کے طور پر پچاس روپے کا نوٹ دے دیا جاتا ہے کہ اس طرح شان بڑھتی ہے اور چندہ تو بہر حال ادھار ہوتا ہے۔ عاقبت میں اس کا بدل بہر مال ملے گا اس لئے ایسا نہ کریں کہ جولیا کے پلازہ کے باہر چادر بچھا کر اور اس پر بجلی کا بل رکھ کر

چندے کی اجیل کر دی جائے۔ اگر جولیا ساتھ کھڑی ہو جائے تو یقین کر دے شہر کے بل ادا کرنے جتنا چندہ اکٹھا ہو جائے گا۔۔۔۔۔ عمران بھلا کہاں پاؤ آئے والا تھا لیکن دوسری طرف سے صفدر نے دسیور رکھ دیا۔ وہ بھی عمران کا مزاج شناس تھا۔ اسے معلوم تھا کہ عمران جب بولنے پر آ جائے تو پھر اسے روکنا کسی انسان کے بس میں نہیں ہو سکتا۔

”کمال ہے۔ کیا زمانہ آ گیا ہے کہ بچی بات بھی کوئی سننے کے لئے تیار نہیں ہے۔۔۔۔۔ عمران نے منہ ہاتھتے ہوئے کہا اور دسیور رکھ کر وہ اٹھا اور ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ گیا۔ سلیمان مارکیٹ گیا ہوا تھا اس لئے لباس تبدیل کر کے وہ قلیٹ سے باہر آیا اور خصوصاً تالا لگا کر وہ سڑکیاں اترتا ہوا چھے آ گیا۔ چند لمحوں بعد اس کی کار تیزی سے اس رہائشی پلازہ کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی جہاں ان دنوں جولیا کا قلیٹ تھا کیونکہ سیکرٹ سروس کے ممبران جلدی جلدی اپنی رہائش گاہیں تبدیل کرتے رہتے تھے۔ رہائشی پلازہ کی پارکنگ میں عمران نے کار روکی اور پھر نیچے اتر کر اس نے جب وہاں سیکرٹ سروس کے قریباً تمام ممبران کی کاریں کھڑی دیکھیں تو وہ بے اختیار مسکراتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔ تیسری منزل پر جولیا کے قلیٹ کے سامنے پہنچ کر اس نے کال تیل کا بنن پریس کر دیا۔

”کون ہے۔۔۔۔۔“ ڈور فون سے جولیا کی آواز سنائی دی۔  
”کیا یہ برف کی شہزادی مطلب ہے کہ سنو پرنسز مس جولیا

نر وائر کا قلیٹ ہے۔ باہر بہت گرمی پڑ رہی ہے اس لئے میرا نیال ہے کہ اندر برقانی ہوائیں چل رہی ہوں گی۔۔۔۔۔ عمران کی جان رواں ہو گئی۔ دوسری طرف سے بغیر کوئی جواب دیئے کٹاک کی آواز کے ساتھ ہی رابطہ ختم کر دیا گیا اور چند لمحوں بعد ہی دروازہ کھٹکا اور دروازے پر صفدر نظر آیا۔

”ارے کمال ہے۔ مجھ سے پہلے ہی گرمی کے ستارے ہوئے لوگ یہاں موجود ہیں۔۔۔۔۔ عمران نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔  
”عمران صاحب۔ آئے والا سلام کیا کرتا ہے۔۔۔۔۔ صفدر نے ایک طرف ہنسنے ہوئے کہا۔

”اور اگر تم ولیمک اسلام کہہ کر دروازہ کھول دیجئے تو پھر میں کیا کرتا اس لئے پہلے آدی کو اطمینان سے بیٹھنے دو۔ کچھ غلط تو وضع ہو جانے کے بعد سلام بھی کر لیں گے تاکہ ولیمک اسلام بھی ہو جائے تو چلو کچھ کھایا پیا ہوا تو ہو۔۔۔۔۔ عمران نے کہا تو صفدر بے اختیار ہنس پڑا۔ اس نے دروازہ بند کر کے اسے لاک کر دیا اور پھر وہ دونوں شنگ روم میں آ گئے جہاں صوفوں پر ساری سیکرٹ سروس موجود تھی۔

”السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ یا اہلبائیان قلیٹ نمبر۔ اوہ۔ نمبر تو مجھے خود بھی معلوم نہیں ہے۔۔۔۔۔ عمران نے چونک کر کہا اور پھر صفدر قلی کے ساتھ خالی صوفے پر بیٹھ گیا۔

”ولیمک اسلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ حجازہ وارد بساط ہوائے دل۔“

پہنچ جاتے ہو۔۔۔ جولیا نے منہ ہلاتے ہوئے کہا۔

”جب مہمان کی عزت افزائی اس انداز میں ہو گی کہ نہ اسے چائے پیش کی جائے گی نہ شربت اور اس کی گفتگو کو بھی چھٹے کی چڑچڑ سے تشبیہ دے دی جائے گی تو بتاؤ بے چارہ مہمان کیا کرے۔۔۔“ عمران نے کہا تو سب بے اختیار ہنس پڑے۔

”سوری۔ میں ابھی چائے لاتی ہوں۔۔۔“ جولیا نے بھی مسکراتے ہوئے کہا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

”عمران صاحب نے ناشتہ بھی نہیں کیا ہوا۔۔۔“ صفور نے جولیا سے مخاطب ہو کر کہا۔

”یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ سلیمان اسے ناشتہ نہ بنا کر دے۔“ جولیا نے چٹخنے کے سے انداز میں کہا۔

”ارے۔ تم اس چڑیا کے ناشتے کو ناشتہ کہتی ہو۔ صرف چار تیرہ بھرے خالص سمی سے ترتراتے ہوئے پراٹھے۔ چار اطروں کا آلیٹ۔ آٹھ دس سلائس۔ کھنکھن کی ایک بڑی ٹکیہ اور لب ریز لب سوز قسم کی چائے کا ایک کپ۔ اسے ناشتہ کہتے ہیں۔ وہ کیا کہتے ہیں دل صاحب لولاد سے انصاف طلب ہے۔ ارے سوری۔ دل صاحب ناشتہ شدگان سے انصاف طلب ہے۔۔۔“ عمران کی زبان ایک بار بھر رواں ہو گئی جبکہ جولیا مسکراتی ہوئی مزی اور کچن کی طرف بڑھ گئی۔

”عمران صاحب۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ ہم نے آپ کو

صدیقی نے جواب دیا۔

”کیا۔ کیا مطلب۔ جسہیں اپنی فارسی آتی ہے۔ بھر تو تمہاری آکس ٹیکسٹری ہوتی چاہئے اور اس دور میں جس کی آکس ٹیکسٹری ہو تو ملینیر ہوتا ہے۔۔۔“ عمران نے آنکھیں پھاڑ کر صدیقی کو دیکھتے ہوئے کہا تو صدیقی سمیت سب لوگ بے اختیار ہنس پڑے۔

”عمران صاحب۔ فارسی کا آکس سے کیا تعلق۔۔۔“ صدیقی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”کسی زمانے میں کہا جاتا تھا کہ پڑھو فارسی، بیچو تیل۔ اس کا پس منظر یہ تھا کہ مغل دور میں فارسی سرکاری زبان تھی۔ فارسی بولنے والے کی معاشرے میں بڑی عزت اور احترام تھا اور فارسی بولنے والے کو سرکاری مناصب ملتے تھے۔ پھر مغلیہ دور ختم ہو گیا اور گریٹ لینڈ نے یہاں قبضہ کر کے اپنی زبان کو سرکاری زبان اور درجہ دے دیا جس سے فارسی بے توقیر ہو گئی اور فارسی پڑھنے والوں کے پاس اس کے سوا اور کوئی راستہ نہ تھا کہ وہ تیل لگی کوچوں میں بھر کر فروخت کرتے رہیں۔ جب سے یہ ضرب اٹھل بنی تھی کہ پڑھ فارسی بیچو تیل۔ لیکن آج کل آکس کا زمانہ ہے اس لئے آج کل پڑھو فارسی بیچو آکس ہی کہا جا سکتا ہے اور صدیقی نے بالاعدہ فارسی بولی ہے۔۔۔“ عمران نے تفصیل سے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

”تمہاری باتوں کا چرچہ کبھی بند بھی ہوتا ہے۔“ نجائے تمہارا زبان میں اس قدر کرنٹ کہاں سے آتا ہے کہ مشغول بولتے :-



پیالی اور بکٹ کی پلیٹ عمران کے سامنے رکھ دی۔

”کیا زمانہ آ گیا ہے۔ پہلے زمانے میں دودھ پلائی کی رسم ادا کی جاتی تھی اب چائے پلائی جاتی ہے“..... عمران نے کہا تو سب بے اختیار تہقیر مار کر ہنس پڑے۔

”یہ دودھ پلائی کی رسم کیا ہوتی ہے“..... جولیا نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

”شادی کے موقع پر دولہا اپنے ہاتھ سے دلہن کو دودھ پلاتا ہے اور دلہن اپنے ہاتھ سے دولہا کو“..... صدور نے مسکراتے ہوئے کہا تو جولیا بھی بے اختیار ہنس پڑی۔

”عمران صاحب۔ یہ سن لیجئے کہ ہم کوئی بہانہ نہیں سنیں گے۔ ہمیں یہ فنکشن ہر حال میں دیکھنا ہے“..... صدیقی نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر سب نے حتیٰ کہ جولیا نے بھی اس کی تائید کر دی جبکہ عمران خاموش بیٹھا چائے پیئے اور بکٹ کھانے میں مصروف رہا اور اس نے کوئی جواب نہ دیا۔

”عمران صاحب پلیز“..... اس بار صدور نے کہا۔

”میں تو پلیز بلکہ ایور پلیز ہوں۔ فنکشن میں کوئی گھمنے دے جب بھی پلیز۔ نہ گھمنے دے جب بھی پلیز“..... عمران نے جواب دیا۔

”عمران صاحب۔ آپ سینوں کا بندوبست کریں۔ باقی باتیں چھوڑیں“..... صالحہ نے کہا۔

”ارے۔ ارے۔ اپنے چیف سے کہو۔ ساری دنیا اس کے

میں کبھی کال کیا ہے“..... صالحہ نے اچانک عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

”ہاں۔ بہت اچھی طرح معلوم ہے بلکہ پوری تفصیل کے ساتھ معلوم ہے بلکہ جو تم سب کے لئے نامعلوم ہے مجھے وہ بھی معلوم ہے“..... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”کیا معلوم ہے“..... صالحہ نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”یہی کہ صدور نے خطبہ نکاح یاد کر لیا ہے اور تم سب میرے بارگاہی بن کر یہاں موجود ہو۔ بس دو لمبے کی رگ مٹی تھی سو وہ میرے لئے پوری کر دی ہے“..... عمران نے جواب دیا۔

”بس۔ بس۔ خواب ہی دیکھتے رہنا۔ یہی تمہارے تصور میں ہے“..... سامنے بیٹھے ہوئے تنویر نے فوراً ہی منہ جاتے ہوئے کہا کہ سب بے اختیار ہنس پڑے۔

”عمران صاحب۔ ہوٹل گرینڈ میں آج رات ایک خصوصی فنکشن ہے۔ اس فنکشن میں چار یار پی ممالک کے قومی رقص چوڑا کئے جائیں گے۔ پورے شہر میں اس فنکشن کو انڈ کرنے کا بخار چڑھا ہوا ہے اور ہم نے معلوم کیا ہے تو تمام سٹیشن ایڈوائس یک ہو چکی ہیں۔ ہم نے سوچا کہ آپ سے درخواست کی جائے۔ ہمیں یقین ہے کہ آپ کوئی نہ کوئی بندوبست کر لیں گے“..... صدیقی نے اصل بات بتاتے ہوئے کہا اور اسی لمحے جولیا بھی ٹرے میں چائے کی پیالی اور پلیٹ میں بکٹ رکھے آگئی اور اس نے چائے کے

رعب سے ڈرتی اور کاٹتی رہتی ہے۔ سرسلطان جیسے جہانہ بدوا  
سکیر لڑی خارجہ اس کی آواز سن کر سہم جاتے ہیں اور ہوٹل گرینڈ  
والے کیا بیچتے ہیں۔۔۔۔۔ عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”چیف ایسے کاموں میں مداخلت نہیں کرتا اس لئے آپ سے  
کہہ رہے ہیں۔۔۔۔۔ خاور نے کہا۔

”تم ڈپٹی چیف سے کہو۔ ابھی فون کرے۔ دیکھو گرینڈ ہوٹل کا  
مانک بغیر جوتے کے بھاگتا ہوا یہاں آ جائے گا۔۔۔۔۔ عمران نے  
جواب دیا۔

”نہیں۔ میں اس معاملے میں بطور ڈپٹی چیف بات نہیں کر  
سکتی۔۔۔۔۔ جولیا نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ارے۔۔۔ تم نے خواہ مخواہ اس کا ہوا بنا لیا ہے۔ اسے کون  
پوچھتا ہے وہاں۔۔۔۔۔“ خور نے منہ مانتے ہوئے کہا۔

”تو تم مجھے چیلنج کر رہے ہو۔ مجھے۔ علی عمران ایم ایس سی۔ ڈر  
ایس سی (آکسن) کو۔۔۔۔۔ عمران نے ایسے لہجے میں کہا جیسے ابھی  
پورے ملک پر قیامت توڑ دے گا۔

”ہاں۔ تو پھر۔۔۔۔۔“ خور نے جواب دیتے ہوئے کہا۔  
”تم مجھے چیلنج کر رہے ہو جبکہ میں اگر اپنے شاگردانے کو کو  
دوں تو وہ پورا مال خالی کرادے۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

”چلو اچھ ٹھن کو آری کیا عمران صاحب۔ آپ سیٹوں کا انتظا  
کرا دیں پھر ہم تو یہ کو کہیں گے کہ وہ آپ سے معافی مانگے۔

کا۔۔۔۔۔“ صفور نے کہا۔

”اچھا۔ چلو کر دیتے ہیں تمہارا انتظام۔ شام کو پہنچ جانا ہوگی۔“  
عمران نے بڑے شاہانہ انداز میں کہا۔

”نہیں۔ ہمیں تم پر اعتماد نہیں ہے۔ ابھی ہمارے سامنے  
بددوست کرو اور کفرم کرواؤ کہ واقعی تمہیں پک ہو گئی ہیں۔۔۔۔۔ جولیا  
نے کہا تو عمران نے سامنے پڑے ہوئے فون کا رسیور اٹھایا اور نمبر  
پر پس کرنے شروع کر دیے۔ آخر میں اس نے لاؤڈر کا بٹن بھی  
پر پس کر دیا۔

”انکوائری پلیز۔۔۔۔۔ رابطہ ہوتے ہی دوسری طرف سے ایک  
نسوانی آواز سنائی دی۔

”ہوٹل گرینڈ کے چیئر مین راحت علی خان صاحب کا نمبر  
نمبر دیں۔۔۔۔۔ عمران نے کہا تو وہاں موجود سب ساتھی ایک دوسرے  
کو معنی خیز نظروں سے دیکھنے لگے۔ ان سب کے چہروں پر  
مسکراہٹ رہ گئی تھی جبکہ دوسری طرف سے انکوائری آپریٹر کا بتایا  
نمبر بتا دیا تو عمران نے کریڈل دیا اور انکوائری آپریٹر کا بتایا  
ہوا نمبر تیزی سے پر پس کرنا شروع کر دیا۔ آخر میں اس نے ایک  
بار پھر لاؤڈر کا بٹن پر پس کر دیا۔ دوسری طرف کھٹنی بیٹنے کی آواز  
سنائی دی اور پھر رسیور اٹھا لیا گیا۔

”نہیں۔ پلیز اسے ٹو چیئر مین۔۔۔۔۔ ایک نسوانی آواز سنائی دی۔  
”پرس آف ڈھمپ بول رہا ہوں۔ چیئر مین صاحب سے بات

کر اس میں۔ عمران نے اس بار واقعی شانہ انداز میں کہا۔

”سوری۔ چیز میں صاحب آج بے حد مصروف ہیں۔ کل بات ہو سکتی ہے۔ کل دس بجے۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ فتم ہو گیا تو عمران نے دہسور دکھ دیا۔

”چلو۔ ایک دن میں کیا ہوتا ہے۔ کل بات کر لیں گے۔“

عمران نے ایسے لہجے میں کہا جیسے کل کا وقت لے کر اس نے کوئی بڑا کارنامہ سر انجام دیا ہو۔

”فکشن آج ہے اور تم کل کی بات کر رہے ہو۔ کل تو ایسے ہی ہوئیں میں آویں رہے ہوں گے۔۔۔۔۔ جولیا نے کاٹ کھانے والے لہجے میں کہا۔

”ارے۔ ان یورپی ممالک کے ڈانوں میں کیا ہوتا ہے۔ بے معنی اچھل کود۔ اب وہ کھنک ڈانس تو کرنے سے رہے جس میں عشق کی پوری کہانی اشاروں میں سنا دی جاتی ہے۔۔۔۔۔ عمران نے منہ تلاتے ہوئے کہا۔

”ہم کچھ نہیں جانتے۔ سنا تم نے اور جھپیں اسی وقت سیٹوں کا بندوبست کرنا پڑے گا۔۔۔۔۔ جولیا نے میز پر مکا مارتے ہوئے ہونچے آواز میں کہا۔

”ابھی تو قطب نکاح بھی نہیں پڑھا گیا اور ابھی سے یہ جا رہا ہے۔ جناب صفدر سعید صاحب۔ پلیز اپنی گمشدہ یادداشت کو مزید

کر دو۔۔۔۔۔ عمران نے کہا تو سب بے اختیار ہنس پڑے۔

”جو میں کہہ رہی ہوں وہ کرو۔ ہمیں سنیں چاہئیں۔ ابھی اور اسی وقت۔“ جولیا نے آنکھیں نکالے ہوئے کہا۔

”اچھا۔ اب تم خود بتاؤ کہ میں کیا کر سکتا ہوں۔“ عمران نے بڑے سہمے سے لہجے میں کہا لیکن اس کے ساتھ ہی اس نے دہسور اٹھایا اور فیم آرچر نمبر پر اس کے شروع کر دیے۔ آخر میں اس نے لٹاؤ کرنا بھی پرہیز کر دیا۔

”نہیں۔ پی اے وہ ہیز مین۔“ دینی نسوانی آواز سنائی دی۔

”کہاں ہیں ہیز مین۔ ان سے بات کراؤ ورنہ اس گریڈ ہوئی کو بدمذہبوں سے اڑا دیا پ۔۔۔۔۔“ عمران نے بڑے کرخت سے بچے میں کہا۔

”آپ۔ آپ کون ہیں۔ آپ کون صاحب ہیں۔۔۔۔۔ دوسری طرف موجود لڑکی عمران کی آواز اور ہم دھاکوں کی بات سن کر بری طرح بوکھا لگی تھی۔

”میں علی عمران بول رہا ہوں۔ چیز میں صاحب میرا نام جانتے ہیں۔ جلدی کراؤ بات۔۔۔۔۔ عمران نے اسی طرح کرخت لہجے میں کہا۔

”وہ۔ وہ اپنی رہائش گاہ پر ہیں۔ وہ خود فون پر نہیں آ رہے۔ ان کی بیگم بات کر رہی ہیں۔ آپ ان سے بات کر لیں۔“ لڑکی نے جواب دیا اور ساتھ ہی رہائش گاہ کا نمبر بھی بتا دیا۔ وہ لڑکی واقعی عمران کی بات سن کر خوفزدہ ہو گئی تھی اور نمبر بتاتے ہی اس

نے رابطہ ختم کر دیا تو عمران نے کرڈیل دیا اور پھر نمبر پریس کرنے شروع کر دیے۔ لاڈلور کا مٹن پہلے ہی پریزنڈ تھا اس لئے اسے دوبارہ پریس کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ دوسری طرف سے تھنی بیجنے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔

”میں“..... چند لمحوں بعد ایک بھاری سی آواز سنائی دی۔ بولنے والی خاتون تھی۔

”جگ آئی۔ آپ کا بھتیجا علی عمران بول رہا ہوں“..... عمران نے کہا تو اس کے تمام ساتھیوں کے چہروں پر ہلکی سی حیرت کے تاثرات ابھرائے۔

”اوہ۔ مائی بوائے۔ تم نے کیوں فون کیا ہے۔ کوئی خاص بات ہے“..... دوسری طرف سے حیرت بھرے لہجے میں کہا گیا لیکن لہجہ اس بار خاصا بے تکلفا بنے تھا۔

”آپ کے شوہر نامدار بنا ہے کہ منہ چھپا کر گھر میں بیٹھے ہوئے ہیں اور انہوں نے آپ کو آگے کر دیا ہے۔ کیا واقعی ایسا ہے کہ اب انکل سے کوئی بات بھی نہیں کر سکتا“..... عمران نے کہا۔

”کیوں نہیں کر سکتے اور کسی سے کریں نہ کریں تمہارے ساتھ تو ضرور بات کریں گے لیکن ایک بات یقینی بنا دوں کہ اگر تم نے فٹکشن میں سیٹوں کی بات کرنی ہے تو وہ واقعی اب نہیں مل سکتیں۔ میں نے خود سب چیکنگ کی ہے“..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

”آپ بے فکر رہیں۔ مجھے یورپی ڈانسلوں سے کوئی دلچسپی نہیں

ہے۔“..... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اوہ! چھا۔ بولنے کرو“..... دوسری طرف سے قدرے مطمئن لہجے میں کہا گیا اور پھر لائن پر خاموشی طاری ہو گئی۔

”بیوہ۔ راحت خان بول رہا ہوں“..... چند لمحوں بعد ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

”آپ کا بھتیجا علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بن رہا ہوں جگ انکل“..... عمران نے کہا۔

”اوہ تم۔ اوہ۔ اسی لئے تمہاری آئی نے میرے کمرے میں فون لنک کر دیا ہے۔ کیا بات ہے۔ کیوں فون کیا ہے“..... راحت سی خان نے کہا۔

”آپ کی اور ہماری بات جگ آئی تو نہیں سن رہیں۔ ایسا نہ ہو کہ آپ سرکوں پر چنگیاں بجاتے نظر آئیں“..... عمران نے کہا۔

”یہ کیا بکواس ہے۔ کیا اب تمہیں بڑوں کا ادب کرنا بھی سکھانا پڑے گا“..... راحت علی خان نے خاصے فیصلے لہجے میں کہا۔

”میں نے اسی التزام کے پیش نظر تو جوتیاں مٹانے کی بجائے چنگیاں بجانے کے الفاظ بولے ہیں جگ انکل اور اگر جگ آئی کو معصوم ہو گیا کہ وہ آئی اپنی سچائی دنگ کی دس سینیں نیچے جہاں اور ان کے دشتہ داروں کے لئے جگ کی گئی ہیں اور خصوصی طور پر آپ کی اجازت سے تو پھر آپ خود کچھ کہتے ہیں کہ کیا ہو گا۔“..... عمران نے کہا۔

”کیا مطلب۔ کیا کہنا چاہتے ہو تم۔ کیا فضول باتیں کر رہے ہو۔ یہ سب کچھ کوئی بھی ایڈوانس بک کر سکتا ہے۔“ راحت علی خان نے اس بار حقیقی غصیلے لہجے میں کہا۔

”دو فلم ابھی اور اسی وقت جب آنی تک پہنچائی جا سکتی ہے جس میں گھڑی گزار کے ایک سپر گھڑی قابلیت نمبر ایک سو پانچ میں بک انگل کا کلاچ بیگمن فیڈ۔ جہاں سے پڑھایا جا رہا ہے۔“ عمران نے کہا۔

”تم۔ تم۔ یہ۔ یہ کیا کہہ رہے ہو۔ ہانس۔ یہ۔ یہ کیا مطلب۔ یہ فلم کیسے بن گئی۔ کس نے بنائی ہے۔“ راحت علی خان عمران کی بات سن کر اس قدر ہلکا گئے تھے کہ ان سے فقرہ بھی ادا نہیں ہو رہا تھا۔

”صرف ایک صورت میں یہ فلم رک سکتی ہے بک انگل کو آپ اپنے پیارے بچے علی عمران اور اس کے دوستوں کے لئے دس کوشل سٹیشنگ گلوادیں ورنہ آپ جانتے ہیں کہ فلم جب آنی تک پہنچنے کے بعد نہ ہی فنکشن ہو گا اور نہ ہی چھوٹوں میں روشنی رو جائے گی۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

”تم۔ تم بتینا کوئی فیصبت روح ہو۔ تم کیا ہو۔ تم تک یہ سب باتیں کیسے پہنچ جاتی ہیں۔“ راحت علی خان نے اور زیادہ ہلکا گئے ہوئے لہجے میں کہا۔

”جو کچھ بھی ہو آپ کا پیارا بھتیجا ہوں۔ یہ بات ذہن میں

رکھیں اور ساتھ یہ بھی کہ صرف آپ کا ہی نہیں بلکہ جب آنی کا بھی بہت ہی پیارا بھتیجا ہوں۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”تم۔ تم فنکشن میں آ جانا۔ تہداری سٹیش میں موجود ہوں گی۔“ راحت علی خان نے ایک ٹوٹل سانس لیتے ہوئے کہا۔

”نہیں بک انگل۔ کوئی رسک نہیں۔ آپ اپنے میٹر کو حکم دے دیں۔ میں دس منٹ بعد اسے فون کر کے اس سے کنفرم کروں گا ورنہ پھر وہی چھوٹوں میں روشنی نہ ہونے کی شکایت ہو گی آپ کو۔“ عمران نے کہا۔

”تم بہت بڑے بلیک میٹر ہو۔ بہت بڑے۔ اب میں کیا کر سکتا ہوں۔ ٹھیک ہے۔ کنفرم کر لیتا۔ لیکن وہ فلم۔ اس کا کیا ہو گا۔“ راحت علی خان نے کہا۔

”وہ کل مع ٹیکس آپ تک پہنچا دی جائے گی۔“ عمران نے کہا۔

”او۔ کے۔ او۔ کے۔ ٹھیک ہے۔ کنفرم کر لیتا۔“ دوسری طرف سے انتہائی اطمینان بھرے لہجے میں کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

”تہداری لئے اب مجھے گالیاں بھی سننا پڑتی ہیں۔ غصبت روح اور بلیک میٹر کے الفاظ بھی سننے پڑتے ہیں۔“ عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”تم واقعی خطرناک بلیک میئر ہو۔ یہ فلم تم نے کہاں سے اور کیسے حاصل کی؟“..... جولیا نے کہا۔

”ارے۔ کسی فلم اور کہاں کی فلم۔ مجھے سوپر فیض سے اطلاع ملی تھی کہ راحت علی خان نے کسی نفیسہ جہاں سے دوسری شادی خفیہ طور پر کی ہے اور شادی لگژری پلازہ کے فلیٹ میں ہوئی ہے۔ تمہیں تو معلوم ہے کہ ایشلی جنس میں بڑے لوگوں کی خفیہ سرگرمیوں کی رپورٹیں چلتی ہی رہتی ہیں۔ یہ بات ایک سال پہلے میں نے سنی تھی اور آج کام آگئی“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”لیکن عمران صاحب۔ آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ دی وی آئی پلی کے پیشکش ونگ میں ہمیں جیم نفیسہ جہاں اور اس کے رشتہ داروں کے لئے بک ہیں؟“..... صفدر نے کہا۔

”پچھلے ماہ اس ہوٹل میں ناچ گانے کا ایک بین الاقوامی مقابلہ ہوا تھا جس میں ایوارڈ بھی دیئے گئے تھے اور صدر محکمہ نے اس فنکشن میں شرکت کی تھی۔ مجھے تو خیر ان ناچ گانوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی لیکن میں دیسے ہی کھانا کھانے کے لئے وہاں گیا تو پتہ چلا کہ ایک سیٹ بھی خالی نہیں ہے۔ میں میئر عصمت خان کے پاس چلا گیا۔ اس نے مجھے بتایا تھا اس بارے میں۔ اس نے مجھے فنکشن میں پیشکش سیٹ کی آفر کی لیکن میں نے صرف کھانا کھانا تھا اس لئے وہ میں نے میئر کے آفس میں بیٹھ کر کھایا اور اصل قاعدہ یہ ہوا کہ مل دینے سے بھی بچ گیا۔ البتہ یہ بات طے ہے کہ

ہر فنکشن میں پیشکش ونگ نہیں لوگوں کے لئے ہی بک ہوتا ہے۔“  
عمران نے جواب دیا۔

”تو آپ میئر سے بات کر لیتے؟“..... صفدر نے کہا۔  
”جہاں چیئر مین صاحب گھر چھپے بیٹھے ہوں وہاں میئر بے چارہ کیا کرتا؟“..... عمران نے کہا۔  
”تو اب وہ کیا کرے گا؟“..... صفدر نے چونک کر پوچھا۔

”ایسے فنکشنز میں دس بارہ سٹین دیسے ہی ریزرو ٹاؤر کی جاتی ہیں ورنہ یہ مخصوص سٹین خالی رکھی جاتی ہیں کیونکہ آخری لمحات میں صدر صاحب اپنی فیملی سمیت فنکشن دیکھنے آ سکتے ہیں یا پھر اسی طرح اور بھی دی وی آئی چیز بھی ہو سکتے ہیں۔ انہیں آخری لمحات میں پر کیا جاتا ہے ورنہ خالی رکھی جاتی ہیں لیکن بنگلہ رجسٹر میں مختلف ناموں سے یہ بک دکھائی جاتی ہیں“..... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے دیور اٹھایا اور نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

”اکواڑی پلیز“..... رابطہ قائم ہوتے ہی نسوانی آواز سنائی دی۔

”مگر بیڈ ہوٹل کے میئر عصمت خان کا نمبر دیں؟“..... عمران نے کہا تو دوسری طرف سے نمبر بتا دیا گیا۔ پھر عمران نے کریڈل دیا اور پھر نون آنے پر اکواڑی آپریٹر کے بتائے ہوئے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

ہا۔

”بہر حال میں آپ کو کفرم کر رہا ہوں کہ وہ سنیں آپ کے لئے ایک کر دی گئی ہیں خوشی دیکھ کی۔“ سب نے جیسے ہوئے کہا۔

”شکر یہ“۔ عمران نے بھی مسکراتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے دھڑک دیا اور اس کے چہرے پر غامض مسکراہٹ دیکھنے لگی۔

”جی اے نو سٹیز گریڈ ہوٹل“۔ رابطہ قائم ہوتے ہی ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

”سٹیز صاحب سے بات کراؤ۔ میرا نام علی عمران ہے۔“ عمران نے کہا۔

”اوہ۔ ایس سر۔ ایس سر۔“ دوسری طرف سے اس انداز میں کہا گیا جیسے اسے پہلے سے ہی علم دیا گیا ہو۔

”ہیلو۔ مسٹ خان ہل رہا ہوں۔“ چند لمحوں بعد ایک بھاری سی آواز سنائی دی۔

”علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) ہل رہا ہوں۔“ عمران نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔

”اوہ۔ عمران صاحب آپ۔ آپ نے جیو مین صاحب پر کیا جادو کیا ہے۔ وہ تو بے حد بوکھلائے ہوئے تھے اور انہوں نے مکمل خوشی دیکھ ہی آپ کو الٹا کرنے کا نہ صرف حکم دیا ہے بلکہ بار بار یہ بھی کہہ رہے تھے کہ آپ کا فون آئے تو آپ کو کفرم کر دیا جائے کہ بگنگ ہو گئی ہے حالانکہ وہ تو بڑے بڑے لوگوں کو ایسے موقع پر ڈانٹ دیتے ہیں“ سٹیز نے مسکراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

”وہ میرے جگ انکل ہیں اور میں ان کا اور ان کی بیگم کا مشترکہ پسندیدہ بھتیجا ہوں۔ اب وہ میرے لئے اکتا بھی نہ کریں گے۔“ عمران نے کہا تو دوسری طرف سے سٹیز بے اختیار ہنس

سرت بھرا جوش نمایاں تھا۔ اسے اس کھیل میں جزا ملنے آ رہا تھا کہ اپنا تک دور سے ٹریفک پولیس کی گاڑی کا مخصوص سائرن سنائی دینے لگا جو تیزی سے قریب آتا جا رہا تھا اور رونا نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے اپنی پشت سیٹ سے لگا لی۔ اس کے ہونٹ بھیجے لئے اور چہرے پر ایسے کوفت کے تاثرات نمودار ہو گئے جیسے کسی بچے کو اس کا پسندیدہ کھیل کھیلنے سے روک دیا جائے۔ اس نے کار کی رفتار کم کر دی تھی اور ساتھ ہی سائیز اشارے دیتے ہوئے ٹکٹ لائٹوں سے گزرتی ہوئی اس لائن پر آگئی جس پر ٹریفک نہیں

بچتا اور اس پر سرخ پھولوں والی ہاف بازو کی ترسٹ پہنے ہوئے۔ ٹریفک پولیس کی کار اب اس کے سر پر کھنچ چکی تھی اور پھر آنکھوں پر سرخ رنگ کے شیشوں والی جدید ترین ڈیزائن کی عینک پہنے ہی اس نے کار روکی پولیس کار اس کے سامنے سائیز پر کر کے لگائے دینا جدید ماڈل کی سیاہ رنگ کی گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ: ایک دی گئی اور کار میں سے دو پولیس آفیسر نکل کر تیزی سے دینا ٹپٹی اس انداز میں کار چلا رہی تھی جیسے وہ کاروں کی دیسی میٹر کی کار کی طرف بڑھتے گئے جبکہ دینا کار میں ہلکی ہلکی موسیقی سننے حسد لے رہی ہو۔ اس کا سرخ و سفید چہرہ جوش کی وجہ سے سرور اپنی ایک ٹانگ کو اس انداز میں ہلا رہی تھی جیسے وہ باقاعدہ سرخ ہو رہا تھا اور وہ آگے کو بھگی ہوئی باتھوں میں موجود مشینز تک موسیقی پر ڈانس کر رہی ہو۔

اس طرح گھما رہی تھی جیسے وہ کوئی کھلونا ہو اور بار بار مشینز تک۔ ”آپ انتہائی خطرناک انداز میں کار ڈرائیو کر رہی تھیں۔ اپنا ڈرائیونگ لائسنس دیں“ ایک آفیسر نے سخت لہجے میں دینا سے مطالبہ ہو کر کہا تو دینا نے ڈرائیونگ بورڈ کے خانے میں رکھا ہوا ایک ٹارڈ نکال کر آفیسر کی طرف بڑھا دیا۔

”صرف پندرہ منٹ رہ گئے ہیں اور ان پندرہ منٹوں میں مجھے رقیبت پر کراؤڈ ہاؤس پہنچنا ہے۔ اب تمہاری مرضی ہے مجھے

بچتا اور اس پر سرخ پھولوں والی ہاف بازو کی ترسٹ پہنے ہوئے۔ ٹریفک پولیس کی کار اب اس کے سر پر کھنچ چکی تھی اور پھر آنکھوں پر سرخ رنگ کے شیشوں والی جدید ترین ڈیزائن کی عینک پہنے ہی اس نے کار روکی پولیس کار اس کے سامنے سائیز پر کر کے لگائے دینا جدید ماڈل کی سیاہ رنگ کی گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ: ایک دی گئی اور کار میں سے دو پولیس آفیسر نکل کر تیزی سے دینا ٹپٹی اس انداز میں کار چلا رہی تھی جیسے وہ کاروں کی دیسی میٹر کی کار کی طرف بڑھتے گئے جبکہ دینا کار میں ہلکی ہلکی موسیقی سننے حسد لے رہی ہو۔ اس کا سرخ و سفید چہرہ جوش کی وجہ سے سرور اپنی ایک ٹانگ کو اس انداز میں ہلا رہی تھی جیسے وہ باقاعدہ سرخ ہو رہا تھا اور وہ آگے کو بھگی ہوئی باتھوں میں موجود مشینز تک موسیقی پر ڈانس کر رہی ہو۔



تو ریتا نے مسکراتے ہوئے کارڈ کو واپس ڈالیں پورڈ میں رکھا اور کارڈ شارت کر کے وہ لیٹر بدلتی ہوئی سپینڈی لائن میں آگئی اور ایک بار پھر اس نے پہلے جیسے پر جوش کھیل کا آغاز کر دیا۔ اب اس کی رفتار پہلے سے بھی تیز تھی لیکن تھوڑا سا آگے جانے کے بعد ایک چوک پر اس کی کار ٹریک کے ساتھ آگے بڑھنے کی بجائے دائیں طرف جانے والی سڑک پر مڑ گئی جس پر ٹریک بے حد کم تھی اور تھوڑی دیر بعد اس کی کار ایک چار منزلہ ہوٹل کے کپڑاؤں گیٹ میں داخل ہو کر ایک طرف بنی ہوئی پارکنگ کی طرف بڑھ گئی۔ پارکنگ میں کاروں کی تعداد بے حد کم تھی کیونکہ ابھی دن چڑھے دو گھنٹے ہی ہوئے تھے جبکہ ایسے ہوٹلوں میں ریش شام کو ہوتا ہے اور پھر رات گئے تک یہاں خوب روٹتی رہتی ہے۔ ریتا نے کار ایک خالی جگہ پر روکی اور نیچے اتر کر اس نے کار لاک کی تو پارکنگ ہوائے نے آگے بڑھ کر سلام کیا اور بڑے مؤدبانہ انداز میں کارڈ دیتا کی طرف بڑھا دیا۔

”تھینک یو“..... ریتا نے کہا اور کارڈ لے کر اس نے اپنے کاندھے سے نکلے ہوئے بیگ میں ڈالا اور پھر تیز قدم اٹھاتی مین گیٹ کی طرف بدلتی چلی گئی۔ ہوٹل کا وسیع و عریض ہال آتربا سنان پڑا ہوا تھا۔ ریتا سیدھی گاؤنٹر کی طرف بڑھ گئی جہاں تین خواہصورت لڑکیاں چہروں پر دل آویز مسکراہٹ سمجائے موجود تھیں۔

”اےس اےس ٹرنٹی ون“..... ریتا نے قریب ہا کر مدھم سے لہجے میں کہا۔

یہاں روکے رکھو یا“۔ ریتا نے بڑے دھیمے لہجے میں کہا ہے پولیس آفیسرز نے جب کارڈ دیکھا تو ان دونوں کو یکجہت جھٹکا۔ کیونکہ کارڈ پر پینٹل ایجنٹ کراؤز کے الفاظ کے ساتھ نیچے ان چھوٹی سی تصویر بنی ہوئی تھی جس میں ایک عذاب کی تصویر تھی جو کے بچوں میں ایک معصوم فائدہ پڑ پڑا رہی تھی اور دونوں پولیس آفیسرز ابھی طرح باتیں تھے کہ ایک ریپا کی کراؤز ابجی جیسے ہی میں قائم کیا گیا ہے اس کے بارے میں کیا احکامات دیئے ہیں۔ ان دونوں نے ریتا کو باقاعدہ سیلیٹ کیا اور پھر کارڈ واپس دیا۔

”مس صاحب۔ تیز رفتاری کی تو اجازت ہے لیکن دوسروں کے لئے خطرناک ڈرائیونگ سے گریز کریں۔ یہ ہماری درخواست ہے۔“ کارڈ لینے والے پولیس آفیسر نے کارڈ واپس کرتے ہوئے مت بھرے لہجے میں کہا۔

”تمہارا کیا خیال ہے کہ کراؤز میں ایسے لوگ بھرتی کئے ہیں جو ڈرائیونگ بھی نہیں کر سکتے اور خاص طور پر اس کی اجازت۔ کیوں؟“ ریتا نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”سوری مس۔ ہم نے آپ کو روکا۔ معافی کے خواہش پور دونوں آفیسرز نے ایک بار پھر پیچھے ہٹ کر سیلیٹ کیا اور تیزی اس طرح اپنی گاڑی کی طرف بھاگے جیسے ان کے پیچھے پاگل دوڑ رہے ہوں۔ چند لمحوں بعد ان کی گاڑی تیزی سے آگے بڑھ

لوہوں بعد دروازہ میکانیکی انداز میں کھلتا چلا گیا۔ رینا اندر داخل ہوئی تو اس کے عقب میں دروازہ خود بخود بند ہو گیا۔ یہ ایک مکمل سوٹ تھا جس میں ڈائمنڈ، ڈرائیونگ، سٹنگ روم اور ایک ڈبل بیڈ روم تھا اور اسے انتہائی شاہانہ انداز میں سجایا گیا تھا۔ رینا آگے بڑھی اور سٹنگ روم میں کرسی پر بیٹھ گئی۔ سامنے ہینر پرفون موجود تھا۔ اس کے پیچھے ہی فون کی کھینچی بج گئی تو اس نے ہاتھ بڑھا کر ریسور اٹھا لیا۔

”رینا بول رہی ہوں۔ سوشل ایجنٹ تھری دن“..... رینا نے کہا تو دوسری طرف سے بغیر کچھ کہے رابطہ ختم کر دیا گیا اور رینا نے بھی ریسور دکھ دیا لیکن اس کے چہرے پر کسی کوفت یا بیزاری کے تاثرات موجود نہ تھے۔ تقریباً پانچ منٹ بعد کھینچی ایک بار پھر بج گئی تو رینا نے ہاتھ بڑھا کر ریسور اٹھا لیا۔

”رینا بول رہی ہوں۔ سوشل ایجنٹ تھری دن“..... رینا نے کہا۔  
 ”جارج کہاں ہے“..... دوسری طرف سے ایک گرجت سی آواز سنائی دی۔

”وہ اپنی گرل فرینڈ کے ساتھ ساحل پر تھا۔ میں نے اسے ریڈ کاشن بھیج دیا ہے۔ وہ تھپتھپے والا ہو گا“..... رینا نے جواب دیا۔

”جب وہ آ جائے تو تم دونوں سوچیں دے سے آفس میں آ جانا“..... دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو رینا نے ریسور دکھ دیا۔ پھر تقریباً آدھے گھنٹے بعد دروازہ کھلا اور ایک نوجوان جس نے گہرے بھراؤن کمر کا سوٹ پہنا ہوا تھا

”لیس مس“۔ ایک لڑکی نے مسکراتے ہوئے کہا اور کاؤنٹر کے نیچے خانے میں موجود ایک کارڈ نکال کر اس نے اس پر دھجکا کیا اور کارڈ رینا کی طرف بڑھا دیا۔

”تیسری منزل کمرہ نمبر چالیس“..... لڑکی نے کہا تو رینا نے اثبات میں سر ہلا دیا اور لفٹ کی طرف بڑھ گئی۔ لفٹ آپریٹر کو اس نے کارڈ کی جھلک دکھائی اور تیسری منزل کہہ دیا۔

”لیس مس۔ آئیے“..... لفٹ آپریٹر نے بڑے مودبانہ لہجے میں کہا اور رینا چند لمحوں بعد تیسری منزل پر پہنچ گئی۔ یہاں چار مسافر افراد موجود تھے جن کے جسموں پر باقاعدہ ہینڈارم تھی۔ رینا نے کارڈ ان کی طرف بڑھا دیا۔

”کس نمبر میں جانا ہے“..... ایک گارڈ نے غور سے کارڈ کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”نمبر چالیس“..... رینا نے جواب دیا۔

”اوکے“..... گارڈ نے جیب سے ہال پوائنٹ نکال کر کارڈ پر مخصوص نشان لگاتے ہوئے کہا اور کارڈ واپس رینا کے ہاتھ میں دے دیا۔

”تھینک یو“..... رینا نے مسکراتے ہوئے کہا اور آگے بڑھ کر وہ کمرہ نمبر چالیس کے سامنے رک گئی۔ دروازہ بند تھا اور سائینڈ پر کسی کا نام درج نہ تھا۔ پلیٹ خالی تھی۔ دروازے کے درمیان ایک باریک سی درز موجود تھی۔ رینا نے کارڈ اس درز میں ڈال دیا۔ چند

اندہ داخل ہوا۔ اس کے چہرے کے نقوش اور اس کے بالوں کا خوبصورت مردانہ شائل اسے کوئی یونانی دیوتا ظاہر کر رہا تھا۔

”ہائے رینا“..... اس نوجوان نے اندہ داخل ہوتے ہی بڑے لگاؤ سے بھرے لہجے میں کہا۔

”ہائے جارج۔ بڑی جلدی فراغت مل گئی سوئی ہے“..... رینا نے ہنستے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ تمہیں معلوم تو ہے اس کی عادت۔ بہر حال کیا احکامات ہیں“..... جارج نے قریب آ کر کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

”پیشکش دے سے آفس پہنچنے کا حکم ملا ہے“..... رینا نے اٹھتے ہوئے کہا۔

”اچھا آؤ“..... جارج نے کہا اور پھر وہ دونوں بینہ روم میں داخل ہو گئے۔ وہاں ایک بڑا اور خاصا چوڑا وارڈروپ موجود تھا۔

جارج نے اسے کھولا تو اندر لیڈر کپڑے ڈشگروں پر لٹھے ہوئے تھے۔ جارج نے سائیلز پر موجود ایک مین پریس کیا تو اندر وہ حصہ

مکھوم گیا جس میں کپڑے تھے اور اب وہاں نیچے جاتی ہوئی میز صیباں نظر آ رہی تھیں۔ جارج اندہ داخل ہوا اور پھر تیزی سے

بیز صیباں اترتا چلا گیا۔ اس کے پیچھے رینا بھی اندہ داخل ہوئی لیکن وہ بیز صیباں اتر کر اس نے ڈور سے تھر مارا تو اس کے عقب میں

سامری کا وہ حصہ مکھوم کر بند ہو گیا۔ بیز صیباں کے اختتام پر ایک بند دروازہ تھا۔ جارج نے اپنا دایاں ہاتھ دروازے پر لگی ہوئی پلیٹ پر

رکھ کر دایاں اور پھر پیچھے ہٹ گیا۔ اس کے بعد رینا آگے بڑھی اور اس نے اپنا دایاں ہاتھ پلیٹ پر رکھ کر دایاں اور وہ بھی پیچھے ہٹ کر

کھڑی ہو گئی تو ابھی ہی گڑگڑاہٹ کے ساتھ ٹوہے کا بھاری دروازہ اندر کی طرف کھل گیا۔ سامنے ایک چھوٹی سی ماہداری تھی جس کے

اختتام پر ایک اور دروازہ تھا جو کھڑکی کا قافلین وہ کھلا ہوا تھا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے پیچھے چلتے ہوئے اس کھلے دروازے کو

کراس کر کے اندہ داخل ہوئے۔ یہ کمرہ آفس کے انداز میں سجا ہوا تھا۔ میز کی ایک طرف اونچی پشت کی سیاہ چوڑی چھٹی ریچ الونگ چیر

موجود تھی جبکہ میز کی دوسری طرف چار عام کرسیاں رکھی ہوئی تھیں۔ میز پر صرف ایک سیاہ رنگ کا فون نہیں موجود تھا اور کچھ نہ تھا۔ وہ

دونوں کرسیوں پر بیٹھ گئے تو چند لمحوں بعد سائیلز کا دروازہ کھلا اور ایک لمبے قد لیکن بانس کی طرح دھلا آدمی جس کا سر درمیان سے

ٹھکا تھا جبکہ سائیلز پر ہماروں کی طرح لہراتے بال تھے، چہرہ ابجور کی طرح مسکھا ہوا تھا۔ البتہ اس کی آنکھیں بڑی بڑی تھیں جن

پر اس نے مونے شیشے کی ٹینک پڑھائی ہوئی تھی اور ان شیشوں کے پیچھے اس کی بڑی بڑی آنکھیں کچھ مزید پھیلی ہوئی نظر آ رہی

تھیں، اندہ داخل ہوا تو جارج اور رینا دونوں اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔

”ہیچو۔ یہ سب کچھ صرف اس لئے کیا جاتا ہے کہ چینگ ہو سکے کیونکہ آج کل سبک اپ کا فن واقعی عروج پر پہنچ چکا ہے۔“

آنے والے بانس کی طرح دلے آدمی نے قدرے چپختے ہوئے

لجے میں کہا۔ اس کی آواز پتلی لیکن تیز دھار جھری کی طرح تھی۔  
 ”لیس چیف۔ ہم سمجھتے ہیں“..... ریٹا اور جارج نے بیک آواز  
 ہو کر جواب دیا۔

”کبھی پاکیشیا گئے ہو“..... چیف نے کرسی پر بیٹھتے ہی پوچھا۔

”لیس چیف۔ میں دو بار گیا ہوں“..... جارج نے جواب دیا۔

”اور میں تین بار چیف“..... ریٹا نے کہا۔

”مگر۔ تم دونوں کراؤز کے کوشل ایجنٹ ہو اور ایک ایسا کیس  
 سامنے آیا ہے کہ میں نے بہت غور کے بعد تم دونوں کا انتخاب کیا  
 ہے“..... چیف نے دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو ان دونوں  
 کے چہروں پر مسرت کے تاثرات ابھر آئے۔

”ہم آپ کے اعتماد پر پورا اتریں گے چیف“..... دونوں نے  
 بیک آواز ہو کر کہا۔

”تم دونوں نے اس مشن کو پاکیشیا سیکرٹ سروس سے اور خصوصاً  
 اس کے خطرناک ایجنٹ علی عمران سے بچانا ہے“..... چیف نے کہا  
 تو وہ دونوں چونک پڑے۔

”کیا یہ مشن براہ راست ان سے مقابلے کا ہے“..... جارج  
 نے کہا۔

”نہیں۔ لیکن مشہور تو یہ ہے کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کو کسی نہ  
 کسی انداز میں پاکیشیا میں ہونے والی کارروائی کا علم ہو جاتا ہے  
 اور اس مشن کا بھی اسے لازماً علم ہو جائے گا۔ اب، میں تمہیں

تفصیل سے بتاتا ہوں کہ مشن کیا ہے“..... چیف نے کہا تو جارج :  
 اور ریٹا دونوں کے چہروں پر اشتیاق کے تاثرات ابھر آئے۔ چیف  
 نے میز کی دراز کھولی اور اس میں سے ایک سرخ رنگ کی فاکس نکالی  
 اور جارج کی طرف بڑھا دی۔

”اسے پڑھ لو پھر مزید بات ہوگی“..... چیف نے کہا تو جارج :  
 نے فاکس کھولی۔ فاکس میں دو صفحات تھے۔ وہ ان صفحات کو پڑھنے  
 لگا۔ ریتا بھی گردن موڑ کر ساتھ ساتھ فاکس پڑھ رہی تھی۔ تھوڑی دیر  
 بعد جارج نے فاکس بند کر دی اور اسے اپنے سامنے رکھ لیا۔  
 ”کیا پڑھا ہے تم نے“..... چیف نے پوچھا۔

”چیف۔ پاکیشیا کے شمالی علاقوں میں ایک علاقہ ہے راج گڑھ  
 جو دھواگر گزار پہاڑی علاقہ ہے اور وہاں انتہائی گھنے جنگلات ہیں۔  
 اس علاقے میں پاکیشیا کی خفیہ لیبارٹری ہے جس میں ہیز ایل اپ نو  
 ایٹ کے نام سے ایک خصوصی فارمولے پر ریسرچ کی جا رہی  
 ہے۔ یہ انتہائی خفیہ لیبارٹری ہے۔ اس سے پہلے بلک ایجنسی اور  
 ریڈ ایجنسی کے ایجنٹوں نے اس پورے علاقے کو چھان مارا ہے  
 لیکن وہ اس لیبارٹری کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں کر سکے۔  
 اب اسے بعد میں ان کی لاشیں دارالحکومت کے دہران علاقوں میں ملتی  
 رہی ہیں“..... جارج نے کہا۔

”ایکریسیا نے سیٹلائٹ کے ذریعے اس کی پیٹنگ کی لیکن  
 سیٹلائٹ بھی اس لیبارٹری کا سراغ نہیں لگا سکا“..... چیف نے

”کیا وہاں لیبارٹری ہے بھی سہی یا نہیں؟“ ... جارج نے کہا۔  
 ”لیبارٹری وہاں موجود ہے۔ کیونکہ کئی بار مواصلاتی مسئلہ آتے ہیں  
 وہاں سے مخصوص مسئلے کیجے گئے ہیں جن ان مسئلے سے صرف اتنا معلوم  
 ہو سکا ہے کہ راج گڑھ علاقے میں بہر حال لیبارٹری موجود ہے۔“  
 چیف نے کہا۔

”اس کی کوئی سپلائی لائن ہو گی۔ دارالحکومت میں کوئی پارٹی  
 وہاں کھانے پینے کی اشیاء اور سائنسی سامان سپلائی کرتی ہو گی۔“  
 رینا نے کہا۔

”وہاں چیکنگ کی گئی ہے۔ ایسی کوئی سپلائی لائن چیک نہیں ہو  
 سکی۔ البتہ ایک انتہائی اہم بات کا علم ہوا ہے کہ راج گڑھ کے  
 علاقے میں کوئی قدیم ترین دور کا مندر تھا جسے راج مندر کہا جاتا  
 ہے اور اس مندر کے نام پر اس علاقے کا نام راج گڑھ ہے لیکن  
 قدیم دور سے یہ مندر مکمل طور پر منہدم ہو کر غائب ہو چکا ہے اور  
 یہ لیبارٹری اس مندر کے نیچے موجود ہے کیونکہ قدیم دور میں اس  
 مندر کے نیچے بڑے بڑے تہہ خانوں کا ثبوت ملا ہے۔ مندر زمین  
 سے اوپر تھا اور تہہ خانے زمین درج تھے۔ ان تہہ خانوں میں قدیم  
 دور کے پیماری رہتے تھے۔ ان کے لئے تازہ پانی کا انتظام بھی تھا  
 اور تازہ ہوا کی آمد اور آلودہ ہوا کی نکالی کا سسٹم بھی تھا۔ ایک  
 قدیم مخطوطے میں اس کی تفصیل درج ہے لیکن محل وقوع کے بارے

میں صرف اتنا لکھا ہوا ہے کہ یہ قدیم مندر راج گڑھ میں واقع  
 ہے۔ کہاں واقع ہے اس بارے میں اس مخطوطے میں کچھ درج نہیں  
 ہے لیکن اس مخطوطے میں راج گڑھ کا نقشہ ہاتھ سے بنایا گیا ہے۔  
 اس مخطوطے اور اس نقشے کی تصویر ہم تک پہنچی ہے کیونکہ اس  
 مخطوطے کو تازہ قرار دے کر اس کی انتہائی سختی سے حفاظت کی جاتی  
 ہے لیکن یہ کاپی انتہائی مدہم ہے۔ شاید قدیم دور کا کاغذ ایسا تھا یا  
 امتداد زمانہ سے وہ ایسا ہو گیا ہے کہ اس کی واضح تصویر نہیں آ  
 سکتی۔ چنانچہ یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ تم اس مخطوطے کو وہاں سے اڑاؤ  
 گے اور اس پر بنا ہوا نقشہ دیکھ کر چیک کرو گے۔ اس نقشے میں  
 جہاں مندر ہے وہاں ایک جھوٹا سارخ نشان بنایا گیا ہے۔ تم نے  
 اس سرخ نشان کو چیک کرنا ہے اور پھر اس لیبارٹری سے وہ فارمولا  
 اڑانا ہے اور لیبارٹری کو جتا کر دینا ہے اور پھر یہ فارمولا تم نے  
 اٹیکر کیا پہنچانا ہے۔ فارمولا اٹیکر کیا پہنچنے ہی تمہارا مشن مکمل ہو  
 جائے گا۔“ ... چیف نے پوری تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”اس عمران کو کیسے اس مشن کا علم ہو گا جبکہ راج گڑھ تو پاکیشیا  
 کے دارالحکومت سے بہت دور واقع ہے اور وہاں سیکرٹ سروس یا  
 عمران کا جانا نامکن ہے۔ وہاں اس لیبارٹری کی حفاظت فٹری انجیلی  
 جنس کرتی ہو گی یا کوئی اور انجینی کیونکہ سیکرٹ سروس تو پاکیشیا سے  
 باہر مشن مکمل کرتی ہے۔“ ... جارج نے کہا۔

”یہ مخطوطہ جو تم نے اڑانا ہے۔ یہ پاکیشیا کے نوادرات میں شامل

ہے۔ جیسے ہی یہ مخطوطہ عائب ہو گا پوری حکومت میں تھمکے بج جائے گا کیونکہ پاکیشیا حکومت ایسے نوادرات کے بارے میں بے حد حساس ہے اور اس کی وجہ یہی ہے کہ نوادرات کافرستان کے لئے مقدس حیثیت رکھتے ہیں۔ وہ چرانے کی کوشش بھی کرتے رہتے ہیں لیکن ان کی حفاظت کا انتظام بھی انتہائی سخت کیا گیا ہے کہ کافرستان کا کوئی ایجنٹ کامیاب نہیں ہو سکا لیکن مجھے یقین ہے کہ تم اس میں کامیاب ہو جاؤ گے اور جیسے ہی اس کی چوری کی خبر عمران تک پہنچے گی وہ لازماً ذاتی طور پر اس پر کام کرے گا کیونکہ وہ ایسے کام اکثر کرتا رہتا ہے۔ اس طرح اسے علم ہو جائے گا اور اگر اس نے تمہارا سراغ لگا لیا یا اسے اندازہ ہو گیا کہ یہ مخطوطہ راج گڑھ کی لیبارٹری کو نہیں کرنے کے لئے اڑایا گیا ہے تو وہ لامحالہ تمہارے پیچھے لگ جائے گا اور اپنی اہم ترین لیبارٹری اور فارمولے کو بچانے کے لئے پوری سیکرٹ سروس بھی میدان میں آ سکتی ہے۔“

چیف نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے چیف۔ اب ہم پوری طرح اس حساس مشن کو سمجھ گئے ہیں۔ آپ بے فکر رہیں۔ لیبارٹری بھی تباہ ہوگی اور فارمولا بھی اکیڑیا بیابان بن جائے گا۔“ جارج نے کہا۔

”مجھے یقین ہے۔ اسی لئے تو میں نے تم دونوں کا انتخاب کیا ہے۔ اب ایک اور بات من لو کہ تم نے کسی صورت کراؤز ایجنسی کو اپن نہیں کرنا۔ اگر تم کسی بھی صورت پکڑے جاؤ تو تم نے اپنا

تعلق بلیک ایجنسی سے ظاہر کرنا ہے۔ کراؤز ایجنسی کو ہر صورت میں خفیہ رکھا گیا ہے۔“ چیف نے کہا۔

”میں چیف۔ یہ بات تو اس ایجنسی میں شامل ہوتے ہی ہمیں بتا دی گئی تھی اور ہم نے ہمیشہ اس کا خیال رکھا ہے۔“ اس بار ریٹا نے کہا۔

”اوکے۔ اب تم جا سکتے ہو۔ تم پر رقت کی کوئی قید نہیں ہے لیکن جس قدر جلد ممکن ہو سکے مشن عمل کیا جائے اور یہ سب ہے پاکیشیا میں چند افراد کی جو ضرورت پڑنے پر تمہارے کام آ سکتے ہیں۔ یہ بلیک ایجنسی کے لئے کام کرتے رہتے ہیں۔ ان کو کوڈ بھجوا دیا گیا ہے اور وہ کوڈ ہے سپر بلیک۔“ چیف نے کہا۔

”میں چیف۔“ دونوں نے اٹھتے ہوئے کہا۔

”ڈش پوکڈ لک۔ اب ادھر تکش دے سے عقبی طرف نکل جاؤ۔ کسی شدید ترین ضرورت کے بغیر نہ مجھے فون کیا جائے اور نہ ہی ٹرانسمیٹر کال کیونکہ پاکیشیا سیکرٹ سروس فون اور ٹرانسمیٹر کالوں سے محل وقوع معلوم کر لیتی ہے۔“ چیف نے کہا۔

”میں چیف۔“ جارج اور ریٹا نے کہا اور پھر وہ تیزی سے سائیکل پر موجود ایک دروازے کی طرف بڑھ گئے جہاں سے ایک سرنگ نما راستہ اس ہوٹل کی عقبی طرف جاتا تھا۔ اس طرح وہ کسی کی نظروں میں آنے بغیر واپس باہر جا سکتے تھے۔

دوں گا۔ سمجھے۔ باورچی ہو تو باورچی ہی رہو۔ میرا باپ بننے کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔۔۔ سوپر فیاض کی دھارتی ہوئی آواز سنائی دی۔  
 ”ٹھیک ہے۔ میں ابھی بات کرتا ہوں بڑے صاحب سے اور بڑی بیگم صاحبہ سے تاکہ وہ آپ کو سمجھا سکیں کہ سلیمان کیا ہے۔“  
 سلیمان نے بھی اسی لہجے میں کہا۔

”ہاں۔ ہاں۔ کر لو فون۔ مجھے دھمکیاں دیتے ہو اور یہ دوسری فاسٹ وارننگ ہے۔ آئندہ ایسے زبان کھولی تو واقعی گولی مار دوں گا۔ ٹانسس۔ سر پر چڑھا رکھا ہے تمہیں۔“ سوپر فیاض نے اور زیادہ غصیلے لہجے میں کہا اور تیزی سے آگے بڑھ کر سنگ روم میں داخل ہوا تو عمران اس کے استہلال کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔

”کیا ہوا ہے تمہیں۔ کیوں مرجھیں چلا رہے ہو۔ سلیمان نے درست تو کہا ہے تمہیں۔ کال نکل بجانے کے بھی آداب ہوتے ہیں“ عمران نے کہا۔

”کیا۔ کیا مطلب۔ کیا اب تم بھی میری بجائے اس ٹانسس باورچی کا ساتھ دو گے۔ تم بھی۔“ سوپر فیاض نے غصے سے دھارتے ہوئے لہجے میں کہا۔

”ابھی ڈیڑی اور اماں لی اسٹے سلیمان کی کال پر یہاں پہنچیں گے تو پھر تمہیں معلوم ہو گا کہ سلیمان کھن باورچی ہے یا کیا ہے۔ رے تمہیں لاکھ بار بتایا ہے کہ سلیمان باورچی نہیں ہے۔ ڈیڑی اور ماں لہا کا لاڈلا ہے۔ وہ بچپن سے ہی ہمارے گھر کے ایک فرد کے

عمران اپنے فکیت میں موجود تھا کہ کال نکل پہنچنے کی آواز سنائی دی اور پھر کال نکل مسلسل بجتی ہی چلی گئی۔

”بند کرو۔ بند کرو اسے۔ جل جائے گی۔“ سلیمان کے پوکھلائے ہوئے انداز میں پیچھے اور بیرونی دروازے کی طرف بھاگتے ہوئے قدموں کی آواز سنائی دی اور عمران جو ایک کتاب پڑھنے میں مصروف تھا اس نے بے اختیار ہونٹ بھیج لے لیں سلیمان کے شور مچانے پر کال نکل بجتا بند ہو گئی تھی۔

”کون ہے۔“ سلیمان نے خامے غصیلے لہجے میں پوچھا اور پھر دروازہ کھلنے کی آواز سنائی دی۔

”کیا بڑے صاحب نے آپ کو ابھی تک یہ نہیں سمجھایا کہ کال نکل کیسے بھائی جاتی ہے۔“ سلیمان کی غصیلی آواز سنائی دی۔

”میرے سامنے نہ نہ کھولا کرو ورنہ گولی مار کر زمین میں دفن کر

ظور پر چلا بڑھا ہے۔ باورچی تو اسے اماں بی نے بنایا ہے۔ اماں نے میری ضد پر کہ میں طیعدہ فلیٹ میں رہوں گا تو اسے میرے ساتھ بھجوا دیا اور ڈیلیوری اور اماں بی مجھ سے زیادہ اسے چاہتے ہیں ابھی جسبیں معلوم ہو جائے گا۔ بیٹو!..... عمران نے فیصلے کیجئے : کہا۔ اسے واقعی سوپر فیاض کے سلیمان کے ساتھ رویہ پر فہرہ آ تھا۔

”وہ فارغ نہیں کیونکہ سلیمان کی کال پر بھاگے آئیں گے پھر فون تو یہاں پڑا ہے..... سوپر فیاض نے منہ ہاتھ دئے کہا۔ ”آج کل وائزلیس فون آ گیا ہے اس لئے ایک وائزلیس فون باورچی خانے میں بھی موجود ہے اور سلیمان اس پر اماں بی سے باتیں کرتا رہتا ہے اور میرے بارے میں بھی خفیہ رپورٹیں دیتا رہا ہے۔ جب سے باورچی خانے میں فون رکھا گیا ہے میں ہر وقت اس خیال سے ہی ڈرا رہتا ہوں کہ تمہارے سلیمان میرے بارے میں کیا کہہ دے اور پھر اماں بی کی جوتیاں بھی خالص دیکسی چڑے کی ہوتی ہیں جو ٹوٹنے میں ہی نہیں آتیں..... عمران نے کہا سوپر فیاض کے چہرے پر پہلی بار گھبراہٹ کے تاثرات نمودار ہوئے۔

”اوہ۔ اسے منع کرو۔ آئی ایم سوری۔ میں دراصل انتہاء پریشان تھا..... سوپر فیاض نے آخر ہتھیار ڈالنے ہوئے کہا۔ ”سلیمان۔ فیاض صاحب نے معذرت کر لی ہے۔ تم بھی اسے

حاف کر دو۔ اللہ تعالیٰ بھی معافی کو بے حد پسند کرتا ہے اس لئے اب تم ان کے لئے چائے بھی لے آؤ..... عمران نے اوپنی آواز میں کہا اور اسی لمحے سلیمان ٹرائی دیکھتا ہوا اندر داخل ہوا۔ ٹرائی میں چائے کے دو کپ اور ساتھ ہی بسکٹوں کی دو پلیٹیں بھی موجود تھیں۔ ”فیاض صاحب نے معذرت کر لی ہے یہ ان کا بڑا پین ہے لیکن بہر حال یہ مہمان ہیں اس لئے ان کی خدمت تو فرض ہے۔“ سلیمان نے برتن میز پر لگاتے ہوئے کہا۔

”آئی ایم سوری سلیمان۔ تم واقعی بڑے ظرف کے مالک ہو۔“ یہ فیاض نے کہا اور سلیمان اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کمرے سے باہر چلا گیا۔

”تم نے معذرت کر کے اپنے آپ کو محفوظ کر لیا ہے لیکن یہ کہ تمہاری شان نزول کیا ہے..... عمران نے چائے کی پیالی سے ہونٹے کہا۔

”اسے ہاں۔ سلیمان کے پیکر میں پڑ کر میں اصل بات تو بھول گیا۔ تم یہ بتاؤ کہ کیا یہ اٹھلی جنس کا کام ہے کہ وہ کوئی پرانی بہ تلاش کرتی پھرے۔ کیا اب اٹھلی جنس کی یہ اوقات آگئی معلوم نہیں تمہارے ڈیڑی کو بیٹھے بٹھائے کیا ہو جاتا ہے۔“ فیاض نے بھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

پرانی کتاب۔ کیا مطلب..... عمران نے حیران ہو کر پوچھا۔ ”اس بات کی سمجھ نہ آئی تھی۔“



میں نہیں ہے۔ سو پر فیاض نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔  
”مجھے وہاں کون پوچھے گا۔ تم تو پرنسٹنٹ ہو۔ میں کیا ہوں۔“

عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”تم میرے ساتھ وہاں چلو۔ میں انہیں حکم دے دوں گا کہ وہ تمہارے ساتھ تعاون کریں۔ پھر دیکھو کیسے نہیں کرتے وہ تعاون۔“  
سو پر فیاض نے اکرے ہوئے لہجے میں کہا۔

”لیکن میں تمہارے ساتھ ساتھ کہاں مارا مارا پھرتا رہوں گا۔  
بہت نہیں تمہیں کہاں کہاں اس مخلوطے کے پیچھے بھاگنا پڑے۔ اس پر خرچ ہو گا اور تمہیں معلوم ہے کہ پٹرول کتنا مہنگا ہو گیا ہے۔ اب تو وہ وقت آنے والا ہے کہ پٹرول میڈیکل سنٹروں سے ڈراپس کی صورت میں صرف دیکھنے اور بچوں کو دکھانے کے لئے کہایا ہوتا تھا، پٹرول خریدنا پڑے گا۔“ عمران کی زبان رواں ہو گئی۔

”مجھے پہلے ہی معلوم تھا کہ تم ایسا راگ الا پو گے۔ لو یہ رقم رکھ لو۔ سو پر فیاض نے جیب سے پرس نکال کر اس میں سے چند بڑے نوٹ نکال کر میز پر رکھتے ہوئے کہا۔

”نکلتی ہے یہ۔“ عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”پانچ ہزار ہیں۔ پورے پانچ ہزار۔ بے شک گمن لو۔ سو پر فیاض نے بڑے شاہانہ لہجے میں کہا۔

”سلیمان۔ جناب آغا سلیمان پاشا صاحب۔“ عمران نے دہنی آواز میں سلیمان کو پکارتے ہوئے کہا۔

”یہ دیکھو۔ یہ لیٹر جو وفاقی حکومت کے میگزینی نے لکھا ہے اسے پڑھو اور پھر بتاؤ کہ تمہارے ڈیڑی کا اب کیا علاج کیا جائے۔“  
سو پر فیاض نے جیب سے ایک کانڈ سو پر فیاض کے ہاتھ سے لیا اور پھر اسے پڑھنے لگا۔ کانڈ میں وفاقی میگزینیٹ کی طرف سے اٹلیا جنس رپورٹ کے ڈائریکٹر جنرل کو لیٹر لکھا گیا تھا کہ ایک قدیم ترین دور کا ہاتھ سے لکھا ہوا ایک مسودہ جسے قدیم مخلوط کہا جاتا ہے سنٹرل نیشنل لائبریری کے نوادرات سیکشن سے چمالیا گیا ہے۔ مخلوط راج گڑھ کے علاقے کی قدیم ترین معلوماتی دستاویز ہے یہ اہم نوادرات میں شامل ہے۔ اسے برآمد کرانے پر سنجیدگی کام لیا جائے۔

”تم سنٹرل نیشنل لائبریری گئے ہو جہاں سے اسے چوری کیا ہے۔“ عمران نے کانڈ واپس کرتے ہوئے کہا۔

”کہاں گیا ہوں۔ تمہارے ڈیڑی نے مجھے بلایا اور یہ کانڈ کرنا اور شادی حکم دے دیا کہ ایک ہفتے کے اندر یہ اہم دستاویز واپس آنی جا۔ بڑے درد میرے خلاف سخت ایکشن لیا جائے گا۔“  
تم بتاؤ کہ اب۔ جنس کا اب یہی کام رہ گیا ہے کہ چیتھڑوں چوریاں برآمد کرنا ہی بھرے۔ یہ چوری اور اس کی برآمدگی پولیس کام ہے۔ مجھے بے حد غصہ آیا لیکن میں کیا کر سکتا تھا اس تمہارے پاس آیا ہوں کہ تم میرے لئے یہ کام کرو۔ میرے تو

”جی صاحب“..... دوسرے لئے سلیمان کسی جن کی طرح کرے  
میں نمودار ہو گیا۔

”یہ پانچ ہزار اٹھانوہ سو پر فیاض صاحب نے دیئے ہیں۔ تم  
کہہ رہے تھے کہ ہمسائے میں ان کے کسی بچے کی سالگرہ ہے اور  
بطور ہمسایہ ہمارا فرض بنتا ہے کہ بچے کو کوئی تحفہ دیں۔ تم کوئی تحفہ  
خرید کر دے دیتا“..... عمران نے کہا۔

”ٹھیک ہے صاحب۔ لیکن پانچ ہزار میں تو کھلونے کا خالی  
باکس بھی نہیں ملے۔ آپ کو تو علم ہی نہیں کہ مہنگی کتنی بڑھ گئی  
ہے۔ بہر حال ٹھیک ہے۔ میں نقد رقم دے دوں گا کہ خود ہی ہماری  
طرف سے کوئی تحفہ خرید لیں“..... سلیمان نے کہا اور تیز جیز قدم  
اٹھاتا ہوا کمرے سے باہر چلا گیا جبکہ سو پر فیاض ہونٹ بھیچے غاسوش  
بیٹھا رہا۔ اس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا لیکن شاید اس خوف  
سے وہ بولا نہیں تھا کہ کہیں سلیمان بڑے صاحب اور بڑی بیگم  
صاحبہ کو فون نہ کر دے۔

”اب تاؤ میرے لئے کیا حکم ہے“..... عمران نے بڑے غلط  
بھروسے لہجے میں کہا۔

”تم دونوں ہی شیطان ہو۔ تم دونوں مل کر دوسروں کو لوٹے  
ہو۔ پانچ ہزار میں سالگرہ کا تحفہ۔ ہونہ۔ پانچ ہزار نہ ہونے پانچ  
روپے ہو گئے۔ اور سنو۔ میں کچھ نہیں جانتا۔ مجھے ایک ہفتے میں یہ  
نامراد محفوظ چاہئے اور بس“..... سو پر فیاض نے پھٹ پڑنے والے

لہجے میں کہا۔

”تم بھی راج گڑھ گئے ہو“..... عمران نے پوچھا تو سو پر فیاض  
بے اختیار ہنک پڑا۔

”راج گڑھ۔ وہاں تو مجھے جنگلات ہیں۔ لوگ وہاں پتک  
منانے جاتے ہیں لیکن وہاں کوئی آبادی وغیرہ نہیں ہے۔ البتہ مٹھے  
پانی کے بے شمار چشمے ہیں۔ راج گڑھ نانی ایک چھوٹا سا گاؤں ان  
جنگلات کے آغاز میں ہے۔ میں وہاں ایک بار سرکاری کام سے گیا  
تھا۔ کیوں۔ تم کیوں پوچھ رہے ہو“..... سو پر فیاض نے جواب دے  
کر چمک کر پوچھا۔

”یہ محفوظ راج گڑھ کے علاقے کی قدیم ترین تاریخ ہے اس  
لئے پوچھ رہا تھا“..... عمران نے کہا۔

”پرانی کتابوں کو خواخواہ نوادرات بنا دیتے ہیں لوگ اور یہ بھی  
میں نے سنا ہے کہ ایسے نوادرات بڑی بڑی قیمتوں میں فروخت  
ہوتے ہیں۔ ایسے ہی کسی چور نے اسے اڑایا ہو گا“..... سو پر فیاض  
نے کہا۔

”تم بیٹھو۔ میں لباس تبدیل کر لوں۔ پھر دیکھنے چلتے ہیں سنٹرل  
میشل لائبریری“..... عمران نے اٹھتے ہوئے کہا تو سو پر فیاض نے  
اثبات میں سر ہلا دیا۔ اس کے چہرے پر اطمینان کے تاثرات ابھر  
آئے تھے کیونکہ عمران نے اس کیس میں دلچسپی لینا شروع کر دی  
تھی۔

کا دائرہ تھا اور وہ دونوں اس دائرے کو دیکھتے ہیں مصروف تھے۔  
 ”یہ سرخ نشان تو بھول چیف اس جگہ کی نشاندہی ہے جہاں  
 قدیم دور میں راج مندر تھا اور اب وہاں لیبارٹری ہے لیکن یہ نقشہ  
 ہماری سمجھ میں تو نہیں آ رہا۔“ رینا نے سیدھی ہو کر منہ ہاتھ  
 ہوئے کہا۔

”میرے خیال میں ہم بسب تک راج گڑھ کا نقشہ ملی ڈرٹ نہیں  
 کریں گے تب تک یہ نقشہ ہمیں سمجھ میں نہیں آ سکا۔“..... جارج  
 نے کہا۔

”یہ نقشہ کئی سو سال پرانا ہے۔ اب تک اتنا عرصہ گزر چکا ہے  
 کہ اب وہاں جانے سے ہمیں کچھ معلوم نہ ہو سکے گا۔ تمام راستے  
 ہی تبدیل ہو چکے ہوں گے۔“ رینا نے جواب دیتے ہوئے کہا۔  
 ”تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔ لیکن اب کیا کیا جائے۔ یہ کتاب تو ہم  
 سنٹرل لائبریری سے اڑا لائے ہیں۔ اب کیا کریں۔ آگے کیسے  
 بڑھیں۔“..... جارج نے کہا۔

”کسی قدیم تاریخ کے ماہر سے بات کی جائے۔“..... رینا نے  
 کہا۔

”وہ کیا کرے گا۔ زیادہ سے زیادہ یہ بتا دے گا کہ یہ کتاب کتنا  
 عرصہ پرانی ہے اور یہ سرخ نشان مندر کی نشاندہی کرتا ہے۔ اتنا تو  
 ہمیں بھی معلوم ہے۔ میرا خیال ہے کہ ہمیں راج گڑھ آبادی میں  
 جا کر کسی بوڑھے سے بات کرنی چاہئے۔ شاید وہ اس جگہ کی کسی

پاکستانی دارالحکومت کی ایک رہائشی کالونی کی کونجی کے ایک  
 کمرے میں رینا اور جارج موجود تھے۔ وہ اپنے اصل چروں میں  
 تھے اور ان کے پاس بین الاقوامی سیاحت کے خصوصی کارڈز بھی  
 تھے اور کاغذات کی رو سے وہ ایک ریٹینیشنل یونیورسٹی کے شعبہ  
 قدیم تاریخ کے پروفیسر تھے۔ ان کے کاغذات نہ صرف اصل تھے  
 بلکہ پاکیشیا آنے سے پہلے انہوں نے انگریزوں میں قدیم ترین  
 ہندو کے بارے میں باقاعدہ وہاں کے پروفیسروں سے خصوصی  
 برٹشک بھی لی تھی تاکہ اگر کوئی انہیں چیک کرنے پر آ جائے تو وہ  
 اس کم از کم مطمئن ضرور کر سکیں۔ اس وقت وہ دونوں کرسیوں پر  
 بیٹھے درمیانی میز پر رکھی ہوئی ہاتھ سے کبھی ہوئی کتاب کے ایک  
 صفحہ پر جھکے ہوئے تھے۔ اس صفحے پر تقریباً انتہائی گھٹک سا نقشہ بنا  
 ہوا تھا اور یہ نقشہ انتہائی پیچیدہ سا نظر آ رہا تھا۔ ایک جگہ سرخ رنگ

طرح نشاندہی کر سکے جہاں قدیم دور میں مندر رہا ہو۔۔۔۔۔ جارج نے کہا۔

”میرا تو خیال ہے کہ چیف نے خواہ مخواہ ہمیں اس پتھر میں ڈال دیا ہے۔ مسئلہ تو لیبارٹری کی تلاش ہے۔ اسے دیگر ذرائع سے بھی ٹریس کیا جا سکتا ہے۔۔۔۔۔ ریٹا نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”یہ بات نہیں۔ چیف اور حکومت ایک دوسرے کے معاملے میں تمام ذرائع استعمال کر لے ہوں گے۔ تمہیں یاد تو ہے کہ چیف نے کہا تھا کہ پہلے بلیک انجینی اور ریڈ انجینی کے ایکٹ اس علاقے میں جاتے رہے لیکن ان کی لاشیں یہاں دارالحکومت کے دیرانوں سے ملتی رہی ہیں۔ پھر چیف نے کہا تھا کہ خصوصی سیلوانٹ سے اسے چپک کرنے کی کوشش کی گئی لیکن سیلوانٹ کے ذریعے بھی اس جگہ کا قہقہہ نہیں کیا جا سکا۔ ایسی صورت میں اب بتاؤ کہ اور کیا ذرائع ہو سکتے ہیں۔۔۔۔۔ جارج نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تمہاری بات درست ہے۔ لیکن یہ لوگ اس قدر شاطر ہیں کہ لیبارٹری موجود ہے۔ کام کر رہی ہے لیکن کسی کو اس کا علم نہیں ہو رہا۔ آخر لوگ اس لیبارٹری سے باقی ملک میں آتے جاتے رہتے ہوں گے۔ سامان سپلائی کیا جاتا ہو گا۔ کیا یہ سب جنتا کرتے ہیں۔۔۔۔۔ ریٹا نے کہا۔

”یہ سب کچھ اس انداز میں کیا جاتا ہے کہ دوسروں کو علم نہیں ہو سکتا اور جو معلوم کر لینے میں کامیاب ہو جاتے ہوں گے ان کی

لاشیں دیرانوں سے ملتی ہوں گی۔ البتہ ایک کام ہو سکتا ہے کہ ہم یہاں کی وزارت سائنس میں کوئی ایسا آدمی ٹریس کر لیں۔ وہاں اس لیبارٹری کے بارے میں یقیناً تصدیقات موجود ہوں گی۔۔۔۔۔ جارج نے کہا۔

”تو یہ کتاب اور نقشہ جسے ہم نے انتہائی مہارت اور کوشش سے چوری کیا ہے۔ یہ سب کچھ بے کار چلا گیا۔“ ریٹا نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”میں نے اسے دیکھ لیا ہے اور تمہیں معلوم ہے کہ جسے میں ایک بار غور سے دیکھ لوں اسے ساری عمر نہیں بھولتا اس لئے یہ نقشہ اب میں آنکھیں بند کر کے خود بھی تیار کر سکتا ہوں اس لئے آج رات ہم اسے وہاں اس لائبریری میں پیچھا دیں گے۔“ جارج نے کہا تو ریٹا بے اختیار اچھل پڑی۔

”واپس کیوں۔ کہیں باہر بھیگ دیں گے یا پڑی رہے یہاں۔“ ریٹا نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”میں نے آج اس کتاب کے سلسلے میں کراؤن کے ذریعے معلومات حاصل کی تھیں یہ تک میرے ذہن میں حد شدہ تھا کہ کہیں یہ اتنی اہم نوادر نہ ہو کہ اس کی چوری سے بھونچال مچا جائے۔“ جارج نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ان پسماندہ ملکوں میں کیا بھونچال آتا ہے۔ البتہ ترقی یافتہ ممالک ان معاملات میں بے حد حساس ہوتے ہیں۔“ ریٹا نے

”مجھے کراؤن سے بات کرنے دو۔ شاید کوئی بہتر حل نکل آئے۔“ جارج نے کہا اور ہاتھ بڑھا کر اس نے سامنے ہی میز پر موجود فون کا ریسیور اٹھایا اور پھر چیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیے۔ آخر میں اس نے لاؤڈر کا بٹن بھی پریس کر دیا۔ لاؤڈر کا بٹن پریس ہوئے ہی دوسری طرف سے ٹھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی اور پھر ریسیور اٹھا لیا گیا۔

”کراؤن کلب۔۔۔ ایک نسوانی آواز سنائی دی۔“

”کراؤن سے بات کراؤ۔ میں جارج بول رہا ہوں۔“ جارج نے کہا۔

”نہیں سر۔ ہولڈ کریں۔“ دوسری طرف سے مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا۔

”ہیلو۔ کراؤن بول رہا ہوں۔“ چند لمحوں بعد ایک مردانہ آواز سنائی دی لیکن بولنے والے کا لہجہ مؤدبانہ تھا۔

”سپر بلیک جارج بول رہا ہوں۔“ جارج نے گڑ کے ساتھ اپنا نام بھی بتاتے ہوئے کہا۔

”نہیں سر۔ مجھے آپ کا نام بتا دیا گیا ہے۔ حکم فرمائیے۔“ دوسری طرف سے کہا گیا۔

”دراں گڑھ میں ہمیں کوئی ایسا کانیز چاہئے جو وہاں کی قدیم ترین تاریخ سے صرف زبانی ہی نہیں بلکہ عملی طور پر بھی واقف ہو۔“ جارج نے کہا۔

منہ بناتے ہوئے کیا۔

”میرا اپنا بھی یہی خیال تھا لیکن مجھے جو معلومات ملی ہیں انہوں نے مجھے چونکا دیا ہے۔“ جارج نے کہا تو ریٹا بھی چونک پڑی۔

”کیا ہوا ہے۔“ ریٹا نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

”حکومت پاپوشیا نے اس کا انتہائی اعلیٰ سطح پر نوٹس لیا ہے اور

باقاعدہ وزارت داخلہ کو حکم جاری کیا ہے کہ ایک ہفتے کے اندر اندر

چوری کرنے والوں کو نہ صرف گرفتار کیا جائے بلکہ یہ نوادر بھی ہر

قیمت پر برآمد کرائی جائے اور اس کے لئے صرف اٹلی جنس بیورو

کو ہی حرکت میں نہیں لایا گیا بلکہ ملٹری اٹلی جنس کو بھی حرکت میں

لایا گیا ہے اور اب انٹرپوزس اور ہر اس راستے سے جہاں سے

دارالحکومت سے باہر اس محفوظ طے کو نکالا جاسکتا ہے وہاں پیش کیئر

نصب کر دیئے گئے ہیں اس لئے یہ لوگ کسی بھی وقت ہمارے

سرول پر پہنچ سکتے ہیں اور ہم اصل مشن سے ہٹ کر خواہواہ کے

بکھیرے میں الجھ جاتیں گے۔ نقشہ ہم نے دیکھا تھا وہ دیکھ لیا۔

اب یہ کتاب واپس ہو جانے کے بعد تمام سرگرمیاں ختم ہو جائیں

گی اور ہم اطمینان سے اپنا کام جاری رکھ سکیں گے۔“ جارج نے

جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تم نے بات تو ٹھیک کی ہے۔ اوسے۔ آج رات اسے واپس

مجھوا دو لیکن اب اصل معاملے پر بات کرو۔ اس لیبارٹری کو کس

طرح فریٹس کیا جائے۔“ ریٹا نے پریشان ہوتے ہوئے کہا۔

”میرے کلب میں ایک سپروائزر راج گڑھ کا رہنے والا ہے۔  
 میں اس سے معلوم کر کے بتاتا ہوں“..... کراؤن نے کہا۔  
 ”کیا وہ قابل اعتماد آدمی ہے“..... جارج نے پوچھا۔  
 ”نہیں سر۔ وہ میرا خاص آدمی ہے۔ ہر لحاظ سے قابل اعتماد۔“  
 کراؤن نے جواب دیا۔  
 ”تو ٹھیک ہے۔ میں اور ریٹا تمہارے پاس آ رہے ہیں۔ ہم  
 اس سے خود بات کریں گے“..... جارج نے کہا۔  
 ”یہ زیادہ بہتر ہوگا“..... کراؤن نے جواب دیتے ہوئے کہا۔  
 ”اوکے“..... جارج نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

”آؤ ریٹا۔ چلیں۔ یہ کتاب بھی کراؤن کو دے آئیں گے تاکہ  
 وہ اس آدمی کے ذریعے جس کے ذریعے وہاں سے اسے اغوا کیا تھا  
 اسے واپس رکھ دے اور اس سپروائزر سے بھی بات کر لیں گے۔  
 شاید کوئی ایسی صورت نکل آئے جس سے ہم مشن مکمل کر لیں۔“  
 جارج نے کہا تو ریٹا نے اثبات میں سر ہلایا اور پھر تھوڑی دیر بعد  
 وہ دونوں کراؤن کلب کے ایک کمرے میں صوفوں پر بیٹھے ہوئے  
 تھے۔ کراؤن سے اس کے آفس میں ملاقات کر کے اور اسے کتاب  
 واپس رکھوانے سے لئے دے کر وہ اس کمرے میں پہنچ گئے تھے  
 کیونکہ انہوں نے خود کراؤن سے یہ فرمائش کی تھی کہ وہ سپروائزر  
 سے کسی علیحدہ کمرے میں بات کرنا چاہتے ہیں اور کراؤن انہیں خود  
 اس کمرے میں چھوڑ گیا تھا۔ چند لمحوں بعد دروازہ کھلا اور کراؤن

اندر داخل ہوا۔ اس کے پیچھے ایک ستاحی آدمی بھی تھا جس نے  
 ہاتھ کلب ملازمین کی یونیفارم پہنی ہوئی تھی اور اس کے سینے پر  
 سپروائزر کا بج لگا ہوا تھا۔  
 ”یہ سپروائزر کریم ہے جناب۔ آیاد اہداد سے راج گڑھ کا  
 رہنے والا ہے۔ آپ اس سے مکمل کر بات کر سکتے ہیں۔ یہ میرا  
 قابل اعتماد آدمی ہے“..... کراؤن نے کہا۔  
 ”ٹھیک ہے“..... جارج نے کہا تو کراؤن واپس چلا گیا۔  
 ”بھٹو کریم“..... جارج نے کریم سے خطاب ہو کر کہا۔  
 ”شکریہ جناب“..... کریم نے موبانہ لہجے میں کہا اور ان کے  
 سامنے کرسی پر بیٹھ گیا۔

”کریم۔ ہمارا تعلق انگریزیا کی ایک یونیورسٹی سے ہے اور ہمارا  
 شعبہ دنیا کی قدیم ترین تاریخ ہے۔ ہم یہاں قدیم ترین دور کی  
 عبادت گاہوں کے بارے میں دسیرج کرنے آئے ہیں۔ یہ بات  
 حتمی ہے کہ راج گڑھ کے جنگلات میں قدیم دور میں کوئی مندر تھا  
 جس کا وجود اب باقی نہیں رہا لیکن ظاہر ہے زیر زمین اس کے آثار  
 موجود ہوں گے۔ ہم وہ آثار فریض کرنا چاہتے ہیں۔ کیا تم اس  
 مسئلے میں ہماری مدد کر سکتے ہو۔ ہم تمہیں معقول معاوضہ بھی دینا  
 گے“..... جارج نے بڑے نرم لہجے میں بات کرتے ہوئے پوچھا۔  
 ”جی ہاں۔ ہمارے بزرگ بتاتے ہیں کہ راج گڑھ میں ایک  
 بہت بڑا مندر تھا اور دور دور سے لوگ اس مندر میں آتے جاتے

رہتے تھے اور اس علاقے کا نام بھی اس مندر کے نام پر یعنی راج مندر کے نام پر راج گڑھ رکھا گیا تھا۔۔۔ کریم نے اثبات میں سر جاتے ہوئے جواب دیا۔

”کیا اس جگہ کی کسی طرح نشاندہی ہو سکتی ہے جہاں یہ مندر تھا۔۔۔۔۔ جارج نے اشتیاق آمیز لہجے میں پوچھا۔

”جواب۔ مجھے تو معلوم نہیں ہے بلکہ میرے والد نے بھی کبھی اس کا ذکر نہیں کیا۔ البتہ ہمارے راج گڑھ میں ایک سو دس سال ایک بزرگ رہتے ہیں۔ ان سے بات کی جائے تو شاید کوئی حل نکل آئے۔۔۔۔۔ کریم نے کہا۔

”کیا ان کی یادداشت قائم ہے اتنی عمر میں۔۔۔۔۔ جارج نے کہا۔

”جی ہاں۔ اس قدر عمر ہونے کے باوجود وہ غاصے صحت مند ہیں۔۔۔۔۔ کریم نے جواب دیا۔

”تو ٹھیک ہے۔ ہم کراؤن کو کہہ دیجئے ہیں تم جا کر انہیں یہاں لے آؤ۔ ہم ان سے خود بات کر لیں گے اور انہیں بھی انعام دیں گے اور تمہیں بھی معاضدہ دیا جائے گا۔۔۔۔۔ جارج نے کہا۔

”آپ صاحب سے کہہ دیں کیونکہ مجھے دو روز جانے میں اور دو روز آنے میں نکلیں گے۔ وہ مجھے چار پانچ دنوں کی چھٹی دے دیں اور پھر مجھے ان بزرگ کو واپس جا کر چھوڑنا بھی ہو گا۔“ کریم نے کہا۔

”کیوں نہ انہیں یہاں آنے کی تکلیف دیتے کی بجائے ہم خود کریہ کو ساتھ لے کر وہاں ان کے پاس چلے جائیں۔۔۔۔۔ ریتا نے کہا۔

”ہاں۔ یہ بھی ٹھیک ہے۔ اس طرح اس بزرگ کو لانے اور پھر پہنچانے میں وقت بھی ضائع نہیں ہو گا۔ ہم کار میں خود وہاں چلے جاتے ہیں۔۔۔۔۔ جارج نے کہا تو کریم نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

”کیزا کوڑا کہا جاتا ہے۔ کیزا چھوٹا ہوتا ہے اور کوڑا بڑے کیزے یا جھونے کو کہا جاتا ہے“..... عمران نے کہا۔

”یہ تو ٹھیک ہے کہ تم کتابی کیزے ہو تو میں بڑا ہوں کتابی کوڑا“..... سوپر فیاض نے فخرانہ انداز میں کہا۔

”کیزا تو کتاب کے اندر گھس جاتا ہے اس لئے عالم فاضل مضمون کو کتابی کیزا کہا جاتا ہے اور کوڑا چونکہ بڑا ہوتا ہے اس لئے وہ کتاب کے اوپر سے گزر جاتا ہے اور ویسے کا ویسے ہی جامل رہ جاتا ہے“..... عمران نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

”اچھا تو میں جامل ہوں۔ کیوں“..... سوپر فیاض نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”تم نے خود ہی اپنے آپ کو کوڑا ثابت کیا ہے“..... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”بس کرو۔ کیا کیزے کوڑوں کی باتیں لے بیٹھے ہو۔ کوئی کام کی بات کرو“..... سوپر فیاض نے منہ ہلاتے ہوئے کہا۔

”اپنے کام کی یا تمہارے کام کی“..... عمران نے کہا تو سوپر فیاض بے اختیار چوک چلا۔

”کیا مطلب۔ یہ تم کیا کہہ رہے ہو“..... سوپر فیاض نے پوچھا۔

”مصرے کام کی تو ایک ہی بات ہو سکتی ہے کہ میں تمہارا بڑا ملازم، ہمدرد دوست ہوں۔ تمہارے حق میں ہمیشہ دعائیں کرتا رہتا

سرکاری جیب خاصہ تیز رفتاری سے سنٹرل ٹیکس لائبریری کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ ڈرائیونگ سیٹ پر فیاض تھا جبکہ سائیکل سیٹ پر عمران بیٹھا ہوا تھا۔

”تم تو شاید زندگی میں پہلی بار کسی لائبریری میں جا رہے ہو“..... عمران نے سوپر فیاض سے مخاطب ہو کر کہا۔

”میں نے کتابیں ضرور پڑھی ہیں لیکن میں تمہاری طرح کتابی کیزا نہیں ہوں“..... سوپر فیاض نے منہ ہلاتے ہوئے کہا۔

”کتابی کیزا ہوتا تو امرات کی بات ہے جبکہ کتابی کوڑا ہوتا باعث شرم ہے“..... عمران نے جواب دیا سوپر فیاض بے اختیار چوک چلا۔

”کیا مطلب۔ یہ کتابی کوڑا کیا ہوتا ہے“..... سوپر فیاض نے منہ ہلاتے ہوئے کہا۔



کی جاتی ہیں۔۔۔۔۔ سوپر فیاض نے بڑے فاختانہ لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے جیب روٹی اور پھر نیچے اتر آیا جبکہ دوسری طرف سے عمران بھی نیچے اتر آیا۔ اسی لمحے لاہوری کا من گیت کھلا اور چار آدمی بوکھلائے ہوئے انداز میں اس طرح باہر آ گئے جیسے دور سے بھاگتے ہوئے آئے ہوں اور اگر انہیں دیر ہو گئی تو نبھانے ان پر کیا قیامت ٹوٹ پڑے گی۔

”جج۔ جناب۔ سپرنٹنڈنٹ فیاض صاحب ہیں۔ جناب۔۔۔۔۔ ایک اوجڑ عمر آدمی نے جس کی آنکھوں پر نظر والے مونے شیشوں کی عینک موجود تھی انتہائی بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔ وہ عمران اور سوپر فیاض کو اس انداز میں دیکھ رہا تھا جیسے اسے یہ فیصلہ کرنے میں دقت پیش آ رہی ہو کہ ان میں سپرنٹنڈنٹ فیاض کون ہو سکتا ہے۔

”میں ہوں سنٹرل ایشی جنس زیور کا سپرنٹنڈنٹ فیاض۔ تم کون ہو۔“ سوپر فیاض نے بڑے اکرے ہوئے لہجے میں کہا۔

”جج۔ جناب۔ میں سنٹرل بمبائل لاہوری کا سپرنٹنڈنٹ ہوں جناب۔ میرا نام عادل حسین ہے اور جناب ہم آپ کے استقبال کے لئے حاضر ہوئے ہیں۔ یہ میرے اسٹنٹ ہیں جناب۔“ عادل حسین نے اسی طرح بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”اچھا تو تم ہو سپرنٹنڈنٹ۔ حیرت ہے۔ خواہ مخواہ ایسا عمدہ رکھ لیا جاتا ہے۔ یہ علی عمران ہے۔“ سوپر فیاض نے منہ ہاتھ بونے

ہوں اور تمہارے کام کی بات یہ ہے کہ تم خود تو بینک بیلنس میں اضافہ کرتے رہتے ہو اور مجھے تو بینک کے اندر داخل ہونے کی بھی ہمت نہیں ہوتی۔۔۔۔۔ عمران کی زبان رواں ہو گئی۔

”بس۔ بس۔ یہ اپنی پرانی بھیمروں اب بند کرو۔ وہ پانچ ہزار جو میں نے چھپیں دیئے ہیں۔ دی کافی ہیں۔ اب چاہے ابھی بینک میں رکھو چاہے جیب میں۔۔۔۔۔ سوپر فیاض نے منہ ہاتھ بونے کہا۔

”پانچ ہزار اتنی بڑی رقم ہے کہ اگر بینک میں رکھوانے کے لئے جاؤ تو بینک والے حفاظتی پولیس کو کال کر لیتے ہیں اور پوری دہ کے بینکوں میں فون کی گفتگیاں بجنے لگ جاتی ہیں کہ فلاں بینک میں پانچ ہزار روپے جمع کرانے کے لئے لائے گئے ہیں۔“ عمران کو زبان ایک بار پھر رواں ہو گئی۔

”تم سے تو بات کرنا ہی عذاب ہے۔ ہر بات کو مذاق بنالینے ہو۔۔۔۔۔ سوپر فیاض نے شرمندہ سے لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے جیب سنٹرل بمبائل لاہوری کے کیاؤ ٹر گیٹ میں سوزا اور پھر اسے ایک طرف بنی ہوئی پارکنگ میں لے جانے کی بجائے لاہوری کے من گیت کے طرف لے جانے لگا۔

”ارے۔ ارے۔ ادھر پارکنگ میں لے جاؤ۔“ عمران - کہا۔

”یہ سرکاری گاڑی ہے۔ کبھی۔ پارکنگ میں عام گاڑیاں کھڑا

بڑے عقائد بھرے لہجے میں کہا جیسے اسے پسند نہ آیا ہو کہ یہ  
بوکھلایا ہوا آدمی بھی پرنشونٹ کا عہدہ رکھتا ہے۔

”پورا تحارف کراؤ عادل حسین سے۔ میرا نام ہے علی عمران اور  
ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) اور آپ بھی یقیناً اعلیٰ تعلیم یافتہ  
ہوں گے جب ہی آپ پانچویں کی اس بڑی اور اہم لائبریری کے  
پرنشونٹ ہیں۔“ عمران نے پہلے پرنشونٹ فیاض سے بچر  
عادل حسین سے مخاطب ہو کر مسکراتے ہوئے کہا۔

”بچ۔ جناب۔ میں نے ہارڈ یونیورسٹی انکریمنیا سے لائبریری  
سائنس میں بی ایچ ڈی کی ہوئی ہے۔“ عادل حسین نے جواب  
دیتے ہوئے کہا تو سوپر فیاض کا پھولا ہوا سینہ عادل حسین کی بات  
سن کر بے اعتقاد مسکرا گیا۔

”اگر چلو۔ یہاں کیا بحث چھیڑ کر کھڑے ہو گئے ہو۔“ سوپر  
فیاض نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”آجے جناب۔ آجے۔“ عادل حسین نے اسی طرح بوکھلائے  
ہوئے انداز میں کہا۔ شاید یہ اس کا خصوصی انداز تھا اور پھر تھوڑی  
دیر بعد سوپر فیاض اور عمران ایک بڑے کمرے میں موجود تھے۔ چہ  
لوں بعد چہڑی اندر داخل ہوا اس نے ان دونوں کو سلام کیا اور  
مشروب کی دو بوتلیں جو ٹیبلٹ کرٹو پیپر میں لپیٹا ہوئی تھیں سوپر فیاض  
اور عمران کے سامنے رکھ دیں۔ مگر واپس چلا گیا۔ عمران نے  
عادل حسین کا شکریہ ادا کیا۔

”جناب۔ میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں۔“ تھوڑی دیر  
بعد عادل حسین نے کہا۔

”ہم اس قدیم کتاب کی چوری کے سلسلے میں آئے ہیں۔“ سوپر  
فیاض نے دھب دار لہجے میں کہا۔

”وہ راج گڑھ والے مخلوط کی بات کر رہے ہیں آپ۔“ عادل  
حسین نے چونک کر کہا۔

”جی ہاں عادل صاحب۔ دینی۔“ سوپر فیاض کے بوٹے سے  
پہلے عمران نے اس لئے جواب دیا کہ سوپر فیاض نے مخلوط کا لفظ  
سن کر جس طرح مت ہنایا تھا اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ کوئی اعتقاد  
جواب ہی دے گا۔

”جی وہ مخلوط تو حیرت انگیز طور پر واپس مل گیا ہے۔“ عادل  
حسین نے کہا تو عمران اور سوپر فیاض دونوں نے ایک دوسرے کو  
حیرت سے دیکھا۔ دونوں کی حالت واقعی دیکھنے والی ہو گئی تھی۔ ان  
کے شاید تصور میں بھی نہیں تھا کہ ایسا بھی ممکن ہو سکتا ہے۔

”کیا مطلب۔ آپ تفصیل بتائیں۔“ عمران نے قدرے  
سخت لہجے میں کہا۔

”جناب۔ نوادرات کا نیشن علیحدہ ہے اور وہاں آنے جانے  
والوں کی باقاعدہ بکسز کے ذریعے چیکنگ ہوتی ہے تاکہ وہ اس نیشن  
سے کوئی کتاب یا مخلوط ساتھ نہ لے جائیں اور رات کو جب  
لائبریری کھولتی ہے تو سب کتب اور مخلوطوں کی باقاعدہ فہرست

بنائی جاتی ہے اور یہ بھی عرض کر دوں کہ سیکرٹریٹ میں ٹائپ کا ہے۔ کوئی بھی کتاب، رسالہ، چھاپا ہوا یا ہاتھ سے لکھا ہوا کوئی مواد چیکنگ کے بغیر باہر جا ہی نہیں سکتا اور گزشتہ دس سالوں سے جب سے میں یہاں ہوں اس سیکشن میں کبھی چوری نہیں ہوئی لیکن دو روز پہلے اچانک معلوم ہوا کہ راج گڑھ کے بارے میں انتہائی اہم مخطوطہ غائب ہے۔ تمام چیکنگ کی گئی۔ سیکرٹریٹ باقاعدگی سے کام کر رہا تھا لیکن پھر بھی مخطوطہ غائب تھا۔ چنانچہ فوراً اسی حکام کو رپورٹ کی گئی لیکن آج صبح جب ہم نے لاہوری اوپن کی تو اب سے تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ پہلے نوادرات سیکشن نے اطلاع دی کہ مخطوطہ اپنی جگہ پر موجود ہے۔ چنانچہ ہم نے فوری طور پر اعلیٰ حکام کو اس کی واپسی کی اطلاع دے دی اور پھر آپ کی آمد کی اطلاع مل گئی تو میں یہی سمجھا کہ آپ اس مخطوطے کی واپسی کفرم کرنے کے لئے تشریف لا رہے ہیں لیکن آپ کے چہرے کے تاثرات بتا رہے ہیں کہ آپ کے لئے یہ اطلاع غی قحیٰ۔۔۔ عادل حسین نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

”کہاں ہے وہ مخطوطہ وغیرہ۔ یہاں میٹھا نہیں اسے۔۔۔ سوچے فیاض نے قدرے سرت بھرے، لہجے میں کہا۔

”سوری سر۔ قانون کے مطابق اسے سیکشن سے باہر نہیں لایا جا سکتا۔ آپ وہاں تشریف لے چلیں اور اسے دیکھ لیں۔۔۔ عادل حسین نے اس بار دو ٹوک لہجے میں کہا۔

”ٹھیک ہے۔ وہیں چلتے ہیں۔۔۔ عمران نے اٹھتے ہوئے کہا۔  
 ”تم دیکھتے رہو۔ میں جا رہا ہوں۔ اب میری کیا دلچسپی رہ گئی ہے۔ مجھے اس سے زیادہ اہم کام ہیں۔۔۔ سوچے فیاض نے اٹھتے ہوئے کہا۔

”تم یہیں ٹھہرو۔ میں آ رہا ہوں۔۔۔ عمران نے قدرے سخت لہجے میں کہا تو سوچے فیاض کے چہرے پر بیخفت غصے کے چوڑے سے جل اٹھے۔ شاید اسے عادل حسین کے سامنے عمران کا یہ رویہ ناقابل برداشت محسوس ہوا تھا لیکن وہ بہر حال اسے برداشت اس لئے کر گیا تھا کہ اسے اچھی طرح معلوم تھا کہ اگر اس نے مزید کوئی بات کی تو عمران اس کی مزید توجہ نہ کر دے گا۔

”اب میں بھی ساتھ جاؤں گا۔۔۔ سوچے فیاض نے ایک جھٹکے سے اٹھتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ آؤ۔۔۔ عمران نے کہا اور پھر وہ دونوں عادل حسین کی رہنمائی میں نوادرات کتب سیکشن تک پہنچ گئے۔ وہاں واقعی ایک جدید سیکرٹریٹ نصب تھا جس سے گزر کر سیکشن کے اندر جانا اور باہر آنا ممکن تھا۔ ایک باوردی دربان بھی وہاں موجود تھا۔ اس نے بڑے مؤدبانہ انداز میں عادل حسین کو سلام کیا۔

”آئیے جناب۔۔۔ عادل حسین نے کہا اور چند لمحوں بعد وہ اس سیکشن میں داخل ہو گئے جس کے چاروں طرف الماریوں میں قدیم دور کی کتب، دستاویزات اور مخطوطے موجود تھے۔ وہاں چند

افراد مخصوص انداز کی بنی ہوئی میزوں کے پیچھے کرسیوں پر بیٹھے کتابوں کے مطالعہ میں مصروف تھے اور وہ ساتھ ساتھ نوٹس بھی لیتے جا رہے تھے۔ عمران سمجھ گیا کہ یہ ریسرچ سکالر ہیں۔ اس سیکشن کا عملہ چار افراد پر مشتمل تھا۔ سیکشن انچارج کا نام فرخ شاہ تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر عادل حسین، عمران اور سوپر فیاض کا استقبال کیا۔ عادل حسین نے سوپر فیاض اور عمران کا اس سے تعارف کرایا اور فرخ شاہ کے بارے میں سوپر فیاض اور عمران کو بتایا۔

”شاہ صاحب۔ آپ ہمیں وہ مخطوط دکھائیں جو چوری ہوا اور پھر خود بخود واپس آ گیا۔“ عمران نے کہا۔

”یہ الماری ہے جناب۔ جس میں گزشتہ پچیس سالوں سے یہ مخطوط موجود رہا تھا۔ پھر ایک شام جب سیکشن کلوز کرنے کے لئے ہم نے چیکنگ کی تو وہ مخطوط غائب تھا۔ بہر حال جب باوجود تمام تر کوشش کے ہم اسے نہیں نہ کر سکے تو پھر اعلیٰ حکام کو رپورٹ کر دی گئی اور آج صبح جب ہم نے سیکشن اوپن کیا تو ہم یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ مخطوط الماری میں موجود تھا۔“ فرخ شاہ نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا اور پھر ایک الماری کھول کر اس نے وہ مخطوط اٹھا کر اس میں موجود ایک کارڈ نکال کر وہیں رکھا اور وہ مخطوط عمران کی طرف بلا دیا۔ عمران نے وہ مخطوط لے کر کھولا ہی تھا کہ اسے محسوس ہوا کہ مخطوطے میں سے تیز بو آ رہی ہے۔ اس

نے اسے ناک کے قریب کر کے سونگھا اور دوسرے لمحے اس کے چہرے پر حیرت کے تاثرات ابھر آئے کیونکہ مخطوطے میں سے آنے والی مخصوص بو غیر ملکی شراب کی تھی اور یہ شراب یہاں پاکیشیا میں اس قدر متبغی تھی کہ مقامی طور پر بے حد کم افراد اس کے متحمل ہو سکتے تھے۔ البتہ غیر ملکی سیاحوں میں یہ شراب کافی مقبول تھی۔ عمران نے ایک بار پھر مخطوطہ کھولا اور اس کے نقشے اور صفحے پر اس کی نظریں جم کر رہ گئیں۔

”کیا یہ دربان جو سیکرٹ کے ساتھ موجود ہے صبح کو ڈیوٹی پر آتا ہے اور رات تک سیکرٹ رہتا ہے۔“ عمران نے فرخ شاہ سے مخاطب ہو کر کہا۔

”جی ہاں۔ اس کا نام حامد ہے اور اس کا تعلق ایک پرائیویٹ سیکورٹی کمپنی سے ہے۔ خاصا فنی اور فطرت شناس آدمی ہے۔“ فرخ شاہ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اے آفس میں بلائیں۔“ عمران نے کہا تو فرخ شاہ نے اپنے ایک آدمی کو دربان کو بلانے کا کہہ دیا اور پھر وہ ایک مانیٹر پر بیٹھ ہوئے ٹیبلٹ آفس میں آ گئے۔

”جی صاحب۔“ چند لمحوں بعد دربان نے آفس میں آ کر سلام کرتے ہوئے کہا۔

”آپ کا تعلق کس کمپنی سے ہے۔“ عمران نے دربان سے مخاطب ہو کر کہا تو دربان نے ایک پرائیویٹ سیکورٹی کمپنی کا نام

لے دیا اور پھر عمران کے پوچھنے پر اس نے کھینچی کے آفس کے ساتھ ساتھ اپنا ربائشی پتہ بھی بتا دیا۔ عمران نے اس کا شکریہ ادا کر کے اسے واپس بھجوا دیا اور پھر فرخ شاہ اور عادل حسین کو شکریہ ادا کر کے وہ لاہور ہی سے رہا آئے۔

”اب تمہارا کیا پروگرام ہے؟“ عمران نے جیب میں بیٹھتے ہی سوپر فیاض سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

”میرا کیا پروگرام ہے۔ میں جا کر تمہارے ڈیڑی و رہنمائی دے کر اس فائل کو کھول کر کے اطمینان کا سانس لوں گا۔“ سوپر فیاض نے منہ بتاتے ہوئے کہا، اور عمران بے اختیار مسکرایا۔ نہ یہ ہے اب سوپر فیاض کی سادہ دہی اس معاملے میں ختم ہو گئی تھی لیکن عمران کی پچھلی حس بتا رہی تھی کہ یہ دانا اتنا سادہ نہیں ہے۔ اس کے پیچھے کوئی بڑا معاملہ ہے اور عمران کو احساس ہو رہا تھا کہ آئندہ دنوں میں اس معاملے پر شاید مزید کام کرنا پڑے۔ اس لئے اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اس مظلوت کے اس پراسرار انداز میں چوری ہونے اور پھر اس کی خودکود و ابقی کے بارے میں مزید تحقیقات کرے گا۔

راج گڑھ گاؤں کے ایک خاصے بڑے معاملے میں فرخ پر بھی ہوئی دریں پر اس وقت جارج اور رینا کے ساتھ کراؤن کلب کا سپر وائزر کریم بیٹھا ہوا تھا۔ ان کے سامنے ایک یوزر حاضری موجود تھا۔ اس کا چہرہ تجریوں سے بھرا ہوا تھا لیکن وہ صحت مند اور چاق و چوبند نظر آ رہا تھا۔ اس کے ساتھ دو مقامی آدمی بھی موجود تھے۔

بوزے کا نام بابا سجاد تھا۔

”بابا سجاد۔ آپ کی عمر اس وقت کتنی ہو گی؟“ جارج نے پوچھا۔

”میری عمر ایک سو آٹھ سال ہے۔ مجھے کریم نے بتایا ہے کہ آپ قدیم راج مندر کو تلاش کرنے غیر ملک سے یہاں آئے ہیں۔ کیا واقعی؟“ بابا سجاد نے کہا۔

”جی ہاں۔ کریم نے آپ کو درست بتایا ہے۔ کیا آپ کو اس

بارے میں کچھ علم ہے۔۔۔۔۔ جارج نے اشتیاق بھرے لہجے میں پوچھا۔

”مجھے صرف اتنا یاد ہے کہ میرے بچپن میں میرا دادا ایک بار مجھے اپنے ساتھ وہاں لے گیا تھا اور اس نے بتایا تھا کہ قدیم دور کا ایک مندیر یہاں تھا جو اب ختم ہو چکا ہے۔۔۔۔۔ بابا سجاد نے کہا۔

”کیا آپ اس جگہ کو پہچانتے ہیں۔۔۔۔۔ جارج نے پوچھا۔  
 ”ہاں۔۔۔۔۔ مجھے ابھی طرح یاد ہے۔ دو جگہ برگری درختوں کے درمیان تھی اور برگری کے درخت صدیوں سے ایک ہی جگہ چلے آ رہے ہیں۔۔۔۔۔ بابا سجاد نے کہا۔

”برگری درخت۔۔۔۔۔ دو کون سا درخت ہے۔۔۔۔۔ جارج نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”یہ درخت نایاب ہے جناب۔ صرف راج گڑھ کے جنگل میں صدیوں سے یہ درخت کافی تعداد میں موجود چلے آ رہے ہیں۔ یہ جنگل کے درخت کی مانند ہے لیکن اس کو سرخ رنگ کے چھتے نما پھول لگتے ہیں اور آپ حیران ہوں گے کہ برگری درخت کو دوسری جگہ پر لگانے یا بے حد کوشش کی گئی لیکن دو صرف اس علاقے میں ہی لگتا ہے اور کبھی جگہ یہ پرانا نہیں چڑھتا اور صدیوں سے یہ درخت اس مخصوص علاقے میں موجود چلے آ رہے ہیں۔۔۔۔۔ بابا سجاد نے کہا۔

”کیا یہ درخت وہی ہیں جو صدیوں پہلے تھے۔ کیا یہ اتنے

پرانے ہیں۔۔۔۔۔ رینا نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔  
 ”نہیں۔۔۔۔۔ پرانے درختوں کی جڑوں سے نئے درخت پیدا ہوتے

ہیں اور پرانے گر جاتے ہیں لیکن ان کا معصوم ارباب صدیوں سے وہی ہے۔۔۔۔۔ بابا سجاد نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”کیا آپ اس جگہ تک ہمیں لے جاسکتے ہیں۔۔۔۔۔ جارج نے کہا۔

”ہاں۔۔۔۔۔ کیوں نہیں۔ لیکن بہتر یہی ہے کہ آپ وہاں نہ جائیں۔۔۔۔۔ بابا سجاد نے کہا تو جارج اور رینا دونوں بے اختیار چونک پڑے۔

”کیوں۔۔۔۔۔ وجہ۔ کیا وہاں جانا ممنوع ہے۔۔۔۔۔ جارج نے کہا۔  
 ”نہیں۔۔۔۔۔ ممنوع تو نہیں ہو گا۔ عام سا جنگل ہے لیکن آج تک

جتنے بھی غیر ملکی وہاں گئے ہیں پھر ان کی لاشیں ملی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ وہاں مافوق الفطرت قوتوں کا قبضہ ہے جو کسی غیر ملکی کا وجود وہاں برداشت نہیں کر سکتیں۔۔۔۔۔ بابا سجاد نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ ٹھیک ہے۔ پھر ہمارا وہاں جانا درست نہیں ہو گا۔ کیا آپ نقشے میں اس جگہ کی نشاندہی کر سکتے ہیں۔۔۔۔۔ جارج نے کہا۔

”کون سے نقشے میں۔۔۔۔۔ بابا سجاد نے چونک کر کہا۔

”یہ ہمارے پاس موجود ہے۔ یہ بھی صدیوں پرانا نقشہ ہے راج گڑھ کا۔ قدیم دور میں کسی آدمی نے ہاتھ سے بنایا تھا۔۔۔۔۔ جارج

نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے جیب سے ایک کاغذ نکالا جس

پر اس نے خود ہی منلوٹے کے نقشے کو بنایا تھا۔ اس میں اس جگہ سرخ رنگ بھی بھردیا تھا جہاں اصل نقشے میں بھی سرخ رنگ بھرا ہوا تھا۔ بابا سجاد اس نقشے پر ہنک گیا اور پھر کریم نے اس نقشے کو دیکھنے میں ان کی مدد کی۔

”اوہ۔ اوہ۔ یہ سرخ رنگ جس جگہ ہے۔ یہاں برگری کے درخت ہیں اور برگری کے درختوں پر سرخ رنگ کے پھولوں کے منچھے لگتے ہیں اس لئے یہاں سرخ رنگ بھرا گیا ہے“۔ بابا سجاد نے کہا۔

”تو کیا وہ مندر اس جگہ پر تھا“۔ جارج نے اشتیاق بھرے لہجے میں کہا۔

”ہاں۔ سو فیصد یقین تھا اور کہیں ہو ہی نہیں سکتا۔ میرے دادا نے بتایا تھا کہ انہوں نے اس مندر کے آثار خود اپنی آنکھوں سے دیکھے تھے“۔ بابا سجاد نے حقی اور فیصلہ کن لہجے میں کہا اور پھر جب مختلف سوالوں کے بعد جارج اور ریٹا کو مکمل یقین ہو گیا کہ بابا سجاد نے درست نشانہ دہی کی ہے تو انہوں نے بابا سجاد کو کچھ رقم دی اور پھر کریم کے ساتھ وہ واپس دارالحکومت آ گئے۔ کریم کو کراؤن کلب ڈراپ کر کے وہ اپنی رہائش گاہ پر پہنچ گئے۔

”اب نشانہ دہی کے بعد کیا پروگرام ہے“۔ کریم نے پہنچ کر الماری سے شراب کی بوتل اور گلاس نکال کر میز پر رکھتے ہوئے ریٹا نے کہا۔

”پروگرام تو مشن مکمل کرنا ہے لیکن میری سمجھ میں یہاں کارروائی کرنے کا کوئی پلان نہیں آ رہا“۔ جارج نے کہا۔

”کیا مطلب۔ میں سمجھی نہیں تمہاری بات“۔ ریٹا نے کہا۔

”میں نے بابا سجاد کی بات سنی تھی کہ جو بھی غیر ملکی وہاں جاتا ہے اس کی لاش ملتی ہے۔ اس سے کیا مطلب نکلا۔ یہی کہ وہاں قاتلات نصب ہیں کہ جو وہاں جانے والوں کو کسی سکرین پر ظاہر کر دیتے ہیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہاں ایسے آلات نصب ہوں جو میک اپ کو بھی چیک کر لیتے ہوں اور پھر ان غیر ملکیوں کو جیل جاتا ہو۔ ایسی صورت میں ہم وہاں کیسے جا سکیں گے اور یہ مشن میں سب سے پہلے کیا کرنا ہے“۔ جارج نے کہا۔

”اوہ۔ شاید اسی لئے تم سے فوراً بابا سجاد کے ساتھ اس علاقے میں جانے سے گریز کیا تھا“۔ ریٹا نے شراب کا گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ میں نے سوچا کہ اس طرح ہم فوری طور پر حکومتی ایجنسیوں کی نظروں میں آ جائیں گے اور وہ ہماری ہنگامی شروع کر دینگے“۔ جارج نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”بہر حال اس نقشے اور بابا سجاد سے ملنے کے بعد یہ بات تو طے ہو گئی کہ مندر اس سرخ دائرے کے اندر ہی موجود تھا اور اب اس کے نیچے وہ لیبارٹری موجود ہے۔ چیف نے بھی اس سرخ نشان کے بارے میں ہی کہا تھا کہ اسے مزید چیک کرنا ہے لیکن اصل

77  
نے لاؤڈر کا بٹن بھی پریس کر دیا۔ بٹن پریس ہوتے ہی دوسری طرف ٹھٹھکی بجنے کی آواز سنائی دینے لگی۔

”ریڈ سٹار کلب“..... ریسور اٹھائے جانے کی آواز کے ساتھ ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

”مسٹر جیکر سے بات کرائیں۔ میں جارج بول رہا ہوں۔“ جارج نے کہا۔

”ہولڈ کریں“..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

”ہیلو۔ جیکر بول رہا ہوں۔“..... چند لمحوں بعد ایک بھاری سی مردانہ آواز سنائی دی۔

”سپر بلیک جارج بول رہا ہوں۔“..... جارج نے سپر بلیک کا کوڈ بھی دہراتے ہوئے کہا۔

”اوہ آپ۔ کہاں سے کال کر رہے ہیں۔ کیا انگریزیا سے۔“ دوسری طرف سے چونک کر پوچھا گیا۔

”نہیں۔ پاکستانیہ کے دارالحکومت سے۔“..... جارج نے جواب دیا۔

”اوہ۔ پھر حکم فرمائیں۔ مجھے آپ کے بارے میں احکامات مل چکے ہیں۔“..... جیکر نے کہا۔

”کیا یہ فون محفوظ ہے۔“ جارج نے پوچھا۔

”جی ہاں۔ آپ کھل کر بات کر سکتے ہیں۔“..... جیکر نے جواب دیا۔

مسئلہ اس لیبارٹری تک اس انداز میں پہنچنا ہے کہ کسی کو معلوم نہ ہو سکے اور اس کام کے لئے میرے خیال میں ہمیں وزارت سائنسز کے کسی اعلیٰ افسر کی جگہ ملنی ہوگی۔ ایسے افسر کی جو اس لیبارٹری کے وزٹ پر آتا جاتا رہتا ہو۔ اس لیبارٹری کا یقیناً کوئی خفیہ راستہ ایسا ہے جہاں سے سامان کے ساتھ ساتھ افراد بھی آتے جاتے رہتے ہوں گے۔“ رینا نے تفصیل سے اور مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ اگر ایسے راستے کا علم ہو جائے تو مشن آسانی سے مکمل کیا جاسکتا ہے۔ یہاں کے لوگ دولت کی پوجا کرتے ہیں اور کراڈن بھی ہمیں ڈانج دے سکتا ہے۔ جتنا کام اس سے لینا تھا وہ لے لے گیا ہے۔ اب کسی اور سے بات کرنا ہوگی۔“..... جارج نے کہا۔

”کس سے۔“..... رینا نے چونک کر کہا۔

”چیف نے ایک اور پارٹی کا رفرنس دیا ہوا ہے اور چیف کے بقول یہ پارٹی زیادہ بااعتماد ہے۔ میں اس سے بات کرتا ہوں۔“ جارج نے کہا اور ریسور اٹھا کر اس نے انکوائری کے نمبر پریس کر دیئے۔

”انکوائری پلیز۔“..... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

”ریڈ سٹار کلب کا نمبر دیں۔“..... جارج نے کہا تو دوسری طرف سے نمبر ہٹا دیا گیا تو جارج نے کریڈل دیا اور پھر نون آنے پر اس نے تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔ آخر میں اس



"تو پھر سنیں۔ پاکیشیا کے ٹالی ملائے میں ایک مشہور ملازمہ۔ راج گڑھ۔ وہاں کا جنگل غاسا گھٹا اور فطرت پاک ہے۔ وہاں مکور کی ایک خفیہ لیبارٹری ہے جسے اس حد تک خفیہ رکھا گیا ہے۔ ایک بریسا کی بلیک اور ریڈ انجینیئروں کے ایجنٹ اس بارے میں معلوم نہیں کر سکے لیکن ہم نے اسے حتمی طور پر ٹریس کر لیا ہے۔ راج گڑھ جنگل میں برگری درختوں کا ایک قلعہ موجود ہے۔ وہ قدیم دور میں راج مند ہوا کرتا تھا جو استداد زمانہ سے ختم ہو گیا ہے۔ اس مند کے قریب خانوں میں لیبارٹری قائم کی گئی ہے۔ وہ جنگل میں ایسے آلات نصب ہیں کہ جو وہاں جاتا ہے وہ سیکو والوں کی نظروں میں آ جاتا ہے اور دوسرے روز اس کی دارالحکومت کے کسی دیوانے سے ملتی ہے اس لئے ہم وہاں راست کوئی اقدام نہیں کر سکتے لیکن ہمیں یقین ہے کہ اس لیبارٹری کا کوئی خفیہ راستہ ہو گا جہاں سے لوگ لیبارٹری میں آتے جا رہے ہوں گے یا سامان وغیرہ سپلائی کیا جاتا ہو گا۔ ہمیں راستے کو تلاش کرنا ہے۔" جارج نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔ "لیکن کیا اس کے لئے آپ کے ذہن میں کوئی پلاننگ ہے۔" جیکر نے پوچھا۔

"ہیں۔ دو پلان ہیں۔ ایک تو یہ کہ لیبارٹری پیچھے دنا سائنس کے تحت ہوگی۔ وزارت سائنس کے کسی اعلیٰ افسر کو دے کر اس سے معلومات خریدی جا سکتی ہیں اور اسی آفیسر

روپ میں لیبارٹری میں داخل ہوا جا سکتا ہے۔ دوسرا یہ کہ اس لیبارٹری کا نقشہ لازماً وزارت سائنس کے سنور میں ہو گا۔ اگر اس نقشے کی کاپی مل جائے تو مسئلہ حل ہو سکتا ہے۔" جارج نے کہا۔ "آپ اپنا فون نمبر مجھے دے دیں میں کل آپ کو اس بارے میں فون کروں گا۔ مجھے یقین ہے کہ کام ہو جائے گا۔" جیکر نے کہا تو جارج نے نمبر بتا دیا اور پھر دوسرا دیکھ کر اس نے اطمینان بھرا طویل سانس لیا۔

"ویسے یہ اندھیرے میں ہاتھ جھ مارنے والا کام ہے۔" رینا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ لیکن ہو سکتا ہے کہ اندھیرے میں بھی درست نشانہ لگ جائے اور کبھی کبھار ایسا ہو بھی جاتا ہے۔" جارج نے جیتے ہوئے کہا اور رینا بھی بے اختیار ہنس پڑی۔ دوسرے روز وہ فوج کر کے فارغ ہوئے ہی تھے کہ فون کی کھنٹی بج اٹھی اور جارج نے ہاتھ بڑھا کر رسور اٹھا لیا۔

"جارج بول رہا ہوں۔" جارج نے کہا۔ "جیکر بول رہا ہوں۔ آپ پلیز اپنا ریفرنس دو براہ کرم۔" دوسری طرف سے کہا گیا۔

"ریفرنس سپر بلیک۔" جارج نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے لاؤڈر کا بزن بھی پریس کر دیا کہ ساتھ بیٹھی ہوئی رینا بھی منگھوسن گئی۔

”اوکے۔ آپ کے دونوں پلان کامیاب نہیں ہو سکتے کیونکہ وزارت سائنس میں اس لیبارٹری کے بارے میں کوئی فائل موجود نہیں ہے اور نہ ہی وہ وہاں کسی لیبارٹری کی موجودگی کے بارے میں حالی بھر رہے ہیں اور اسی طرح تمام لیبارٹریوں کے نقشے ریکارڈ روم میں موجود ہیں لیکن راج گڑھ لیبارٹری کا کوئی نقشہ دہار موجود نہیں ہے۔“ جیکر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ہو سکتا ہے اس لیبارٹری کا نام انہوں نے تبدیل کر رکھا ہو۔ راج گڑھ لیبارٹری کی بجائے کوئی کوڈ نام رکھ دیا گیا ہو۔“ جارج نے کہا۔

”اس پوائنٹ پر بھی چیکنگ کر لی گئی ہے۔ البتہ ایک بات کا غلط ہوا ہے۔“ جیکر نے کہا۔

”کس بات کا؟“ جارج نے چونک کر پوچھا۔

”وزارت سائنس نے بتایا ہے کہ پاکیشیا میں وہ لیبارٹریاں ایسی ہیں جن کا کوئی تعلق وزارت سائنس سے نہیں ہے بلکہ یہ لیبارٹریاں ایک سائنس دان سردار کے تحت ہیں اور سردار ریڈ لیبارٹری کے انچارج ہیں۔“ جیکر نے کہا۔

”تو اس سردار یا اس کے کسی اسٹنٹ سے بات ہو سکتی ہے کیا؟“ جارج نے امید بھرے لہجے میں کہا۔

”میں کوشش کر رہا ہوں۔ کل اس وقت فون کروں گا۔ گڈ نائٹ۔“ جیکر نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

”عجیب گورکھ دھندہ بنا رکھا ہے ان پاکیشیائیوں نے۔“ رینا نے منہ ہلاتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ ہم تو انہیں اجس اور پسماندہ سمجھتے ہیں لیکن یہ واقعی ذہین لوگ ہیں۔“ جارج نے کہا تو رینا نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر اگلے روز صبح کے بعد ایک بار پھر جیکر کا فون آ گیا۔

”جارج بول رہا ہوں۔“ جارج نے کہا۔

”جیکر بول رہا ہوں۔ ریفرنس دو ہر ایسے۔“ جیکر نے کہا۔

”سپر جیک“ جارج نے کہا۔

”اوکے مسٹر جارج۔ میں نے بے حد کوشش کے بعد آخر کار ایک آدمی تلاش کر لیا ہے۔ یہ سائنس دان ہے لیکن مستقل طور پر انگریز یا سیٹل ہونا چاہتا ہے جس کے لئے اسے بڑی رقم چاہئے۔ یہ سردار کا اسٹنٹ ہے اور سردار اس پر خاصا اعتماد بھی کرتے ہیں۔ یہ اس لیبارٹری کے بارے میں ہمارے مطلب کی معلومات مہیا کر سکتا ہے۔“ جیکر نے کہا۔

”فیک ہے۔ لیکن اس سے ملاقات کیسے ہو گی اور کب ہو گی۔“ جارج نے پوچھا۔

”میں نے اسے رات کو کلب میں بلایا ہے۔ آج رات گیارہ بجے۔ آپ بھی پہنچ جائیں اور گاؤنڈر پر آپ جیسے ہی ریفرنس دیں گے آپ کو میرے پاس بھجوا دیا جائے گا۔“ جیکر نے کہا۔

”اوکے۔ ہم پہنچ جائیں گے۔ میں اور رینا دونوں۔“ جارج

نے کہا۔

”اوکے“۔ دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ قائم ہو گیا اور پھر رات کو ساڑھے دس بجے ان کی کار ریڈ سٹار کلب کے کپاؤٹ میں مڑ کر پارکنگ کی طرف بڑھتی چلی گئی۔ کار ریڈا چلا رہی تھی جبکہ جارج سائڈ سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ کار پارکنگ میں روک کر وہ نیچے اترے تو پارکنگ میں موجود افراد مڑ مڑ کر ریڈا کی طرف اس طرح دیکھنے لگے جیسے ریڈا کوئی طاقتور متناطیس ہو اور وہ سب لوہے کے ٹکڑے ہوں۔

”تمہارا حسن سر چڑھ کر بول رہا ہے“۔ جارج نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”حسن ہے تو سر چڑھ کر بول رہا ہے“۔ ریڈا نے بڑے فائزانہ لہجے میں کہا اور جارج بے اختیار ہنس پڑا۔ پارکنگ ہوائے سے کارڈ لے کر وہ کلب کے سٹن گیٹ کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ کلب میں آنے جانے والے لوگوں کے لباس اور انداز سے ہی معلوم ہوتا تھا کہ کلب امراء اور اونچے طبقے کا ہے اس لئے وہ اطمینان سے ہال میں داخل ہو کر ایک سائڈ پر موجود کاؤنٹر کی طرف بڑھتے چلے گئے جہاں تین لڑکیاں موجود تھیں۔

”نئس سر“۔ ایک لڑکی نے ان کے کاؤنٹر کے قریب پہنچتے ہی کاروباری انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔ دیسے ریڈا کو دیکھ کر اس کی آنکھوں میں حسد کی جھلکیاں نمایاں ہو گئی تھیں۔

”نیرا نام جارج ہے اور یہ میری ساتھی رہتا ہے۔ جگر سے کہو کہ پیر ہیک کے مہمان آئے ہیں“۔ جارج نے کہا۔

”اوہ۔ نئس سر۔ آپ کے بارے میں اطلاع مل چکی ہے۔“ لڑکی نے اس بار مودبانہ لہجے میں کہا اور پھر ایک سائڈ پر کھڑے نو جوان کو اس نے اشارے سے بلا دیا۔

”نئس مس“۔ نو جوان نے قریب آ کر مودبانہ لہجے میں کہا۔ اس نو جوان نے یونیفارم پہنی ہوئی تھی اور اس کے سینے پر سپردانز کا کچ بٹن لگایا تھا۔

”شوگی۔ مہمانوں کی چیف کے آفس تک رہنمائی کرو“۔ لڑکی نے کہا۔

”نئس مس۔ آئیے سر“۔ نو جوان نے کہا اور دائیں مڑ گیا۔ جارج اور ریڈا اس کے پیچھے چل دیے اور پھر لفٹ کے ذریعے وہ تیسری منزل پر پہنچ گئے۔ یہاں ایک دروازے کے قریب سپردانز رک گیا۔

”تشریف لے جائیں۔ یہ چیف کا آفس ہے“۔ سپردانز نے کہا۔

”تھینک یو مسٹر شوگی“۔ جارج نے کہا اور اس کے ساتھ ہی جارج دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا تو اس کے پیچھے ریڈا بھی اندر داخل ہو گئی۔ یہ ایک خاصا بڑا آفس تھا اور بڑے شاندار انداز میں سجایا گیا تھا۔ میز کے پیچھے ایک چوڑے چربے اور چوڑے سینے کا

مالک ادویہ عمر آدی موجود تھا جو اب اٹھ کر کھڑا ہو رہا تھا۔ اس کی تیز نظر میں جارج اور ریٹا پر جمی ہوئی تھیں۔

”میرا نام جارج ہے۔ پیر بلیک جارج اور یہ میری ساتھی ہے ریٹا۔“ جارج نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

”میں جیکر ہوں۔“ اس ادویہ عمر آدی نے کہا اور پھر اس نے بڑے گرجو شائے انداز میں جارج اور ریٹا سے مصافحہ کیا۔

”آپ بہت خوبصورت ہیں مادام ریٹا۔ یہاں پاکیشیا میں تو آپ کو دیکھ کر لوگ بے ہوش بھی ہو سکتے ہیں۔“ جیکر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اچھا۔ کیا وہ اس قدر حسن پسند ہیں۔“ ریٹا نے فائز انہ لیے میں کہا۔

”حسن پسند نہیں مادام۔ حسن پرست کہیں۔“ جیکر نے ہنستے ہوئے کہا اور پھر وہ تینوں ہی ہنس پڑے۔ جیکر نے شراب منگوائی اور ابھی وہ پیٹھے شراب پی رہے تھے کہ انٹرکام کی گھنٹی بج اٹھی اور جیکر نے ہاتھ بڑھا کر ریسور اٹھا لیا۔

”ہائیں۔“ جیکر نے کہا اور پھر دوسری طرف کی بات سننے لگا۔

”انہیں عزت و احترام سے کونسل آفس میں بٹھا دو۔ میں وہیں ان سے ملاقات کروں گا۔“ دوسری طرف سے بات سن کر جیکر نے کہا اور ریسور رکھ دیا۔

”وہ سائنس دان رشید سلیمان آ گیا ہے۔“ جیکر نے جارج

سے مخاطب ہو کر کہا۔

”وہ ہمیں دیکھ کر بدک تو نہیں جائے گا۔“ جارج نے کہا۔

”نہیں۔ میں نے اس سے بات کر لی ہے اور بتا دیا ہے کہ یہ معلومات انکریپٹڈ کو چائیکس اور رقم بھی دہنی دیں گے۔ گو اس نے مجھ سے یہ پوچھنے کی بے حد کوشش کی آپ کو اس سے کس قسم کی معلومات چائیکس لیکن میں نے اسے کہا کہ یہ بات بھی وہیں پر ہو جائے گی۔“ جیکر نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ تم ہمیں اس سے ملو دو۔ ہم خود بات کر لیں گے لیکن ایسا نہ ہو کہ وہ ہمارے بارے میں اچھی حکام کو اطلاع دے دے۔“ جارج نے کہا۔

”نہیں۔ اس بارے میں فکر مت کریں۔ وہ مجھے بہت اچھی طرح جانتا ہے اس لئے نہ وہ دھوکہ دے گا اور نہ ہی ہمارے بارے میں مخبری کرے گا۔ یہ بات طے سمجھیں۔“ جیکر نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔“ جارج نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”آئیے۔“ جیکر نے اٹھتے ہوئے کہا اور جارج اور ریٹا بھی اٹھ کھڑے ہوئے۔ اس آفس سے نکل کر وہ لفٹ کے ذریعے

پہنچے منزل پر آ گئے اور پھر وہاں ایک بند دروازہ کھول کر جیکر اندر داخل ہوا تو اس کے پیچھے جارج اور سب سے آخر میں ریٹا اندر داخل ہوئی۔ کمرہ سنگ روم کے انداز میں تھا ہوا تھا۔ صوفے پر

ایک مقامی نوجوان بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے سوٹ پہن رکھا تھا اور اس

کے سر کے بال پھوٹی سے تھے اور اس نے آنکھوں پر سوسے  
شیشوں کی نظر کی عینک لگا رکھی تھی۔

”خیلو۔ یہ سائنس دان ہیں رشید سلیمان اور رشید سلیمان یہ  
ایکریکٹوز ہیں مسٹر جارج اور ماؤز رینا“۔ جیکر نے ان کا آپس  
میں تعارف کراتے ہوئے کہا۔

”آپ بے حد زبردست فکر کی مالک ہیں مادام رینا“۔ دبی  
فکروں کے بعد رشید سلیمان نے ایسے بے ساختہ لہجے میں کہا کہ  
رینا کا چہرہ بے اختیار کھل اٹھا جبکہ جیکر بھی مسکرا دیا۔

”ہاں۔ میں نے بھی ان کی تعریف کی ہے“۔ جیکر نے کہا۔  
”آپ میری بھی تو تعریف کریں کہ اس زبردست فکر کو ساتھ  
ساتھ لئے پھرتا ہوں اور لوگ مجھے کھا جانے والی نظروں سے دیکھتے  
ہیں“۔ جارج نے مسکراتے ہوئے کہا تو سب بے اختیار ہنس  
پڑے۔

”آپ سب حضرات کا شکریہ۔ ویسے سچ بات یہ ہے کہ آپ  
میں سے خواتین کے لئے سب سے پرکشش رشید سلیمان صاحب  
ہیں“۔ رینا نے کہا تو رشید سلیمان کا سنا ہوا چہرہ بے اختیار کھل  
اٹھا۔

”آپ کے اس فقرے نے میرے اندر نئی دوج پھونک دی  
ہے“۔ رشید سلیمان نے کہا۔ اسی لمحے دروازہ کھلا اور ایک نوجوان  
ہاتھ میں ٹرے پکڑے اندر داخل ہوا۔ ٹرے میں شراب سے بھرے

چار گلاس موجود تھے۔ اس نے ایک ایک گلاس سب کے سامنے رکھا  
اور پھر خالی ٹرے اٹھائے واپس چلا گیا۔

”اب مقصد کی بات ہو جائے“۔ جیکر نے گلاس اٹھاتے  
ہوئے کہا۔

”رشید سلیمان صاحب۔ راج گڑھ میں ایک لیبارٹری ہے  
جہاں میزائل کو اپ ڈیٹ کرنے کے لئے کسی فارمولے پر کام ہو  
رہا ہے۔ کیا آپ کو اس بارے میں معلوم ہے“۔ جارج نے رشید  
سلیمان سے مخاطب ہو کر کہا جو طرے لے لے کر شراب کی چسکیاں  
لے رہا تھا۔

”مجھے تو معلوم نہیں ہے اور نہ ہی میں وہاں بھی گیا ہوں“۔  
رشید سلیمان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”وزارت سائنس کے ریکارڈز میں اس لیبارٹری کے بارے میں  
کچھ نہیں ہے۔ البتہ ہمیں یہ اطلاع ملی ہے کہ دس سیکشن لیبارٹریاں  
جن میں ایک لیبارٹری راج گڑھ والی بھی ہے یہ براہ راست سرادور  
کے تحت ہے“۔ جارج نے کہا۔

”ہاں۔ سرادور کے تحت لیبارٹریاں ہیں تو سہی لیکن یہ معلوم نہیں  
کہ آپ کی مطلوبہ لیبارٹری بھی ان میں شامل ہے یا نہیں۔ لیکن  
آپ اس لیبارٹری سے کیا چاہتے ہیں“۔ رشید سلیمان نے شراب  
کا بڑا سا گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔

”ہمیں اس لیبارٹری کا نقشہ چاہئے۔ اس کے خفیہ راستے اور

”میں دس لاکھ ڈالر خود آپ کے گھر آ کر آپ کو دوں گی اور کم از کم ایک ہفتہ آپ کی سہانہ فوڈز کا لطف بھی اٹھاؤں گی۔ آپ واقعی آئیڈیل مرد ہیں۔“ رونا نے بڑے جذباتی سے لہجے میں کہا۔

”میرے گھر۔ اوہ نہیں۔ میں آپ کو وہاں نہیں رکھ سکتا۔“ رشید سلیمان نے کہا۔

”یہ انتظام میں کر دوں گا۔ میرے پاس کئی خالی لیکن فرشتہ کونیاں موجود ہیں۔ آپ بے فکر رہیں۔“ جیکر نے کہا تو رشید سلیمان اس طرح خوش ہو گیا کہ جیسے کسی بچے کو اس کی پسندیدہ ہانیاں دینے کی خوشخبری سنا دی گئی ہو۔ وہ سائنس دان تھا لیکن اسے واقعی دنیا داری نہیں آتی تھی اس لئے وہ واقعی بچوں کی طرح خوش ہو رہا تھا۔

”کب تک یہ کام ہو جائے گا۔“ جارج نے کہا۔  
 ”یہ تو داؤ لگنے کی بات ہے۔ ہو سکتا ہے کل تک ہو جائے۔ ہو سکتا ہے دو چار روز مزید لگ جائیں۔ بہر حال زیادہ سے زیادہ ایک ہفتے کے اندر کام ہو جائے گا۔“ رشید سلیمان نے کہا۔

”فیک ہے۔ ہم انتظار کریں گے۔“ جارج نے اٹہات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”پانچ لاکھ ڈالر ایڈوانس دے دیں۔“ رشید سلیمان نے کہا تو جارج نے گوت کی اندرونی جیب سے ایک چیک نکال کر اس

اس کے بارے میں خفیہ انتظامات کی تفصیل۔۔۔ جارج نے کہا۔  
 ”آپ ان کا کیا کریں گے۔“ رشید سلیمان نے کہا۔

”ہم انہیں ایکریمیا لے جا کر کسی بڑی پارٹی کے ہاتھ فروخت کر دیں گے اور کیا کریں گے۔“ جارج نے منہ ہاتے ہوئے کہا۔

”مجھے کیا ملے گا۔“ رشید سلیمان نے اس بار عجیدہ لہجے میں کہا۔

”آپ کیا چاہتے ہیں۔ پولیس۔“ جارج نے کہا۔  
 ”دس لاکھ ڈالر اور ایکریمیا میں آپ نے مجھے سیٹل کرائے ہے۔“ رشید سلیمان نے کہا۔

”فیک ہے۔ ہمیں منظور ہے لیکن ایک بات بتا دوں کہ کوئی دھوکہ نہیں ہو گا۔ اگر آپ نے کسی قسم کا دھوکہ کرنے کا ارادہ کر رکھا ہے تو ابھی اس ارادے سے باز آ جائیں کیونکہ جو لوگ دس لاکھ ڈالر دے سکتے ہیں وہ انتظامی طور پر بھی بہت کچھ کر سکتے ہیں۔“ جارج نے کہا۔

”نہیں۔ کوئی دھوکہ نہیں ہو گا لیکن آپ بھی کوئی دھوکہ نہیں کریں گے۔“ رشید سلیمان نے کہا۔

”رشید سلیمان صاحب۔ کیا آپ کو مجھ پر اعتماد ہے۔“ رین نے کہا تو رشید سلیمان چونک پڑا۔

”ہاں۔ کیوں۔“ رشید سلیمان نے چونکتے ہوئے جواب دیا۔

کے ایک چیک پر لکھا اور پھر دستخط کر کے اس نے چیک کو بک سے غلطیہ کیا اور چیک بیکر کی طرف بڑھا دیا۔

”آپ انہیں پانچ لاکھ ڈالر دے دیں اور یہ چیک آپ رہ لیں۔ باقی رقم آپ کی“..... جارج نے کہا تو بیکر کا چہرہ بے اختیار کھل اٹھا کیونکہ جارج نے دس لاکھ ڈالر کا چیک لکھ کر بیکر کو دیا تھا۔

”اُدکے۔ تو بات طے ہو گئی۔ میں ابھی آپ کو نقد رقم دیتا ہوں۔“ بیکر نے کہا۔

”لیکن بقیہ رقم مجھے مادام ریٹا ادا کریں گی اور میری مہمان بگو نہیں گی“..... رشید سلیمان نے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔  
 ”بالکل ایسا ہی ہو گا۔ میں آپ کی مہمان بننے کا بے چینی سے انتظار کروں گی“..... ریٹا نے جذباتی لہجے میں کہا تو رشید سلیمان نے بے اختیار لہجے لہجے سانس لینے شروع کر دیئے۔

عمران کی سپورٹس کار خاصی تیز رفتاری سے شہر کے شمالی طرف واقع ایک بگنی آبادی کی طرف بڑھی جہاں جا رہی تھی۔ اس آبادی کا نام شاہی ٹاؤن تھا لیکن یہ صرف نام کا ہی شاہی ٹاؤن تھا ورنہ دور دور تک کچے مکانات کی طویل قطاریں تھیں۔ کہیں کہیں چند پختہ مکانات بھی جتنے ہوئے تھے لیکن ان کی تعداد خاصی کم تھی۔ یہاں زیادہ تر محنت کش لوگ رہتے تھے جو بسوں میں سوار ہو کر دارالحکومت پہنچتے اور سارا دن محنت کر کے بھر بسوں کے ذریعے ہی واپس شاہی ٹاؤن آ جاتے تھے۔ عمران کا رخود ڈرائیو کر رہا تھا جبکہ سائیڈ سیٹ پر صفور موجود تھا۔ عمران نے صفور کے کلیٹ پر جا کر اسے یہ کہہ کر ساتھ لیا تھا کہ وہ بگنی آبادی شاہی ٹاؤن جا رہا ہے اور چونکہ لاٹک ڈرائیو میں دو آدمی ہوں تو زیادہ لطف آتا ہے اس لئے صفور اس کے ساتھ چلے اس لئے صفور کار کی سائیڈ سیٹ پر

پہنھا ہوا تھا۔

”عمران صاحب۔ ہنگی آبادی میں آپ کس سے ملنے جا رہے ہیں۔“  
 صفدر نے عمران سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

”ایک نوجوان ہے حامد۔ اس سے ملنا ہے۔ وہ شادی ڈھونڈ میں نورانی مسجد کے ساتھ رہتا ہے۔“ عمران نے جواب دیا۔

”اس سے کیا قصور سرزد ہو گیا ہے کہ آپ خصوصی طور پر اس سے ملنے جا رہے ہیں۔“ صفدر نے کہا تو عمران اس کے انداز پر بے اختیار ہنس پڑا۔

”دیکھو۔ قصور اس کا لکھا ہے یا میرا۔“ عمران نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی اس نے کار اس نیم چلتے سڑک پر ڈال دی جو آگے جا کر شادی ڈھونڈ تک پہنچتی تھی اور پھر قصور سا آگے جا کر اس نے آبادی کے قریب ایک کھلی جگہ پر کار روک دی کیونکہ آبادی کی تنگ گلیوں میں کار داخل ہی نہ ہو سکتی تھی۔

”آؤ۔“ عمران نے کار سے اترتے ہوئے کہا تو صفدر بھی نیچے اتر آیا۔ عمران نے کار لاک کی اور پھر وہ تنگ اور گندی گلیوں سے گزرتے ہوئے آگے بڑھتے چلے گئے۔ وہاں کے لوگ انہیں حیرت سے اس طرح دیکھنے لگے جیسے وہ دونوں کسی اور سیارے کی مخلوق ہوں اور تھا بھی ایسا ہی کیونکہ ان دونوں نے سوٹ پہنے ہوئے تھے اور بیروں میں اعلیٰ کوالٹی کے جوتے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ ان دونوں کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ دونوں ان علاقوں

میں رہنے والے لوگ نہیں ہیں۔ نورانی مسجد کے بارے میں پوچھتے پوچھتے وہ اس ہنگی آبادی کے کافی اندر تک پہنچ گئے اور پھر ایک آدمی نے انہیں حامد کے گھر کا پتہ بتا دیا۔ حامد کا گھر بھی باقی گھروں کی طرح کچا ہی تھا۔ دروازے پر پردہ پڑا ہوا تھا۔

”حامد صاحب۔“ عمران نے اونچی آواز میں حامد کا نام پکارتے ہوئے کہا تو چند لمحوں بعد پردہ ہٹا اور ایک نوجوان جس نے گھریلو لباس پہنا ہوا تھا باہر آ گیا اور پھر اپنے سامنے عمران کو دیکھ کر وہ بے اختیار چونک پڑا۔

”اوہ آپ۔ آپ تو لاہور ہی آئے تھے۔“ حامد نے چونکتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ اور میں نے وہاں تم سے تھما پتہ اس لئے پوچھا تھا کہ میں نے تم سے علیحدگی میں چند باتیں معلوم کرنی تھیں۔ آؤ ہم کسی ہوٹل میں بیٹھتے ہیں۔“ عمران نے کہا۔

”یہاں قریب تو کوئی ہوٹل نہیں ہے جناب اور میرے گھر میں آپ جیسے لوگوں کے بیٹھنے کی جگہ نہیں ہے۔“ حامد نے پریشان ہوتے ہوئے کہا۔

”تم آؤ تو سہی۔ پارک میں بیٹھ جائیں گے۔ آؤ۔“ عمران نے کہا اور واپس مڑ گیا۔

”لیکن صاحب میں غریب آدمی ہوں۔ کوئی فکر والی بات تو نہیں ہے۔“ حامد نے اور زیادہ پریشان ہوتے ہوئے کہا۔



صرف چھ ہزار روپے ماہوار دیتی ہے۔۔۔۔۔ حامد نے کہا۔

”یہاں قریب کوئی پبلک فون ہے۔۔۔۔۔ عمران نے پوچھا۔

”جی ہاں۔ مسجد کی دوسری طرف ایک فنی سی او ہے۔۔۔۔۔ حامد نے کہا۔

”آؤ۔ پہلے وہاں چلو۔۔۔۔۔ عمران نے کہا تو حامد اثبات میں سر ہلاتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ مسجد کی دوسری طرف ایک تنگ سی دکان میں موجود تھے۔ یہاں پبلک کال آفس تھا اور وہاں ایک بزرگ موجود تھے۔ حامد نے انہیں سلام کیا۔

”آؤ حامد بیٹا۔ کیا حال ہے تمہاری والدہ کا۔۔۔۔۔ بزرگ نے سلام کا جواب دیتے ہوئے ہمدردانہ لہجے میں کہا۔

”حالت تو بے حد خراب ہے۔ اللہ مہربانی کرے گا۔ وہی صحت دے گا۔۔۔۔۔ حامد نے کہا۔

”ہاں۔ ہم غریبوں کے پاس بس اللہ تعالیٰ کا ہی سہارا ہے اور وہ واقعی ہم غریبوں کا سہارا ہے۔۔۔۔۔ بزرگ نے جواب دیا جبکہ اس دوران عمران ریسورٹ اٹھا کر نمبر پر مرس کر چکا تھا۔

”پیش ہسپتال۔۔۔۔۔ رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

”ڈاکٹر صدیقی سے بات کرائیں۔ میں علی عمران بول رہا ہوں۔“

عمران نے کہا۔

”بولد کریں۔“ دوسری طرف سے کہا گیا۔

”ارے نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ہماری گفتگو سے تمہیں کوئی بڑا فائدہ پہنچ جائے۔“ عمران نے کہا۔

”جناب۔ میں زیادہ وقت نہ دے سکوں گا کیونکہ میری والدہ شدید بیمار ہے اور اسی لئے آج میں نے لاہوری سے پمپنی کی ہے۔ کسی وقت بھی کوئی امیر نہیں ہو سکتی ہے۔۔۔۔۔ حامد نے عمران اور صفدر کے پیچھے چلنے ہوئے کہا۔

”تو پھر بیمار والدہ کو تم نے گھر میں کیوں رکھا ہوا ہے۔ انہیں ہسپتال میں داخل کراؤ۔“ عمران نے دک کر مڑتے ہوئے کہا۔

”جناب۔ ہسپتال بھی امیر لوگوں کے لئے ہیں۔ ہمیں کون پوچھتا ہے اور میرے پاس اتنی رقم بھی نہیں ہے کہ میں آنکشنوں پر بندوبست کر سکوں اس لئے بس اللہ سے دعا کرتے ہیں اور کرتے رہتے ہیں۔ باقی جو اللہ کو منظور ہو۔“ حامد نے گلوگیر لہجے میں کہا۔

”کیا ہوا ہے انہیں۔“ عمران نے حامد کی حالت دیکھتے ہوئے پریشان سے لہجے میں کہا۔

”کوئی بڑی بیماری ہے جناب۔ عجیب سا نام بتاتے ہیں ڈاکٹر۔ دو ہزار روپے کا ایک آنکشن ہے اور روزانہ پانچ آنکشن لگتے ہیں اور دس روز کا علاج ہے۔۔۔۔۔ حامد نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”دیری بیڈ۔ دس ہزار روپے کے آنکشن روزانہ۔“ عمران نے چونک کر کہا۔

”صرف آنکشن ہی نہیں اور بھی بہت سے اخراجات ہیں۔ سسٹن

”ہیلو۔ ڈاکٹر صدیقی بول رہا ہوں۔“..... چند لمحوں بعد ڈاکٹر صدیقی کی آواز سنائی دی۔

”ڈاکٹر صاحب۔ میں علی عمران بول رہا ہوں شامی ٹاؤن سے۔ یہ شامی ٹاؤن ایک جنگی آبادی ہے جو دارالحکومت کے شمال میں تقریباً پندرہ بیس کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ یہاں ایک نورانی مسجد ہے اور اس مسجد کے قریب میرے ایک جاننے والے ہیں حامد صاحب جو ایک پرائیویٹ سیکورٹی کمپنی میں ملازم ہیں۔ ان کی والدہ شدید بیمار ہیں۔ آپ فوراً ایسویٹس اور ڈاکٹر کو ساتھ بھیجیں اور انہیں ہسپتال لے جائیں تاکہ ان کا درست اور مکمل علاج ہو سکے۔ آپ فوراً بھیج دیں ایسویٹس“..... عمران نے کہا۔

”شامی ٹاؤن۔ ٹھیک ہے۔ میرا ڈرائیور بھی وہیں کا رہنے والا ہے۔ میں اسے بھی ساتھ ہی بھیج دیتا ہوں۔ انہیں بیماری کیا ہے تاکہ میں اس کے مطابق ایسویٹس کے ساتھ آنے والے ڈاکٹروں کو ہدایت دے سکوں۔“ ڈاکٹر صدیقی نے کہا۔

”مجھے نہیں معلوم۔ بہر حال ان کی طبیعت ہے بد خراب ہے اور کسی بھی لیے کوئی ایمر جنسی ہو سکتی ہے۔ وہ خود اس قابل نہیں کہ مرینڈ کا علاج کرائیں۔“ عمران نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ میں سمجھا رہا ہوں ایسویٹس۔“ دوسری طرف سے کہا گیا تو عمران نے دسیور دکھ کر جبب میں ہاتھ ڈالا اور ایک بڑا فوٹ نکال کر پی ایس او کے مالک اس بزرگ کی طرف بڑھا دیا۔

”نہیں جناب۔ آپ اپنی ہو کر حامد کی والدہ کے لئے اتنا کچھ کر رہے ہیں تو میں تو ان کا ہمسایہ ہوں۔ میں اس کال کے پیسے نہیں لوں گا۔“..... بزرگ نے دو ٹوک لہجے میں کہا۔

”جناب۔ آپ کیوں اتنی پریشانی اٹھا رہے ہیں۔“ حامد نے ہنسنے لہجے میں کہا۔

”وہ صرف تمہاری ماں نہیں ہے۔ میری بھی ماں ہیں اور ماں، بہن، بیٹی یہ تینا رشتے سب کے مشترک ہوتے ہیں۔“..... عمران نے کہا تو بزرگ اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔

”آپ۔ آپ کسی نیک ماں کے بیٹے ہیں جناب۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ اس دور میں ایسے فرشتوں سے مل لینا بھی خوش قسمتی ہے۔“..... بزرگ نے انتہائی جذباتی اور رندھے ہوئے لہجے میں کہا۔

”ایسی کوئی بات نہیں بزرگوار۔ یہ ہمارا فرض ہے کہ جس حد تک ممکن ہو سکے وہی لوگوں کے دکھ دور کرنے کی کوشش کریں۔ آڈ حامد۔ ہمیں باہر ایسویٹس کا انتہاء کرنا چاہئے۔“..... عمران نے کہا اور پھر وہ بزرگ سے مصافحہ کر کے اور سلام کر کے مڑے اور دکان سے نکل کر گھروں میں سے گزرتے ہوئے سامنے کے رخ پر موجود میدان میں پہنچ گئے۔ یہاں ان کی کار بھی موجود تھی۔

”یہ بتاؤ حامد کہ جس روز وہ مخلوط چوری ہوا تھا تم ڈیوٹی پر تھے۔“..... عمران نے پوچھا۔

”جی ہاں۔ میں ہی ڈیوٹی پر تھا اور مجھے آج تک سمجھ نہیں آئی کہ وہ غلط کیسے چوری ہو گیا جبکہ میں مسلسل الرٹ رہا تھا۔“ حامد نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”کیا اس روز نوادرات والے سیکشن میں وہی لوگ آئے تھے جو تقریباً روزانہ آتے رہتے ہیں یا کوئی اجنبی یا کوئی غیر ملکی بھی آیا تھا؟“ عمران نے کہا تو حامد نے ہونٹ ہنچھنے لگے۔

”اوہ ہاں۔ مجھے یاد آ گیا ہے۔ ایک لمبے بالوں اور بڑی بڑی مونچھوں والا آدمی بکلی پار آیا تھا۔ اس نے سوٹ پہن رکھا تھا۔ بیروں میں سفید رنگ کے بوٹ تھے۔ اس کے ہاتھ میں جڑے کا ایک بیگ تھا لیکن نمائے کیا بات ہے کہ وہ مجھے کتابیں پڑھنے والا محسوس نہیں ہو رہا تھا۔ وہ دو تین گھنٹے وہاں رہا اور پھر واپس چلا گیا۔ باقی تو وہ لوگ تھے جو روزانہ آتے جاتے رہتے تھے۔“ حامد نے کہا۔

”اس آدمی کا حلیہ کیا تھا؟“ عمران نے پوچھا تو حامد نے حلیہ تفصیل سے بتا دیا۔

”کوئی اور خاص بات جو تم نے اس آدمی میں دیکھی ہو؟“ عمران نے پوچھا۔

”خاص بات۔ اور تو کوئی خاص بات نہیں ہے۔ البتہ اس کے ہاتھ میں جو بیگ تھا اس پر گرینٹ لینڈ والوں جیسے ڈیزائن کا تاج بنا ہوا تھا اور نیچے ایک عجیب سی تصویر تھی۔ ایک سانپ کی تصویر جو سر

اٹائے ہوئے تھا اور اس کی آنکھیں تیز سرخ رنگ کی تھیں۔“ حامد نے جواب دیا۔

”کیا تم نے اس بیگ کی تلاشی لی تھی۔ آتے یا جاتے وقت؟“ عمران نے پوچھا۔

”نہیں جناب۔ اس کی ضرورت نہیں ہوتی۔ نوادرات سیکشن میں جتنی بھی کتابیں وغیرہ ہیں سب پر جلد کے اندر مخصوص چپ لگی ہوتی ہے جو کسی صورت کتاب سے علیحدہ نہیں کی جاسکتی اور اس چپ کی وجہ سے وہ کتاب سیکٹر کے بیچے سے گزرتی ہے تو مخصوص سیلنگ اٹھتی ہے۔“ حامد نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”سیکٹر کو آن آف کرنے کا اختیار کس کے پاس ہوتا ہے؟“

عمران نے پوچھا۔

”انچارج فرخ شاہ صاحب صبح جب آتے ہیں تو سب سے پہلے سیکٹر آن کرتے ہیں۔ پھر اندر جاتے ہیں اور رات کو واپسی کے وقت سیکشن کھڑ کر کے باہر آ کر سیکٹر آف کرتے ہیں۔“ حامد نے جواب دیتے ہوئے کہا اور اسی لمحے دور سے انہیں ایوبینس کا مارٹر سنائی دیا تو عمران چونک پڑا۔ تھوڑی دیر بعد ایوبینس تیزی سے آتی دکھائی دی تو عمران نے ہاتھ پٹا دیا اور چند لمحوں بعد ایوبینس ان کے قریب آ کر رک گئی اور ایک فیڈی ڈاکٹر اور دو مرد بیچے اتر آئے۔ انہوں نے اسٹریچر بھی باہر نکال لیا۔

”حامد صاحب۔ آپ ساتھ جائیں اور اپنی والدہ کو ساتھ لے

آئیں ہم بیٹکیں رکے ہوئے ہیں۔۔۔۔۔ عمران نے کہا تو حامد۔۔۔۔۔ اثبات میں سر ہلایا اور وہ لیڈی ڈاکٹر اور اسٹریچر اٹھائے ہوئے مردوں سمیت اندر نکل گئیں۔

”عمران صاحب۔۔۔۔۔ حامد سے کوئی خاص بات معلوم ہوئی ہے“  
صغور نے عمران سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

”ہاں۔۔۔۔۔ جس آدمی کے بارے میں اس نے بتایا ہے اس کا تعلق یقیناً انڈر ورلڈ سے ہے کیونکہ سفید جوگر تو عام لوگ بھی پہن لے ہیں لیکن سفید بوٹ زیادہ تر انڈر ورلڈ کے لوگ ہی استعمال کرتے ہیں۔۔۔۔۔ عمران نے کہا اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ افراد اسٹریچر پر لائے بزرگ خاتون کو اٹھائے واپس آتے دکھائی دیئے۔ ان کے ساتھ حامد بھی تھا اور حامد کے پیچھے ایک خاتون تھی جس نے چادر اوڑھ رکھی تھی۔

”یہ میری بیوی ہے۔ یہ بھی والدہ کے ساتھ جانے لگی تاکہ“  
کی دیکھ بھال کر سکے۔۔۔۔۔ حامد نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔۔۔۔۔ ویسے میں صغیر ہسپتال کا پتہ بتا دیتا ہوں لیکن تمہاری دباں ضرورت نہیں ہوگی۔ البتہ تم جا کر اپنی والدہ صحت کے بارے میں معلومات حاصل کر سکتے ہو۔۔۔۔۔ عمران۔۔۔۔۔ کہا اور ساتھ ہی اس نے پشیش ہسپتال کا ایڈریس بتا دیا۔

”جنتاب۔۔۔۔۔ وہ علاج کی رقم۔ اس کا کیا ہوگا۔۔۔۔۔ حامد۔۔۔۔۔ ڈرتے ڈرتے کہا۔

”تم فکر مت کرو۔ وہ تمہاری ہی والدہ نہیں ہیں بلکہ میں بھی ان کا بیٹا ہوں۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔۔۔۔۔ عمران نے کہا تو حامد کی آنکھوں میں بے اختیار آنسو بھر آئے۔ چند لمحوں بعد اسٹریچر ایڈریس میں ایڈجسٹ کر دیا گیا اور حامد کی بیوی بھی اندر بیٹھ گئی تو ایڈریس تیزی سے مڑی اور خاصی تیز رفتاری سے آگے بڑھتی چلی گئی۔

”ٹھیک ہے۔ تم آرام کرو۔۔۔۔۔ عمران نے کوٹ کی اندر دنی جیب میں ہاتھ ڈال کر فونوں کا ایک بڈل نکالا اور حامد کی طرف بڑھا دیا۔

”یہ کیا ہے۔۔۔۔۔ حامد نے چونک کر پیچھے ہٹنے ہوئے کہا۔  
”یہ تمہارے کام آئیں گے۔ رکھ لو۔ تم میرے بھائی ہو۔ تمہاری والدہ کو علاج کے بعد ابھی خوراک کی ضرورت ہوگی۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور زبردستی رقم حامد کی جیب میں ڈال دی۔

”اور ہاں سنو۔ کوئی مسئلہ ہو تو میرا ایڈریس نوٹ کر لو۔“ عمران نے کہا اور پھر اس نے اپنے فلیٹ کا ایڈریس بتا دیا اور پھر حامد سے مصافحہ کر کے وہ صغور سمیت کار میں سوار ہوا اور پھر چند لمحوں بعد ان کی کار واپس دارالحکومت کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔

”اب آپ یقیناً ٹائیگر کے ذمے لگائیں گے کہ وہ اس آدمی کو زلزلے کرے جس پر حامد نے شک کا اظہار کیا ہے۔۔۔۔۔ صغور نے کہا۔

”ہاں۔۔۔۔۔ ظاہر ہے وہ انڈر ورلڈ میں گھومتا رہتا ہے۔ وہ جلد ہی

اس کا پتہ لگ لے گا۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

”اس سارے معاملے میں آپ کو اس قدر دلچسپی کیوں ہے۔  
منگھوٹ چوری ہوا، پھر واپس آ گیا اور معاملہ ختم۔۔۔۔۔ صدر نے کہہ  
تو عمران بے اختیار مسکرا دیا۔

”پیٹا مسئلہ میری چھٹی حس ہے۔ شیخ سعدی نے بھی اسی چھٹی  
حس کا ردنا دیا ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ یہ اندر کی روشنی ان کے  
لئے بجا بن چکی ہے۔ کسی صورت جین نہیں لینے دیتی اور میری چھٹی  
حس کہہ رہی ہے کہ یہ بظاہر سادہ سا معاملہ ہے لیکن اس کے پیچھے  
کوئی بڑا مقصد پنہاں ہے اور یہ مقصد پاکیشیا کے خلاف ہے اور  
دوسرا یہ کہ جب میری چھٹی حس اس اعزاز میں کام کرتی ہے تو عموماً  
کوئی نیا کیس سامنے آ جاتا ہے اور پھر ایک چھوٹے سے چیک کا  
سکوپ بن جاتا ہے۔۔۔۔۔ عمران نے ترمیم کے بات کرتے ہوئے کہا۔  
”آپ کی چھٹی حس بجا لیکن اس کے پیچھے کیا مقصد ہو سکتا  
ہے۔ راج گڑھ اوپن علاقہ ہے۔ وہاں کیا اسرار ہو سکتا ہے۔ بار  
یہ دوسری بات ہے کہ وہاں کسی قدیم دور کا خزانہ مدفون ہو۔“ صدر  
نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ویسے۔ ابھی تو میں بھی بس اندھیرے میں ہی ٹاک ٹو نیار  
مار رہا ہوں۔“ عمران نے کہا اور صدر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

”تم نے پلنگھت کراؤن کو مشن سے علیحدہ کیوں کر دیا ہے جبکہ  
اس نے ہمارے ساتھ خاصا کام کیا ہے۔“ رینا نے جارج سے  
تخاطب ہو کر کہا۔  
”اتھلیٹا ور نہ اور تو کوئی بات نہیں ہے۔“ جارج نے جواب  
دیا۔

”تو پھر اتھلیٹا ہمیں یہ کوشی بھی چھوڑ دینی چاہئے۔ یہ بھی تو  
کراؤن کی ہے۔“ رینا نے کہا۔  
”اود ہاں۔ واقعی۔ تم نے اچھا کیا کہ اس پہلو پر بات کر دی۔  
میرے ذہن میں بھی یہ بات نہ آئی تھی۔“ جارج نے کہا اور پھر  
اس نے فون کا ریور اٹھایا اور نمبر پر پس کرنے شروع کر دیئے۔  
”ریڈیو مار کلب۔۔۔۔۔ رابطہ قائم ہوتے ہی ایک نسوانی آواز  
سنائی دی۔

نہری کو فون کر کے کہہ دیتا ہوں دو آپ کا استقبال کرے گا۔“ جیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اوکے“..... جارج نے کہا اور ریسیور رکھ دیا۔

”لو تمہاری بات بھی پوری ہو گئی۔ آؤ ہم نے فوری یہاں سے ہٹا ہے“..... جارج نے کہا۔

”مضمہرو۔ پہلے یہاں موجود آدمی کو بلا کر اسے کہہ دو کہ ہم کوٹھی چھوڑ کر جا رہے ہیں تاکہ وہ مطمئن رہے“..... رہنا نے کہا۔

”ہاں۔ تم سامان پیک کرو۔ میں اس سے بات کرتا ہوں۔“ جارج نے انہماک میں سر ہلاتے ہوئے کہا اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ دونوں ٹیکسی میں سوار ہو کر دارالحکومت کی مین مارکیٹ گئے تاکہ اس کوٹھی میں موجود آدمی کو یہ معلوم نہ ہو سکے کہ وہ اسی کالونی میں ہی شفٹ ہوئے ہیں۔ مین مارکیٹ میں کچھ دیر گھومنے کے بعد انہوں نے ایک اور ٹیکسی ہائری کی اور اسے نئی کوٹھی کا نمبر بتا کر بھگتان کالونی چلنے کا کہہ دیا۔ چنانچہ تھوڑی دیر بعد ٹیکسی نے انہیں نئی کوٹھی کے سامنے پہنچا دیا۔ جارج نے ٹیکسی کو فارغ کر دیا جبکہ رہنا نے کال تلی کا ٹیٹن پریس کر دیا۔ چند لمحوں بعد دروازہ کھلا اور ایک درمیانے قد کا مقامی نوجوان باہر آ گیا۔

”جیگر نے تمہیں فون کیا ہو گا۔ میرا نام جارج ہے اور یہ مادام رہنا ہیں“..... جارج نے ٹیکسی کے آگے بڑھ جانے کے بعد اس مقامی نوجوان سے مخاطب ہو کر کہا۔

”جارج بول رہا ہوں۔ جیگر سے بات کراؤ“..... جارج نے کہا۔

”ہولڈ کریں“..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

”ہیلو۔ جیگر بول رہا ہوں“..... چند لمحوں بعد جیگر کی آواز سنائی دی۔

”سپر بلک جارج بول رہا ہوں“..... جارج نے خصوصی طور پر کوڑ کا حوالہ دیتے ہوئے کہا۔

”نہیں۔ کوئی خاص بات“..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

”ہم احتیاطاً فوری طور پر اپنی رہائش گاہ بدلنا چاہتے ہیں۔ کیا تم اس کا ایسا بندوبست کر سکتے ہو کہ تمہارے علاوہ اور کسی کو ہماری رہائش گاہ کے بارے میں علم نہ ہو اور اس رہائش گاہ میں ایک کار کا ہونا بھی ضروری ہے“..... جارج نے کہا۔

”آپ کہاں رہائش پذیر ہیں اس وقت“..... جیگر نے چند لمحوں خاموشی رہنے کے بعد پوچھا۔

”بھگتان کالونی کی کوٹھی نمبر ایکس اے“..... جارج نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اسی کالونی کی کوٹھی نمبر تین سو پندرہ اسے میری خصوصی کوٹھی ہے۔ وہاں میرا ایک آدمی جبری سرجو ہے۔ وہ انتہائی قابل اعتماد آدمی ہے۔ وہاں ضروری اشیاء، میک اپ کا سامان، مختلف لباس اور دیگر کامیابی موجود ہیں۔ آپ وہاں ہر لحاظ سے محفوظ رہیں گے۔ میں

”کچھ کہا نہیں جا سکتا۔ آپ کے سامنے ہی اس نے کہا تھا کہ اس کام میں ایک بندہ بھی لگ سکتا ہے۔ بہر حال جب بھی اس نے فون کیا میں آپ کو کال کر دوں گا“..... جیکر نے جواب دیجے ہوئے کہا۔

”اوکے“..... جارج نے کہا اور رسیور دکھ دیا۔

”اب بہر حال انتظار تو کرنا ہی پڑے گا“..... جارج نے رسیور دکھ کر سامنے بیٹھی ہوئی ریٹا سے مخاطب ہو کر کہا۔

”اس سائنس دان کی نظریں بتا رہی تھیں کہ وہ مجھ پر مرنا ہے۔ دیسے کچ بات ہے کہ میرے تصور میں بھی نہ تھا کہ کوئی سائنس دان اس سطحی انداز میں بھی سوچ سکتا ہے“..... ریٹا نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”وہ سائنس دان ہے تو کیا۔ بہر حال مرد ہے اور بعض مردوں کی اس معاملے میں خصوصی کمزوریاں ہوتی ہیں اور یہ ہمارے حق میں بہتر ہوا ہے۔ اب وہ صرف دولت کی خاطر ہی کام نہیں کرے گا بلکہ جہیں حاصل کرنے کے لئے بھی کام کرے گا“..... جارج نے کہا۔

”اسی لئے تو میں نے اسے مزید اکسایا تھا“..... ریٹا نے کہا تو جارج نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر تیسرے روز فون کی محنتی بجائے جارج نے رسیور اٹھا لیا۔

”نہیں۔ جارج بول رہا ہوں“..... جارج نے رسیور کان سے

”نہیں سر۔ آپسے سر۔ مجھے چیف ہاں نے فون کر دیا ہے۔ یہ نام جبری ہے سر۔ آپسے سر“..... جبری نے بڑے مودبانہ لہجے میں کہا اور ایک طرف ہٹ گیا۔ جارج نے ایک طرف موجود اپنا بیکر اٹھایا تو جبری نے تیزی سے آگے بڑھ کر وہ بیک جارج سے لیا۔ کونجی خاصی بڑی تھی۔ وہ سٹنگ روم میں آ کر بیٹھ گئے اور پھر جارج نے جبری کو بات کافی کانے کا کہہ دیا اور خود اس نے رسیور اٹھا کر فون کا نمبر دیکھا اور پھر تیزی سے نمبر پر پکس کرنے شروع کیے۔

”ریٹا سٹار کلب“..... رابطہ قائم ہوتے ہی نسوانی آواز سنائی دی۔

”جارج بول رہا ہوں۔ جیکر سے بات کراؤ“..... جارج نے کہا۔

”نہیں سر۔ ہولڈ کریں“..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

”ہیلو۔ جیکر بول رہا ہوں“..... چند لمحوں بعد جیکر کی آواز سنائی دی۔

”سپر بلیک جارج بول رہا ہوں جیکر“..... جارج نے خصوصی طور پر کوڈ کا حوالہ دیتے ہوئے کہا۔

”آپ نئی کونجی پہنچ گئے ہیں“..... جیکر نے کہا۔

”ہاں۔ میں وہیں سے فون کر رہا ہوں۔ رشید سلیمان کب تک فون کرے گا“..... جارج نے پوچھا۔

نے کہا۔

”شار کالونی کی کونجی نمبر بارہ اے۔ جبری کو ساتھ لے جائیں وہ آپ کو وہاں پہنچا دے گا اور آپ کو واپس بھی لے آئے گا۔“  
جیکر نے کہا۔

”اوکے۔ آپ رشید سلیمان کو وہاں پہنچا دیں۔ ہم بھی آدھے گھنٹے میں وہاں پہنچ جائیں گے۔“ جارج نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

”کس کا فون تھا؟“ اسی لمحے ریٹا نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا تو جارج نے اسے ساری تفصیل بتا دی۔

”ٹھیک ہے۔ ہم دونوں وہاں چلتے ہیں۔ پہلے تم اس فائل کو اچھی طرح چیک کر لینا اگر وہ فائل ہمارے کام آتی ہے تو ٹھیک ہے۔ اسے رقم بھی مل جائے گی اور میں بھی وعدے کے مطابق دو روز اس کے ساتھ گزارنا چاہتا ہے۔“ جیکر نے کہا۔  
”اوکے۔ ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن پہلے وہ ہمیں کام کے سلسلے میں مطمئن کرے۔“ جارج نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”دیکھو ریٹا۔ رشید سلیمان ہمارے لئے بے حد اہمیت رکھتا ہے۔ اگر فائل میں کوئی کمی ہوئی تو وہ بھی یہی رشید سلیمان ہی پوری کرے گا۔ یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ دولت اور حسن کا پجاری ہمارے ہاتھ لگ گیا ہے اس لئے ہم نے اسے اس انداز میں ٹریٹ کرنا ہے کہ ہمارا مشن مکمل ہو سکے۔ باقی تمام معاملات ثانوی حیثیت

لگاتے ہوئے کہا۔

”جیکر بول رہا ہوں۔ ریٹا شار کلب سے“..... دوسری طرف سے جیکر کی آواز سنائی دی۔

”لیس۔ کوئی خاص بات“..... جیکر نے کہا۔

”لیس سر۔ رشید سلیمان نے فون کیا ہے کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا ہے اور اب وہ ہتایا رقم بھی وصول کرنا چاہتا ہے اور وعدے کے مطابق مادام ریٹا کا ساتھ بھی چاہتا ہے۔“ جیکر نے کہا۔

”کہاں موجود ہے وہ؟“ جارج نے چونک کر کہا۔

”اس نے کہا ہے کہ اس کا علیحدہ انتظام کر دیا جائے۔ اس نے آفس سے دو روز کی چھٹی لی ہے اور وہ یہ دو روز مادام ریٹا کے ساتھ گزارنا چاہتا ہے۔“ جیکر نے کہا۔

”اوکے۔ ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن پہلے وہ ہمیں کام کے سلسلے میں مطمئن کرے۔“ جارج نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تو پھر میں شار کالونی کی ایک کونجی میں اسے پہنچا دیتا ہوں۔ آپ مادام ریٹا کے ساتھ وہاں پہنچ جائیں۔ اسے ہتایا رقم کا چیک بھی دے دیں اور پھر اس سے فائل لے کر واپس یہاں گلستان کالونی آ جائیں۔“ جیکر نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے انڈرلینڈ ٹاڈ۔“ جارج



رکھتے ہیں۔۔۔۔۔ جارج نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ میں سمجھ گئی ہوں۔ تم بے فکر رہو۔ میں ا۔۔۔۔۔ ایسا الو بناؤں گی کہ وہ کسی بندر کی طرح میرے اشاروں پر اچھا نظر آئے گا۔۔۔۔۔“ ریٹا نے کہا تو جارج نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر تقریباً ایک گھنٹے بعد جبری نے کار ڈرائیج کرتے ہوئے جارج اور ریٹا کو سٹار کالونی کی کوشی پر پہنچا دیا۔

”ہم نے وہاں جانا ہے۔ تم ہمارا انتظار کرو گے۔“ جارج نے جبری سے مخاطب ہو کر کہا۔

”نہیں سر۔۔۔۔۔ جبری نے جواب دیا اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ دونوں ایک شنگ روم کے انداز میں سجائے گئے کمرے میں پہنچ گئے۔ اس کوشی کے ملازم نے ان کی اس کمرے تک رہنمائی کی تھی۔ چند لمحوں بعد رشید سلیمان اندر داخل ہوا اور ریٹا کو دیکھ کر اس کی آنکھوں میں یکھٹت حیر چمک ابھر آئی۔ جارج اور ریٹا دونوں نے ابھر کر اس کا استقبال کیا۔

”ہیئیں جناب۔ آپ واقعی بھلے لوگ ہیں۔۔۔۔۔ رشید سلیمان نے کہا۔

”ہم آپ کے حقیقی دوست ہیں مسٹر رشید سلیمان اور ہم آپ سے ابھریمیا میں سیٹل ہونے کے دوران بھی پورا پورا تعاون کریں گے۔۔۔۔۔ جارج نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اور میں تو یہاں بھی اور وہاں بھی آپ کے ساتھ زیادہ وقت

گزرنے کو ترجیح دوں گی۔۔۔۔۔“ ریٹا نے مسکراتے ہوئے خالص لاڈ بھرے انداز میں کہا تو رشید سلیمان کا چہرہ پھول کی طرح کھل اٹھا۔ ان نے گوٹ کی اندرونی جیب سے چند مڑے ہوئے کاغذ نکالے اور انہیں جارج کی طرف بڑھا دیا۔

”یہ ٹاپ سیکرٹ فائل کے کاغذات کی نقول ہیں۔ پاکیشیا کی ٹاپ سیکرٹ۔ لیبارٹری جس کا کوڈ نام ڈیٹا ایون ہے اور یہ لیبارٹری کسی جنگل میں واقع ہے اس لئے میرا خیال ہے کہ یہی آپ کی مطلوبہ فائل ہے۔۔۔۔۔ رشید سلیمان نے کہا۔

”کیا اس میں یہ نہیں لکھا ہوا کہ یہ لیبارٹری کہاں واقع ہے۔“ جارج نے چونک کر پوچھا۔

”میں نے سرسری طور پر دیکھا ہے۔ لیبارٹری کے محل وقوع کے بارے میں کچھ نہیں لکھا گیا۔ البتہ یہ درج ہے کہ گھنے جنگل کی وجہ سے اس کی سیکورٹی فول پروف ہے۔ آپ اچھی طرح چیک کر لیں لیکن آپ اسے ایک شرط پر لے جاسکتے ہیں کہ بقیہ رٹم کا چیک باؤم ریٹا مجھے دیں۔۔۔۔۔ رشید سلیمان نے کہا اور جارج نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے جیب سے ایک گارنڈ چمک بک نکال کر اس نے بقیہ رٹم کا چیک لکھ کر اسے ریٹا کی طرف بڑھا دیا۔ ریٹا نے ایک نظر چمک کی طرف دیکھا اور پھر شبھی نظروں سے رشید سلیمان کی طرف دیکھنے لگی۔

”کیا ہم کسی اور کمرے میں نہیں جاسکتے تاکہ جارج فائل

اٹھیمان سے پڑھ لے۔۔۔۔۔ ریتا نے کہا۔

”اے میں اٹھیمان سے پڑھوں گا۔۔۔ تم نے دو روز تک رپڑ سلیمان صاحب کے ساتھ رہنے کا وعدہ کیا ہوا ہے اس لئے مجھے اجازت دو اور چیک رشید سلیمان کو دے دو۔۔۔۔۔ جارج نے اٹھیمان سے کہا۔

”یہ لیں چیک۔۔۔۔۔ ریتا نے چیک رشید سلیمان کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا تو رشید سلیمان نے نمیدہ کی طرح چیک جھپٹ لیا۔

”شکر ہے۔ میں اسے رکھ کر واپس آتا ہوں۔۔۔۔۔ رشید سلیمان نے کہا اور تیزی سے مڑ کر کمرے سے باہر چلا گیا۔

”وداوت کے معاملے میں وہ تم پر بھی اعتبار کرنے کے لئے توجہ نہیں ہے۔۔۔۔۔ جارج نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”دو روز بعد دیکھنا۔ یہ رقم تو ایک طرف وہ اپنی رقم بھی میرے ہاتھوں میں دینے پر مجبور ہو جائے گا۔۔۔۔۔ ریتا نے کہا تو دونوں آہستہ سے ہنس پڑے۔ پھر جارج نے ریتا کو گندہائی کہا اور چیز کے ساتھ واپس اپنی رہائش گاہ پر آ گیا۔ اس نے ایک کمرے میں پہنچتے ہی کافورات کو میز پر رکھا اور ٹیبل سیپ روشن کر کے کافورات پر جھک گیا۔ یہ واقعی ایک لیبارٹری کے بارے میں فائدہ تھی اور اس لیبارٹری کا اندرونی نقشہ بھی موجود تھا اور اس کے بارے میں تمام تحقیکی معلومات بھی موجود تھیں اور اس فائل :

موجود نقشے میں لیبارٹری میں آنے جانے کے لئے دو راستوں کی نشاندہی کی گئی تھی لیکن اس کے محل وقوع کا کہیں ذکر نہ تھا۔ جارج کئی گھنٹوں تک شراب پیتا رہا اور اس فائل کو بڑے غور سے پڑھتا رہا۔ یہ بات درست تھی کہ اس میں یہ بات درج تھی کہ گھنٹے جنگل کی وجہ سے اس کی سیکورٹی میں بے حد مدد مل رہی ہے لیکن اس کے علاوہ اور کوئی تفصیل نہ تھی۔

”اس فقرے سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ راج گڑھ دہلی لیبارٹری ہے لیکن یہ فائل ان کے مشن میں کوئی مدد نہ دے رہی تھی۔ جارج کافی دیر بیٹھا سوچتا رہا پھر اس نے ریسور اٹھایا اور اس کوٹھی کے نمبر پر بس کرنے شروع کر دیے جس کوٹھی میں رشید سلیمان اور ریتا موجود تھے۔

”لیس سر۔۔۔۔۔ ایک سوڈا پانی آواز سنائی دی اور جارج سمجھ گیا کہ یہ کوٹھی کے ملازم کی آواز ہے۔

”جارج بول رہا ہوں۔ ملازم ریتا یا رشید سلیمان سے بات کرنا۔۔۔۔۔ جارج نے تجر لہجے میں کہا۔

”بولتے کریں سر۔ میں معلوم کرتا ہوں۔۔۔۔۔ ملازم نے سوڈا پانی گجے میں جواب دیا اور پھر لائن پر خاموشی طاری ہو گئی۔

”جیلو۔۔۔۔۔ چند لمحوں بعد ریتا کی آواز سنائی دی۔

”جارج بول رہا ہوں ریتا۔ اس فائل کو میں نے بغور پڑھا ہے لیکن اس فائل سے ہمیں عملی طور پر کوئی مدد نہیں مل رہی۔ اس میں

سوائے اس فقرے کے کہ مجھے جنگل میں واقع ہونے کی وجہ سے اس کی سیکورٹی میں خاصی مدد مل رہی ہے اور محل وقوع یا باہر سے لیبارٹری میں داخل ہونے کے بارے میں کچھ موجود نہیں ہے۔“  
جارج نے تیز تیز لہجے میں کہا۔

”پھر کیا کیا جائے؟“۔۔۔۔۔ ریٹا نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”رشید سلیمان کہاں ہے؟“۔۔۔۔۔ جارج نے پوچھا۔

”وہ زیادہ شراب نوشی کی وجہ سے مہوش پڑا ہوا ہے۔“۔۔۔۔۔ ریٹا

نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اسے اس بات پر تیار کرو کہ وہ اس لیبارٹری کے بارے میں کوئی دوسری فائل تلاش کرے۔ یہ اس لیبارٹری کے اندرونی نقشے پر مبنی ہے تو یقیناً اس کا دوسرا حصہ بھی ہوگا جس میں بیرونی نقشے یا راستوں کی نشاندہی کی گئی ہوگی۔“۔۔۔۔۔ جارج نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ میں اسے ہر صورت میں اس کام کو مکمل کرنے پر تیار کروں گی۔ تم فکر مت کرو۔“۔۔۔۔۔ ریٹا نے جواب دیا۔

”مجھے تمہاری صلاحیتوں کا علم ہے اس لئے میں مطمئن ہوں۔“  
جارج نے مسکراتے ہوئے جواب دیا تو دوسری طرف سے ریٹا بے اختیار ہنس پڑی اور جارج نے بھی ہنسنے ہوئے ریسور رکھ دیا۔

عمران اپنے فلیٹ کے سٹنگ روم میں بیٹھا ایک کتاب پڑھنے میں مصروف تھا جبکہ سلیمان سودا سلف لینے کے لئے مارکیٹ گیا ہوا تھا کہ پاس پڑے ہوئے فون کی کھنٹی بج اٹھی تو عمران نے کتاب سے فکریں ہٹائے بغیر ہاتھ بڑھا کر ریسور اٹھا لیا۔

”علی عمران ایمر ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بزبان خود اُردو زبان خود بول رہا ہوں۔“۔۔۔۔۔ عمران نے ریسور کان سے لگاتے ہوئے بغیر فون سٹاپ کے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

”ٹائیگر بول رہا ہوں ہاں۔“۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے ٹائیگر کی مژدبانہ آواز سنائی دی تو عمران چونک پڑا کیونکہ اس نے کس شادی تازن سے واپس آ کر ٹائیگر کو ٹرانسمیٹر کال کی اور پھر اسے حامد کا بتایا ہوا حلیہ بتا کر اس آڈی کو فریڈ کرنے کا حکم دیا تھا اور کل سے ٹائیگر کا فون آج آیا تھا۔

”نہیں۔ کیا رپورٹ ہے۔“ عمران نے کتاب کو پلٹ کر میز پر رکھتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ میں نے ایک آدمی کو نہیں کیا ہے۔ اس کا نام جیکب ہے اور اس کا تعلق کراؤن کلب سے ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس آدمی سے جس نے آپ کو حلیہ بتایا ہے اسے کفرم کراؤن۔“ ٹائیگر نے کہا۔

”کیوں۔ کیا اس آدمی کی کوئی خاص حیثیت ہے۔“ عمران نے چونک کر پوچھا۔

”دراصل وہ ایسا آدمی ہے جو سر سے جیر تک بد معاش ہے اس لئے ایسے آدمی کا کسی لائبریری میں ہانا کچھ عجیب سی بات لگتی ہے۔“ ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تم اسے افشا کر رانا ہاؤس لے آؤ۔ وہاں تصدیق ہو جائے گی۔ اگر کہو تو جونا کو بھجوا دوں۔“ عمران نے کہا۔

”نہیں ہاں۔ جونا کو بھجوا دیں تو خاصی آسانی رہے گی۔“ ٹائیگر نے جواب دیا۔

”تم وہیں رکو۔ میں جونا کو بھجواتا ہوں۔“ عمران نے کہا اور پھر اس نے کریڈل دبا دیا اور پھر فون آنے پر اس نے تیزی سے نمبر پر مِس کرنے شروع کر دیے۔

”رانا ہاؤس۔“ رابطہ قائم ہوتے ہی جوزف کی مخصوص آواز سنائی دی۔

”علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) پول رہا ہوں۔“ عمران نے اپنے مخصوص انداز میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”نہیں ہاں۔“ جوزف نے مؤبانہ لہجے میں کہا۔

”جونا کہاں ہے۔“ عمران نے پوچھا۔

”بڑا آدھے میں جینا کچھڑ رسالہ دیکھ رہا ہے۔“ جوزف نے جواب دیا تو عمران کے لبوں پر بے اختیار مسکراہٹ سی رہ گئی۔

”کچھڑ ایکریمین نژاد عورتوں کی ہیں یا افریقی نژاد عورتوں کی۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”افریقہ کے سب سے خوفناک گینڈوں ہاسان کی تصویریں ہیں ہاں۔ میں نے اسے یہ رسالہ منگوا کر دیا ہے تاکہ اسے معلوم ہو سکے کہ وہ کیسے گینڈے سے تھے جو جوزف دی گریٹ کے سامنے آنے سے کتراتے تھے۔“ جوزف نے بڑے فخرانہ لہجے میں کہا۔

”کیوں۔ کیا جوزف دی گریٹ اس قدر بد صورت تھا کہ گینڈے بھی سامنے آنے سے کتراتے تھے۔“ عمران نے شرارت بھرے لہجے میں کہا۔

”ہاں۔ اگر آپ کی بھانجے کسی اور نے یہ بات کی ہوتی تو اب تک گینڈے سے گدھا بن چکا ہوتا۔“ جوزف کا لہجہ ہادجود اس کی کوشش کے نرم بہر حال نہ تھا۔

”وہ تو تم بن چکے ہو۔ اب محض رسالوں میں تصویریں دیکھ دیکھ کر آپ بھرتے رہتے ہو۔“ عمران نے کہا۔

”یہ درجہ مجھے صرف آپ کی غلامی کی وجہ سے ملا ہے۔“ جوزف نے جواب دیا تو عمران بے اختیار ہنس پڑا۔

”نہیں جوزف اب بھی ہاسان گینڈوں کے پورے گینگ سے لڑ سکتا ہے بشرطیکہ سبز کائی، سفید مٹی نہ چٹھی ہوئی نظر آئے۔“ عمران نے کہا۔

”اود۔ اود ہاس۔ یہ بدعا نہ دینیئے۔ سبز کائی پر سفید مٹی ٹکست کی علامت ہے اور ٹکست کا مطلب مہر تھاک موت ہوتی ہے۔“ جوزف نے اس بار کانپتے ہوئے لہجے میں کہا۔

”لیکن ساتھ ہی سبز گاش جمیل کے سیاہ سرکنڈوں سے اڑنے والی ٹیلی چڑیا بھی دکھائی دے۔“ عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا تو دوسری طرف سے جوزف کا اتنا لمبا سانس لینے کی آواز سنائی دی جیسے پورے رانا ہاؤس کی ہوا وہ اپنے پیچھے چروں میں بھر لینا چاہتا ہو۔

”ٹھیکس گاڈ۔ فادر جو شواہد تم کرے ہاس۔ آپ نے مجھے دوبارہ زندہ کر دیا ہے ورنہ سیاہ بادل سبز گاش جمیل پر ٹوٹ پڑتے۔“ ٹھیکس گاڈ۔“ جوزف نے انتہائی مسرت مہرے لہجے میں کہا۔

”اب تک جونا نے گینڈوں کی تصویریں دیکھی لی ہوں گی۔ اب اسے فون پر بلاؤ۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”لیس ہاس۔“ دوسری طرف سے جوزف کی موہانہ آواز سنائی دی۔

”لیس ہاسٹر۔ جونا بول رہا ہوں۔“ چند لمحوں بعد جونا کی آواز سنائی دی۔

”گینڈوں کی تصویریں دیکھی لی ہیں تم نے۔ گینڈوں کی یہ نسل پسند ہو تو دو چار منگوا دوں۔“ عمران نے کہا۔

”اود ہاس۔ جوزف پسند تھا کہ مجھے ان گینڈوں کو غور سے دیکھنا چاہئے کیونکہ افریقہ کے لوگ ان سے اس طرح ڈرتے ہیں جیسے انسان موت سے۔ یہ افریقہ میں دہشت کا نشان ہیں لیکن جوزف کے بقول اس سے یہ گینڈے بھی ڈرتے تھے۔“ جونا نے مزے لے لے کر بات کرتے ہوئے کہا۔

”پھر کیا فیصلہ کیا ہے تم نے۔“ عمران نے پتتے ہوئے کہا۔

”یہی ہاس کہ بے چاروں کو واقعی ڈرنا ہی چاہئے۔ اس سے زیادہ طاقتور تو انکیریمیا کے ٹیل ہوتے ہیں۔“ جونا نے جواب دیا تو عمران بے اختیار ہنس پڑا۔

”تمہارے اس فقرے کا مطلب ہے کہ جوزف تمہارے قریب موجود نہیں ہے ورنہ تمہارے اس فقرے نے پورے افریقہ کی عزت کو داؤ پر لگا دیا ہے۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”وہ زیادہ روم میں گیا ہے۔“ جونا نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔

”اچھا تم کار لے کر کراؤن کلب پہنچو۔ وہاں ٹائیگر موجود ہے۔ وہاں سے ایک آدمی کو رانا ہاؤس پہنچانا ہے۔ خیال رکھنا مجھے وہ

لے اسے اطلاع دینا ضروری تھی۔ تھوڑی دیر بعد اس کی کار تیزی سے رانا ہاؤس کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ رانا ہاؤس پہنچ کر اس نے کار پورچ میں روکی اور پھر نیچے اتر آیا تو ایک طرف موجود ڈائیر آگے بڑھا اور اس نے سؤدبانہ انداز میں سلام کیا۔

”اس آدمی کا نام کیا ہے؟“ عمران نے سلام کا جواب دیتے ہوئے اور بلیک روم کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

”جیکب ہے اس کا نام اور کراؤن کا خاص آدمی ہے۔“ ڈائیر نے جواب دیا۔

”اور اس کراؤن کا کیا حدود اور ہے؟“ عمران نے پوچھا۔  
 ”انڈر ورلڈ میں خاصا مشہور آدمی ہے۔ یورپ اور امریکا کے گروپس سے اس کے خصوصی تعلقات ہیں لیکن زیادہ تر فضیلت اور امن کے وعدے میں ملوث رہتا ہے۔“ ڈائیر نے جواب دیتے ہوئے کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ بلیک روم میں داخل ہوا تو وہاں جوزف اور جونا دونوں موجود تھے۔ دونوں نے عمران کو سلام کیا۔

”کتنے پرندے اڑے؟“ عمران نے جونا سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

”صرف چار ماسز۔“ جونا نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔  
 ”اچھا۔ چلو معاملہ چار پر نہیں گیا ورنہ تھمیں ڈائیر کے ساتھ بھیجے ہوئے ڈرگٹا ہے کہ تجا نے پرندوں کی کتنی بڑی ڈار اڑ جائے

آدمی زندہ اور صحیح سلامت چاہئے۔“ عمران نے کہا۔

”نیس ماسز۔ میں خیال رکھوں گا۔“ جونا نے جواب دیا۔

”اور جوزف کو کبہ دو کہ جب وہ آدمی آئے تو اسے بلیک روم میں کرسی پر بٹکر کر مجھے غلیٹ پر کال کرے۔“ عمران نے کہا۔

”نیس ماسز۔“ جونا نے کہا تو عمران نے مزید کچھ کہے بغیر ریسور رکھ دیا اور ایک بار پھر سامنے پلٹ کر دنگی ہوئی کتاب اٹھا لی۔ پھر تقریباً ڈیڑھ گھنٹے بعد نوں کی گھنٹی بج اٹھی تو اس نے ہاتھ

بڑھا کر ریسور اٹھا لیا۔  
 ”نعلی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں۔“

عمران نے اپنے مخصوص انداز میں کہا۔  
 ”جوزف بول رہا ہوں ہاس۔“ دوسری طرف سے جوزف کی

مؤدبانہ آواز سنائی دی۔  
 ”نیس۔“ عمران نے کہا۔

”ہاس۔ جونا اور ڈائیر ایک آدمی کو لے آئے ہیں اور میں نے اسے راڈز میں بٹکر دیا ہے۔“ جوزف نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔“ ڈائیر کو دیں روکو میں آ رہا ہوں۔“ عمران نے

کہا اور ریسور رکھ کر وہ اٹھا اور کتاب اس نے بند کر کے امدادی میں رکھی اور پھر ڈرائیوگ روم کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے لباس تبدیل کیا اور پھر سلیمان کو اپنے رانا ہاؤس جانے کا کہہ کر وہ سیز صیلاں اترتا چلا گیا۔ سلیمان اس دوران مارکیٹ سے واپس آ چکا تھا اس

گی۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

”ماسٹر۔ جو راستے میں رکاوٹ بنے گا وہ تو اڑے گا۔۔۔۔۔ جو۔۔۔۔۔  
نے جواب دیتے ہوئے کہا تو عمران بے اختیار ہنس پڑا۔

”کیا نام بتایا تھا تم نے اس کا۔۔۔۔۔ عمران نے ٹائیکر سے مخاطب ہو کر کہا جو اس کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گیا تھا جبکہ جوزف اور جوانا دونوں عمران کی کرسی کے عقب میں کھڑے ہو گئے تھے۔

”جیکب، باس۔ یہ کراؤن کلب کے مالک کراؤن کا خاص آدمی ہے۔۔۔۔۔ ٹائیکر نے کہا۔

”اسے کیسے بے ہوش کیا گیا ہے۔۔۔۔۔ عمران نے پوچھا۔

”گھیس سے باس۔۔۔۔۔ ٹائیکر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”جوزف۔ اسے ہوش میں لاؤ۔۔۔۔۔ عمران نے کہا تو جوزف

نے جیب سے ایک شیشی نکالی اور آگے بڑھ کر اس نے راڈر میں جکڑے ہوئے آدمی کے قریب جا کر شیشی کا ڈھکن ہٹایا اور شیشی کا دہانہ اس آدمی کی ناک سے لگا دیا۔ چند لمحوں بعد اس نے شیشی ہٹائی، اس پر ڈھکن لگایا اور پھر شیشی کو جیب میں ڈال کر وہ واپس آ کر عمران کی کرسی کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔

”تم نے اسٹینی گیس کی شیشی پہلے ہی اٹھا کر جیب میں رکھ لی تھی۔۔۔۔۔ عمران نے قدرے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

”لیس باس۔ میں نے ٹائیکر سے پوچھ کر پہلے ہی یہ شیشی اٹھا کر جیب میں ڈال لی تھی تاکہ آپ کے حکم کی تعمیل میں دیر نہ ہو۔

جوزف نے مودبانہ لہجے میں کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ اسی لمحے جیکب کے منہ سے کراہ نکلی اور اس کا جسم آہستہ آہستہ سیدھا ہونے لگ گیا اور پھر اس نے آنکھیں کھول دیں اور چند لمحوں تک تو اس کی آنکھوں میں دھند سی چھائی رہی۔ پھر دھند صاف ہو گئی اور اس کی آنکھوں میں چمک ابھر آئی۔ اب وہ غور سے عمران اور اس کے ساتھ بیٹھے ہوئے ٹائیکر اور ان کے پیچھے کھڑے جوزف اور جوانا کو دیکھ رہا تھا اور پھر اس نے دائیں بائیں گردن موڑ کر بلیک روم کا جائزہ لیا۔

”تم۔ تم کون ہو۔ میں کہاں ہوں اور یہ سب کیا ہے۔۔۔۔۔ چند لمحوں بعد جیکب نے کہا۔ اس کے لہجے میں حیرت کے تاثرات نمایاں تھے۔

”تمہارا نام جیکب ہے اور تمہارا تعلق کراؤن کلب سے ہے۔۔۔۔۔ عمران نے کہا تو جیکب غور سے عمران کو دیکھنے لگا۔

”ہاں۔ مگر تم کون ہو اور یہ میں کہاں ہوں۔۔۔۔۔ جیکب نے ہنسنے لگا۔

”تم آج سے چار پانچ روز پہلے سنٹرل ہسپتال لائبریری کے نوادرات سیکشن میں تھے۔ تمہارا۔۔۔۔۔ پاس ایک بیک تھا اور تم نے وہاں سے ہاتھ سے لکھا ہوا ایک مخطوطہ چھایا اور پھر اسے بیک میں ڈال کر وہاں سے لے گئے۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

”یہ بات درست ہے کہ میں لائبریری گیا تھا اور میرے پاس

جیک بھی تھا لیکن میں تو واجبی سا پڑھا ہوا ہوں۔ میرا کسی مخطوطہ سے کیا تعلق اور نہ ہی یہ میری فیلڈ ہے۔۔۔۔۔ جیکب نے کہا۔

”تو پھر تم وہاں کیا کرنے گئے تھے۔۔۔۔۔ عمران نے پوچھا۔

”وہ بے حد سڑکوں جگہ ہے۔ جب میں ذہنی طور پر پریٹ ہوتا ہوں تو میں وہاں چلا جاتا ہوں اور وہاں جا کر کوئی گھنٹے سکھ اور خاموشی سے گزار کر فریش ہو جاتا ہوں اور بس۔۔۔۔۔ جیکب۔

”تم کتنی بار لائبریری میں جا چکے ہو۔۔۔۔۔ عمران نے پوچھا۔

”میں لائبریری میں تو اکثر آتا جاتا رہتا ہوں لیکن اس سیکڑ میں پہلی بار گیا تھا۔ پہلے میں لائبریری کے جنرل سیکشن میں بیٹھ کر کتابیں پھر مجھے معلوم ہوا کہ سب سے زیادہ سکون نوافرات سیکشن میں ہے اس لئے میں وہاں گیا اور واقعی وہاں بیٹھ کر مجھے بے حد سکون ملا۔۔۔۔۔ جیکب نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”وہاں تم کیا کرتے رہے۔ ظاہر ہے جب تم پڑھتے تھے؟

میں تو تم سے پوچھا تو جاتا ہوں گا۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

”میں کوئی کتاب اٹھا کر سامنے رکھ لیتا تھا۔ پھر مجھے کوئی پوچھتا تھا۔۔۔۔۔ جیکب نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تو تم نے وہ مخطوطہ وہاں سے چوری نہیں کیا۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

”نہیں۔ میرا کسی مخطوطے سے تعلق ہی کیا ہو سکتا ہے۔۔۔۔۔ جیکب۔

نے بڑے با اعتماد لہجے میں کہا۔

”جوانا۔۔۔۔۔ عمران نے گردن موڑے بغیر جوانا سے مخاطب ہو کر کہا۔

”بس ماسٹر۔۔۔۔۔ عقب میں کھڑے جوانا نے الٹ ہو کر کہا۔

”جیکب کے کتنے دانت ایک ہی ٹیچر سے باہر نکال سکتے ہو۔۔۔۔۔ عمران نے سر دھجے میں کہا۔

”جتنے بھی اس کے منہ میں ہیں۔۔۔۔۔ جوانا نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اوکے۔ اگر ایک دانت بھی اندر باقی رہ گیا تو میں تمہیں اپنے نگوں گولی سے اڑا دوں گا۔۔۔۔۔ عمران نے سر دھجے میں کہا۔

”بس ماسٹر۔۔۔۔۔ جوانا نے کہا اور پھر وہ بڑی تند نظروں سے جیکب کو گھورتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔

”ک جاؤ۔ رک جاؤ۔ میں بچ کب رہا ہوں۔ رک جاؤ۔ جیکب نے یقیناً ہراساں لہجے میں کہا۔ عمران اور جوانا کے درمیان اس نگوں دور دونوں کے گھونٹوں نے جیکب کا سارا اعتماد دھواں بنا کر اڑا دیا تھا۔

”دو تیرا رک جاؤ جوانا۔ میں نہیں چاہتا کہ اس کے دانت باہر آئیں کیونکہ نئی دانت کبھی اصلی جیسے نہیں ہوتے۔ میں اسے ایک موقع دینا چاہتا ہوں۔۔۔۔۔ عمران نے اسی طرح سر دھجے میں



”لیس ماہر“..... جوانا نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”سنو جیکب۔ جو کہانی تم ہمیں سنا رہے ہو وہ تمہاری حواضہ ہے۔ وہاں خفیہ کیمبرے نصب ہیں اور ان کیمبروں کی وجہ سے خفیہ اغوا کر کے یہاں لایا گیا ہے اور ضروری نہیں کہ یہاں سے تم زرد اور صحیح سلامت واپس جاؤ۔ یہاں برقی بجلی ہے اس لئے تمہارا لاش بھی ہمیشہ کے لئے غائب ہو سکتی ہے جبکہ کراؤن تمہارا باز ضرور ہے لیکن تمہاری کشمکش پر وہ اتنا پریشان بھی نہیں ہو گا جتنا لوگ اپنا کتا گم ہونے پر ہوتے ہیں اس لئے یہ بتا دو کہ جس کمرے نے یہ ٹاسک دیا تھا اور کیوں۔ پس وہ تفصیل بتا دو تو تمہیں چھوڑا پھلی سمجھ کر واپس پانی میں پھینک دیا جائے گا۔ ہوو ورنہ“۔ عمران نے مسلسل بولتے ہوئے کہا اور آخر میں اس کا لہجہ بھیڑیے کی غراہٹ جیسا ہو گیا تھا۔

”میں بتا دیتا ہوں۔ سب کچھ بتا دیتا ہوں۔ سب کچھ۔ تم کراؤن کلب کے مالک اور جنرل میجر کراؤن کا خاص آدمی ہو۔ کراؤن نے مجھے اپنے آفس میں پا کر مجھے حکم دیا کہ میں سنٹر میٹس لائبریری کے نوادرات سیکشن میں ہاتھ سے لکھی ہوئی آپہ کتاب اس طرح اٹھا کر لے آؤں کہ کسی کو اس کا پتہ نہ چل سکے۔ اس نے مجھے اس کتاب کا نام اور سیکشن میں لکھا گیا اس کا نمبر آتہ چٹ پر لکھ کر دیا۔ میں نے جب لائبریری کے بارے میں معلومات حاصل کیں تو میرا وہاں کام کرنے والے ایک کلرک جس کا

صادق ہے، سے رابطہ ہوا۔ اس صادق کو میں نے دس ہزار روپے دینے کا وعدہ کیا تو اس نے بتایا کہ ہر کتاب میں کوئی سہاسی آلہ نصب ہے جس کی وجہ سے اسے ٹیکسز سے باہر نہیں لایا جاسکتا اور ٹیکسز سے گزرے بغیر کوئی چیز باہر نہیں آسکتی۔ اس نے یہ طے کیا کہ وہ یہ سہاسی آلہ اتار کر اندر ہی کسی خفیہ جگہ پر رکھ دے گا لیکن وہ چونکہ سیکشن انچارج کے ساتھ ہی واپس جاتا ہے اس لئے وہ کتاب خود باہر نہیں لاسکتا۔ چنانچہ ہمارے درمیان طے ہوا کہ میں خود اندر جاؤں گا۔ وہاں وہ کتاب موجود ہوگی اس میں موجود آلہ نکال لیا گیا ہوگا۔ میں کچھ دیر وہاں بیٹھ کر کوئی کتاب دیکھتا رہوں گا پھر وہ مطلوبہ کتاب بیگ میں رکھ کر باہر چلا جاؤں گا۔ البتہ اس صادق نے رقم ایڈوانس لینے کی بات کی تو میں نے اسے رقم ایڈوانس دے دی اور پھر اس کے کہنے کے مطابق میں وہاں گیا اور مطلوبہ کتاب لے کر باہر آ گیا اور یہ کتاب میں نے کراؤن کو دے دی۔ اس کے بعد مجھے نہیں معلوم کیا ہوا کیا نہیں ہوا“۔ جیکب نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”تم نے آخر میں جھوٹ بولا ہے۔ یہ کتاب تم نے دو روز بعد واپس وہاں لائبریری میں رکھ دی تھی۔ لاسٹ وارنٹک دے رہا ہوں۔“ عمران نے غراتے ہوئے کہا۔

”نہیں۔ میں دوبارہ وہاں نہیں گیا۔ مجھے جاس نے کتاب واپس رکھنے کا کہا تھا لیکن میں نے کتاب ان سے لی اور میں رات کو اس

”وہ کلب میں رات کو آتا ہے۔ دن کو وہ اپنی رہائش گاہ پر رہتا ہے۔“..... جیکب نے جواب دیا۔

”کہاں ہے اس کی رہائش گاہ؟“۔۔۔۔۔ عمران نے پوچھا۔  
 ”باصط کالونی کٹھی نسر ون قائمہ ون“۔۔۔۔۔ جیکب نے فوراً جواب  
 دیتے ہوئے کہا۔

”جاؤ ٹائیگر۔ جوائی کو ساتھ لے جاؤ اور اسے لے آؤ۔“ عمران نے کمری سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"نہیں، ہاں"..... ٹائیگر نے بھی اٹھتے ہوئے کہا۔  
 "مجھے تو چھوڑ دو"..... جبکہ نے کہا۔

”تبداری پاتیں تہارے پاس سے کفرم ہو جا نہیں پھر تہارے  
ارے میں بھی فیصلہ کر لیا جائے گا“..... عمران نے کہا اور پھر وہ  
جوزف سے مخاطب ہو گیا۔

”جوزف۔۔۔ اسے ہاف آف کر دو ورنہ خواہ مخواہ شور مچاتا رہے گا۔“ عمران نے بیرونی دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

”ہیساں“..... جوزف نے وہیں رکھتے ہوئے کہا اور عمران،  
 ہانڈیگر اور جونا کے ساتھ بلک روم سے باہر آ گیا۔ پھر جونا اور

ناچکار لے کر چلے گئے جبکہ عمران ایک کمرے میں آ گیا۔ یہاں میز پر فون موجود تھا۔ عمران نے ریڈیو اٹھا کر خبر پڑھنے شروع کر دی۔

”سوشل ہیپتال“..... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی

صادق کی رہائش گاہ پر گیا اور میں نے اسے پانچ ہزار روپے دیئے اور کتاب بھی دے دی کہ وہ اسے وہاں رکھ دے کیونکہ یہ کام وہ آسانی سے کر سکتا تھا اور اس میں کسی چیزنگ کا فخرہ بھی نہ تھا۔ پھر میں نے اسے فون کیا تو اس نے بتایا کہ وہ کتاب لے گیا تھا۔ اس نے وہاں خفیہ جگہ پر رکھا ہوا وہ سائنسی آلہ دوبارہ اس میں لگا دیا اور کتاب کو واپس اس کی جگہ پر رکھ دیا..... جبکہ نے جواب دیتے ہوئے کہا تو عمران اس کے لمبے سے ہی سمجھ گیا کہ وہ جج پول رہا ہے۔ ویسے بھی حامد نے یہی بتایا تھا کہ اس حیلنے کا آدمی صرف ایک بار اس سیکشن میں آیا تھا۔

”تمہارے ہاں کراؤں نے کس کے لئے یہ کتاب منگوائی تھی؟..... عمران نے پوچھا۔

”مجھے نہیں معلوم۔ اس نے مجھے کتاب لانے کا حکم دیا اور میں نے قیصل کر دی۔ اس نے اسے واپس رکھنے کا حکم دیا اور میں نے پھر قیصل کر دی۔ باقی نہ میں چاہ سکتا ہوں اور نہ ہی مجھے کس اور بات کے بارے میں علم ہے“..... جبکہ نے جواب دیا۔

”یہ کراؤں کہاں ہو گا اس وقت“۔۔۔ عمران نے ساتھ بیٹھے ہوئے ہنسیگر سے پوچھا۔

”مجھے تو معلوم نہیں۔ ایسا جبک کو معلوم ہوگا۔ یہ اس کا خاص آدمی ہے۔ کیوں جبک۔ تمہارا پاس اس وقت کہاں ہوگا۔“ ناگیر نے پہلے عمران اور پھر جبک سے غلطاب ہو کر کہا۔

”علیٰ عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں۔ ڈاکٹر صدیقی سے بات کرائیں۔“ عمران نے اپنے مخصوص لکچ میں کہا۔

”نہیں سر۔ ہولڈ کریں سر۔“ دوسری طرف سے مسکراتے ہوئے لکچ میں جواب دیا گیا۔

”ہیلو۔ ڈاکٹر صدیقی بول رہا ہوں۔“ چند لمحوں بعد ڈاکٹر صدیقی کی آواز سنائی دی۔

”علیٰ عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں۔“ عمران نے اپنے مخصوص لکچ میں کہا۔

”جی علیٰ عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) صاحب۔ فرمائیے۔“ ڈاکٹر صدیقی نے بھی مسکراتے ہوئے لکچ میں کہا۔

”وہ مریض جو شامی ناؤں سے ہسپتال پہنچا تھا اس کی کیا پوزیشن ہے۔“ عمران نے فیکٹ تجویز دیتے ہوئے کہا۔

”وہ اب خطرے سے باہر ہو چکی ہیں لیکن ایس یہاں کم از کم ایک ماہ رہنا پڑے گا۔ یہ ان کی صحت یابی کے لئے ضروری ہے۔“

ڈاکٹر صدیقی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”آپ ان کا ٹیٹا رکھیں۔ میں مینٹ کر دوں گا۔“ عمران نے کہا۔

”علیٰ عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) صاحب۔

ساری نیکیاں آپ اپنے اکاؤنٹ میں جمع نہ کر لیا کریں۔ کچھ ہمیں بھی حق دیا کرنے دیا کریں۔ ہسپتال کے تمام سٹاف نے ایک ریگولر فنڈ بنایا ہوا ہے جس میں حسب توفیق سب حصہ لیتے ہیں۔ اس فنڈ سے اس ہسپتال میں کسی باہر کے آدمی کا علاج ہوتا ہے تو مینٹ اس فنڈ سے کی جاتی ہے اور اس مریض کی بھی اپنی پوزیشن ہے۔ آپ ان کے ٹیٹا کی فکر مت کریں۔“ ڈاکٹر صدیقی نے کہا۔

”آپ سب مل کر میرے خلاف سازش کر رہے ہیں۔ خدا خدا کر کے ایک نیکی کرنے کا موقع ملا تھا آپ وہ بھی اچک لینا چاہتے ہیں۔“ عمران نے معنوی طور پر غصیلے لکچ میں کہا۔

”آپ کی یہی نیکی ہماری نیکیوں پر ہماری پڑے گی کہ آپ نے اس غریب مریض کی نشاندہی کر دی ہے۔“ ڈاکٹر صدیقی نے ہنسنے ہوئے کہا۔

”اللہ قبول کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی نیکی بھی قبول کرے۔ اس مریض کا بیٹا حامد آتا رہتا ہے یا نہیں۔“ عمران نے کہا۔

”ہاں۔ آتا رہتا ہے۔ اس وقت بھی وہ اپنی ماں کے پاس موجود ہے۔“ ڈاکٹر صدیقی نے جواب دیا۔

”آپ اس سے میری بات کرادیں۔“ عمران نے کہا۔

”اوکے۔ ہولڈ کریں۔“ دوسری طرف سے کہا گیا اور پھر لائن

پر خاموشی طاری ہو گئی۔

”حامد بول رہا ہوں..... چند لمحوں کی خاموشی کے بعد حامد کی آواز سنائی دی۔

”علی عمران بول رہا ہوں حامد۔ آپ کی والدہ کا کیا حال ہے۔“  
عمران نے کہا۔

”عمران صاحب۔ اللہ تعالیٰ کا بہت کرم ہے۔ آپ کی مہربانی ہے۔ آپ تو ہمارے لئے رحمت کا فرشتہ ثابت ہوئے ہیں۔ لیکن عمران صاحب ایک درخواست ہے۔“..... دوسری طرف سے حامد نے جھنجھکتے ہوئے لہجے میں کہا۔

”مجھے معلوم ہے کہ تم کیا کہنا چاہتے ہو۔ یہی کہ تمہاری والدہ کے افراہات کون ادا کر رہا ہے تو اس بارے میں تمہیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ مسبب الاسباب ہے۔ حکومت کا ایک خصوصی فنڈ ہے جس سے تمہاری والدہ کے علاج کی منظوری حاصل کر لی گئی ہے۔“..... عمران نے اس کی بات کو سمجھتے ہوئے کہا۔ اس نے دائیں سمت کی فنڈ کا ذکر اس لئے کیا تھا کہ حامد اس کا یا ڈاکٹر صدیقی کا اپنے آپ کو احسان مند نہ سمجھے۔

”اللہ تعالیٰ آپ کو اور ڈاکٹر صدیقی صاحب کو جزا دے گا۔“  
حامد نے تشکرانہ لہجے میں کہا۔ اس کے لہجے میں اطمینان اور سکون کی جھلکیاں نمایاں تھیں۔

”حامد۔ یہ بتاؤ کہ نوادرات سیکشن میں کوئی کلرک صادق نامی

یہی ہے۔“..... عمران نے پوچھا۔

”جی ہاں۔ آپ کیوں پوچھ رہے ہیں۔“..... حامد نے چونک کر جواب دیتے ہوئے کہا۔

”کیسا آدمی ہے یہ۔“..... عمران نے پوچھا۔

”مجھے تو معلوم نہیں ہے جناب کیونکہ میں تو اپنے کام سے کام رکھتا ہوں۔ پھر میں ان کے سٹاف کا حصہ بھی نہیں ہوں۔ میرا تعلق پرائیویٹ سیکورٹی کمپنی سے ہے اس لئے میرا ان کے ساتھ کوئی براہ راست تعلق رابطہ ہی نہیں ہے۔“..... حامد نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ میں خود چیک کر لوں گا۔ اللہ حافظ۔“..... عمران نے کہا اور کریڈل دبا دیا اور پھر ٹون آنے پر اس نے انکوائری کے نمبر پر پریس کر دیئے۔

”انکوائری چلیز۔“..... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

”سمنٹرل نیچل لائبریری کے نوادرات سیکشن کا نمبر دیں۔“ عمران نے کہا تو دوسری طرف سے چند لمحوں کی خاموشی کے بعد نمبر بتا دیا گیا۔ عمران نے کریڈل دبا دیا اور پھر ٹون آنے پر اس نے انکوائری آپریٹر کے بتائے ہوئے نمبر پر پریس کر دیئے۔

”نوادرات سیکشن سمنٹرل نیچل لائبریری۔“..... رابطہ قائم ہوتے ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

”مسٹر صادق سے بات کرائیں میں ان کا دوست بول رہا ہوں۔“  
 عمران نے لمبے پل کر کہا۔

”مسٹر صادق دو روز کی چھٹی پر ہیں جناب۔“۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

”ان کی رہائش گاہ کا فون نمبر دے دیں۔“ عمران نے کہا۔  
 ”ان کی رہائش گاہ پر فون نصب نہیں ہے جناب۔“۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

”اچھا ان کی رہائش گاہ کا پتہ ہی بتا دیں۔“ عمران نے کہا تو دوسری طرف سے پتہ بتا دیا گیا تو عمران نے رسیور دکھ دیا۔

”جوزف۔“۔۔۔ عمران نے دروازے کی طرف منہ کر کے کہا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ جب تک وہ اس کمرے میں رہے گا جوزف باہر دروازے پر موجود رہے گا تاکہ عمران کی کال پر فوری اقدام کر سکے۔

”نہیں ہاس۔“۔۔۔ جوزف نے کسی جن کی طرح فوراً صودا ہوتے ہوئے کہا۔

”اس آدمی کو ہاف آف کر دیا تھا۔“ عمران نے پوچھا۔  
 ”نہیں ہاس۔ اسے ازخود دو تین گھنٹوں کے بعد ہی ہوش آ سکتا ہے۔“۔۔۔ جوزف نے جواب دیا۔

”ایک ایلیمرس نوٹ کرو۔ کالے پل کے دوسری طرف ایک منجانب آباد محلہ ہے جس کو محلہ موہانیاں کہتے ہیں۔ اس میں کوئی

مسجد سیکل والی ہے۔ اس مسجد کے قریب سنٹرل ہیٹھل لائبریری کے نوورٹ سیکشن میں کام کرنے والے کلرک صادق کا گھر ہے۔ وہ لائبریری سے دو روز کی پھٹی پر ہے۔ تم جا کر معلوم کرو اگر وہ گھر ہو تو اسے یہاں لے آؤ لیکن خیال رکھنا اسے اس انداز میں لے آنا ہے کہ محلے والے خوفزدہ نہ ہو جائیں اور پتہ چلے کہ پولیس یہاں آ چکی ہے۔“۔۔۔ عمران نے کہا۔

”نہیں ہاس۔ میں سمجھتا ہوں ہاس۔“۔۔۔ جوزف نے جواب دیا۔  
 ”تو جاؤ۔ میں یہاں موجود ہوں۔“۔۔۔ عمران نے کہا تو جوزف تیزی سے مڑا اور کمرے سے باہر چلا گیا اور پھر تقریباً آدھے گھنٹے بعد اس نے مخصوص کال بیل کی آواز سنی تو وہ اٹھ کر کمرے سے باہر نکلا اور پچانک کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس نے پچانک کھولا تو باہر جوان کی کار موجود تھی۔

”مانٹر۔ آپ نے پچانک کھولا ہے۔ جوزف کہاں ہے۔“۔۔۔ جوان نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ وہ کار سے نیچے اتر ا ہوا تھا کیونکہ اس نے کال بیل بجائی تھی اور پھر عمران کو دیکھ کر کار کی دوسری سائیڈ سے جائیگر بھی نیچے اتر آیا۔

”وہ بھی تمہاری طرح ایک مشن پر گیا ہوا ہے۔ کار اندر لے آؤ۔“۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور واپس مڑ گیا۔ تھوڑی دیر بعد کار اندر آ کر اپنی مخصوص جگہ پر رک گئی جبکہ ٹائیگر نے پچانک بند کر دیا اور پھر عمران کی طرف مڑ گیا جبکہ اس دوران جوان کار

روک کر بچے اترا اور پھر اس نے کار کا عقبی دروازہ کھول کر اندر بے ہوش پڑے ہوئے ایک بھاری جسم کے آدمی کو کھینٹ کر باہر نکالا اور اسے کاندھے پر ڈال کر کار کا دروازہ بند کر دیا۔

”اسے بھی کرسی پر جکڑ دو۔ ابھی ایک اور آدمی آ جائے پھر تینوں سے اکٹھی بات چیت ہوگی۔“ عمران نے کہا۔

”میس ماسٹر“..... جوان نے کہا اور عمارت کی طرف بڑھ گیا۔  
 ”کچھ زیادہ پرہیز تو نہیں اڑا دیئے ڈراما۔“ عمران نے ٹائیکر سے مخاطب ہو کر کہا۔

”نیکس باس۔ ہم نے پہلے رہائش گاہ میں بے ہوش کر دیے والی گیس خانہ کر دی اور پھر عقبی طرف سے دھدکا جا کر اسے بے ہوشی کے عالم میں اٹھا کر عقبی طرف۔ سے باہر نکال کر کار میں ڈالا اور پھر سیدھے یہاں لے آئے۔“ ٹائیکر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”چلو اچھا ہوا۔ قتل و غارت سے بچت ہو گئی۔“..... عمران نے کہا۔

”وہاں کلب سے اسے اٹھانا پڑتا تو وہاں لازماً گزیر ہوتی۔“ ٹائیکر نے جواب دیا۔

”ہاں۔ تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ آؤ۔“..... عمران نے بھی عمارت کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

”باس۔ اس ساری کارروائی کا بنیادی مقصد کیا ہے۔ میری سمجھ

میں یہ نہیں آ سکا۔“..... ٹائیکر نے قدرے جھپکتے ہوئے کہا۔  
 ”نیکس کارروائی کی بات کر رہے ہو۔“..... عمران نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

”اس مخطوطے میں آپ کی کیا دلچسپی ہے۔ اگر صرف اتنی دلچسپی ہے کہ وہ نادر مخطوط ہے تو وہ واپس مل چکا ہے۔“..... ٹائیکر نے تحصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

”تم نے اس پر غور کیا ہے کہ ایک مخطوطے کو نوادرات سیکشن سے چوری کرانے کے لئے کراؤن نے ایک بدعاش کو مامور کیا اور اس بدعاش نے اس ٹھکر صادق کو دس ہزار روپے دے کر مخطوطہ حاصل کر لیا۔ تم سوچو کہ کراؤن کو کیا کام ہو سکتا ہے اس مخطوطے سے۔“..... عمران نے کہا۔

”باس۔ اس کا تو کوئی تعلق نہیں ہو سکتا کتابوں یا مخطوطوں سے۔ اس کی خدمات کسی نے باز کی ہوں گی۔“..... ٹائیکر نے کہا۔

”اس کام کے لئے ایک کنٹریکٹسور کی خدمات حاصل کرنے کا کیا مطلب ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ اس کے پیچھے کوئی ایسا جرم موجود ہے جس تک ہم ابھی تک نہیں پہنچ رہے جبکہ اس کارروائی کے ذریعے میں کوشش کر رہا ہوں کہ اس جرم تک پہنچ سکوں۔“ عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”میں نے اسے راز میں جکڑ دیا ہے ماسٹر۔“..... جوان نے ان کی طرف آتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ تم باہر رکو۔ جوزف ابھی واپس آئے گا۔“ عمران نے کہا اور آگے بڑھ گیا۔

”نیس مائنز“..... جوان نے کہا اور پھانک کی طرف بڑھ گیا۔

”آپ کا کیا خیال ہے کہ اس مخلوطے کی چوری اور پھر اس کی واپسی کے پیچھے کیا جرم ہو سکتا ہے“..... ٹائیگر نے کہا۔

”تم نے وہ مخلوطہ دیکھا ہے یا پڑھا ہے“..... عمران نے پوچھا۔

”نیس ہاس۔ میں نے تو صرف آپ سے اس کے بارے میں سنا ہے“..... ٹائیگر نے جواب دیا۔

”یہ مخلوطہ شمالی پہاڑی علاقے راج گڑھ کے بارے میں قدیم ترین دستاویز ہے۔ اس دور سے لے کر اب تک وہاں انتہائی گھنا جنگل ہے۔ مخلوطے کے مطابق قدیم دور میں راج مندر نامی کوئی بڑا مندر تھا جو اب ناپید ہو چکا ہے۔ اس مخلوطے میں ہاتھ سے بنایا ہوا ایک نقشہ بھی ہے جس کے ایک حصے پر دائرے کی صورت میں سرخ رنگ بھرا ہوا ہے اور بس“..... عمران نے کہا۔

”اس سے کیا ثابت ہوا بس“..... ٹائیگر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”مجھے کیا معلوم۔ یہی تو میں معلوم کرنا چاہتا ہوں“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو ٹائیگر نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا کیونکہ وہ سمجھ گیا تھا کہ عمران بات بدل گیا ہے اور پھر وہ بیک دم میں جا کر بیٹھ ہی تھے کہ باہر سے کار کی آواز سنائی دی اور عمران

سمجھ گیا کہ جوزف، صادق کو لے آیا ہوگا۔ تھوڑی دیر بعد جوزف کاندھے پر ایک آدی کو لادے اندر داخل ہوا۔

”اسے بھی ساتھ والی کرسی پر بکڑ دو“..... عمران نے کہا تو جوزف نے کاندھے پر لٹے ہوئے بے ہوش آدی کو تیسری کرسی پر ڈال کر عقب میں جا کر بٹن پر پریس کر کے راڈز میں بکڑ دیا۔ جوان بھی ساتھ ہی اندر آیا تھا۔ وہ عمران کی کرسی کے پیچھے رک گیا تھا۔

”اسے لے آنے میں زیادہ مار پیٹت تو نہیں کرنا پڑی“۔ عمران نے جوزف سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

”نہیں ہاس۔ میں نے اسے بتایا کہ جب تک نے مجھے بھیجا ہے۔ اس نے تمہارے لئے کام تلاش کیا ہے۔ نقد پچاس ہزار کا۔ دینا ہی کام ہے جیسا پہلے تم نے لاہوری میں کیا ہے تو وہ بے حد خوش ہوا اور میرے ساتھ کار میں بیٹھ گیا اور پھر کنبلی پر پڑنے والی مڑی ہوئی انگلی کا ایک ہی ٹک کھا کر وہ بے ہوش ہو گیا اور اب تک بے ہوش ہے“..... جوزف نے جواب دیا۔

”دیری گڈ۔ تم تو مجھ سے بھی زیادہ بڑے جاسوس ہو گئے ہو۔ یہ بات تو میرے ذہن میں بھی نہ تھی“..... عمران نے کہا۔

”میں تو آپ کا غلام ہوں ہاس“..... جوزف نے خوش ہوتے ہوئے کہا تو عمران مسکرا دیا۔

”جوان۔ اس کراؤن کو ہوش میں لے آؤ“..... عمران نے جانا

سے مخاطب ہو کر کہا۔

”نہیں ماسٹر۔۔۔ جونا نے جواب دیا اور کمرے کے کونے میں موجود الماری کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے الماری کھول کر اس میں سے ایک لمبی گردن والی بوتل نکالی اور الماری بند کر کے واپس مزار۔  
”کراؤن تم سے واقف تو نہیں ہے۔۔۔۔۔ عمران نے ٹائیکر سے مخاطب ہو کر کہا۔

”نہیں ہاس۔۔۔۔۔ ٹائیکر نے جواب دیا۔

”تو پھر تم جا کر ماسک میک اپ کر آؤ۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

”تو کیا آپ اسے زخمہ واپس بھیج دیں گے۔۔۔۔۔ ٹائیکر نے اٹھتے ہوئے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”اگر میں منظر میں کوئی ایسا جرم سامنے نہ آیا جو ملک و قوم کے خلاف نہ ہو تو اسے واپس بھجوانا ہی پڑے گا۔۔۔۔۔ عمران نے کہا تو ٹائیکر سر ہلاتا ہوا مڑ کر بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا جبکہ جونا نے بوتل کا ڈھکن کھولا اور آگے بڑھ کر کراؤن کی ناک سے بوتل کا دہانہ لگا دیا۔ چند لمحوں بعد اس نے بوتل ہٹائی۔ اس کا ڈھکن بند کیا اور جیب میں ڈال کر عمران کی کرسی کے عقب میں کھڑا ہو گیا۔ چند لمحوں بعد کراؤن ہوش میں آ گیا اور ہوش میں آتے ہی اس نے بے اختیار اٹھنے کی کوشش کی لیکن ظاہر ہے راڈز میں جکڑے ہونے کی وجہ سے وہ صرف کسمسا کر ہی رہ گیا۔ اس کے چہرے پر حیرت کے اثرات تھے۔ اس نے گردن موڑی اور ساتھ ہی راڈز

میں جکڑے ہوئے بے ہوش جیکب کو دیکھ کر وہ ایک بار پھر چونک پڑا۔

”کون ہو تم اور یہ سب کیا ہے۔ جیکب بھی یہاں ہے اور میں بھی۔ یہ سب کیا ہے۔۔۔۔۔ کراؤن نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

”تمہارا نام کراؤن ہے اور تم کراؤن کلب کے مالک اور منیجر ہو اور یہ جیکب جو تمہارا خاص آدمی ہے تم نے اس کے ذریعے سنٹرل انٹیلیجنس لائبریری کے نوادرات سیکشن سے راج گڑھ کے بارے میں ایک مخطوطہ چوری کرایا اور یہ چوری اس نے اس تیسرے آدمی صادق کے ساتھ مل کر کی اور پھر تم نے یہ مخطوطہ واپس کرا دیا۔۔۔۔۔ عمران نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

”یہ سب تم کیا کہہ رہے ہو۔ میرا کسی مخطوطے یا لائبریری سے کیا تعلق۔۔۔۔۔ کراؤن نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”اس بات کا جواب تم نے دینا ہے کہ تم نے یہ کام کس کے کہنے پر کیا۔ چوری تفصیل بتاؤ گے ورنہ یہ میرے پیچھے کھڑے دو دیو تم نے دیکھ لئے ہوں گے۔ یہ تمہارے جسم کی ایک ایک ہڈی توڑ کر تمہاری لاش برقی بجلی میں ڈال کر جلا دیں گے اور کراؤن کا جیتا جاگتا وجود ہمیشہ کے لئے اس دنیا سے غائب ہو جائے گا اور دوسری صورت میں تمہیں زخمہ اور صحیح سلامت یہاں سے واپس بھجوا یا جاسکتا ہے۔۔۔۔۔ عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

”جب میں اس بارے میں کچھ جانتا ہی نہیں تو بتاؤں کیا۔۔۔۔۔



”ٹھیک ہے۔ میں نے کوئی جرم نہیں کیا اور میں سچ ہی بتا رہا ہوں۔“

”تو پھر خود ہی سب کچھ تفصیل سے بتا دو کہ تم نے کس کے کہنے پر یہ مخطوطہ لائبریری سے چوری کرایا ہے اور پھر کیوں اسے واپس رکھوا دیا گیا؟“... عمران نے کہا۔

”میرا تعلق انگریزیا سے ہے۔ میں وہاں کافی طویل عرصہ رہا ہوں۔ وہاں ایک سرکاری انجینیئر ہے جس کا نام کراؤز ہے۔ کراؤز کا بیٹا میرا دوست رہا ہے۔ میں اب بھی جب انگریزیا جاتا ہوں تو اس سے فون پر بات ہو جاتی ہے۔ اس نے مجھے یہاں فون کر کے کہا کہ اس کے دو اکیٹ جن میں ایک مرد اور دوسری عورت ہے، مرد کا نام جارج اور عورت کا نام ریٹا ہے کسی مشن کے سلسلے میں پاکیشیا آ رہے ہیں۔ اگر وہ مجھ سے رابطہ کریں تو میں ان کے لئے کام کروں۔ مجھے میری توقع سے بھی بڑھ کر معاوضہ دیا جائے گا اور اس کے ساتھ ہی پاکیشیا میں میرے چیک اکاؤنٹ میں بطور ایڈوانس دس لاکھ ڈالر جمع کرا دیئے گئے۔ پھر مجھ سے جارج نے رابطہ کیا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ اسے سنٹرل انٹیل لائبریری میں سے ایک آٹھ سے لکھی ہوئی کتاب چاہئے لیکن وہ خود وہاں نہیں جاتا چاہتا۔ کتاب کی تفصیل اس نے مجھ سے دی۔ میں نے معلومات حاصل کیں تو پتہ چلا کہ وہاں باقاعدہ سیکرٹس ہے اور اس کی موجودگی میں کوئی کتاب چوری نہیں کی جاسکتی تو میں نے

کراؤن نے من بناتے ہوئے کہا۔

”جوانا“... عمران نے جوا سے مخاطب ہو کر کہا۔

”نہیں ماسٹر“..... جوانا نے جواب دیا۔

”کراؤں کی ایک آنکھ نکال دو“۔۔۔۔۔ عمران نے سر ہلکے سمجھ

”ہنس ماسٹر“ جوانا نے جواب دیا اور پھر بڑے جارحانہ انداز میں کراؤن کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

”رک جاؤ۔ رک جاؤ۔ تم واقعی مجھے اندھا کر دو گے۔ رک جاؤ۔ میں بتاتا ہوں“..... کراؤں نے شاید جھانکے کے پیرے پر الجھنے پر آنے والے سفاک تاثرات دیکھ کر قلع کے بل پیچھے ہوئے کہا۔

”وہیں رک ہاؤ جوا۔ یہ جیسے ہی جھوٹ بولے گا میں جھوٹ  
اشارہ کر دوں گا اور تم اس کی آنکھ نکال دینا۔ دوسری بار جھوٹ  
بولے گا تو دوسری آنکھ۔ اس کے بعد ہاتھوں، ٹانگوں اور آخر میں  
جسم کی تمام ہڈیاں باری باری توڑ دینا۔“..... عمران نے غراتے  
ہوئے کہا۔

”میں سچ بتا دوں گا لیکن وعدہ کرو کہ مجھے زندہ واپس بھیج دے گا۔“

”اگر تم نے ملک و قوم کے خلاف کوئی جرم نہیں کیا اور تم سچ یا  
 جھوٹ وعدہ رہا کہ تم فتنہ و سلاست اور درست حالت میں اپنے کلمہ  
 پہنچاؤ گا۔“..... عمران نے کہا۔



”ٹھیک ہے۔ تم نے چونکہ جج بولا ہے اس لئے میں تمہیں ذرا سلامت واپس بھجوا رہا ہوں لیکن ایک بات بتا دوں کہ اگر تم نے آئندہ اس گروپ کی مدد کی تو پھر تمہیں سوت کی سزا بھگتنا پڑے گی کیونکہ اس سادی کا ردوائی کے پیچھے بہر حال ایکریمیا کی کوئی سازش ہے جسے ہم جلد ہی فریس کر لیں گے۔“ عمران نے کہا۔

”میں خیال رکھوں گا اور تمہارا شکریہ۔“ کراؤن نے خوش ہوتے ہوئے کہا تو عمران اٹھ کھڑا ہوا۔

”اے ہائف آف کر دو جوانا۔“ عمران نے کہا تو کراؤن کے قریب کھڑے جوان کا ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آیا اور کمرہ کراؤن کے حلق سے ٹٹکنے والی بے ساختہ چیخ سے گونج اٹھا۔ اس کے ساتھ ہی جوان کا بازو دوسری ہارنگھوا اور اس ہار کراؤن کے حلق سے اچھری سی چیخ نکلی اور اس کی گردن ڈھلک گئی۔

”ان سب کو اٹھا کر یہاں سے دور کسی دیرانے میں پھینک دو۔“ عمران نے جوزف اور جوان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”لیکن ماسٹر۔ اس آدمی کو تو ہوش میں نہیں لایا گیا۔“ جوان نے صادق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا جسے جوزف اٹھا کر لایا تھا۔

”اے حقہ ماتقدم کے طور پر لایا گیا تھا لیکن اس کو ہوش بہ لانے کی ضرورت ہی نہیں پڑی۔“ عمران نے کہا اور ہر دوں دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ جیسے ہی وہ کمرے سے باہر آیا ایک

سانپ سے ٹانگہ آ گیا۔

”اس نے کیا بتایا ہے ہاس۔“ ٹانگہ نے پوچھا۔

”ایک ایکریمین جارج کے بارے میں بتایا ہے کہ اس نے اچھ سے نکلی ہوئی یہ کتاب چوری کر لی تھی۔ اس کا تعلق ایکریمیا کی کسی سرکاری تنظیم کراؤن سے ہے۔“ عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”پھر تو لازمی بات ہے کہ اس کے پیچھے کوئی بڑا مشن ہے ان لوگوں کا۔“ ٹانگہ نے عمران کے ساتھ ساتھ پارکنگ کی طرف بڑھتے ہوئے کہا جہاں ان دونوں کی کاریں موجود تھیں۔

”یہ ایک جڑ ہے۔ مرد کا نام جارج بتایا گیا ہے جبکہ عورت کا نام رینا ہے اور کراؤن نے یہ بھی بتایا ہے کہ انہوں نے اسے پائے بغیر اس کی دی ہوئی کٹھی چھوڑ دی ہے اور جیسی میں بیٹھ کر مین مارکیٹ پہلے گئے۔ اب تم نے ان کا آگے سراخ لگنا ہے۔“ عمران نے کہا اور ساتھ ہی اس نے کٹھی کا ایڈریس بھی بتا دیا جو کراؤن نے اسے بتایا تھا۔

”ان کا علیہ کیا ہے ہاس۔“ ٹانگہ نے کہا۔

”کس کا علیہ۔ مرد کا یا عورت کا۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ان میں سے جو اوپر ونڈ یعنی بالادست ہے۔“ ٹانگہ نے منجیدہ لہجے میں کہا تو عمران بے اختیار ہنس پڑا۔

”اچھا۔ اب تمہیں بھی توقع ہے کہ کسی جوڑے میں اپر بیٹہ ہو۔  
 بھی ہو سکتا ہے۔“ ..... عمران نے کہا تو اس بار ٹائیگر بے اختیار ہنس  
 پڑا اور پھر عمران نے اسے جارج کا حلیہ اور قد و قامت کی تفصیل :-  
 دی کیونکہ کراؤن کی ملاقات اس جارج سے ہی ہوئی تھی۔  
 ”ہاں۔ اس عورت کا حلیہ معلوم نہیں ہو سکا۔“ ..... ٹائیگر نے  
 قدرے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”کراؤن سے اس کی ملاقات نہیں ہو سکی اس لئے وہ تو اس کا  
 حلیہ نہیں بتا سکا لیکن جس کوٹھی کا میں نے حوالہ دیا ہے وہاں کراؤن  
 کا آدمی مستقل موجود ہے۔ وہ جمیں اس عورت کا حلیہ اور قد و قامت  
 کے بارے میں تفصیل بتا سکے گا۔“ ..... عمران نے کہا۔  
 ”نہیں ہاں۔“ ..... ٹائیگر نے اثبات میں سر ہلایا اور عمران اپنی  
 کار کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گیا۔

رشید سلیمان اپنے مخصوص کمرے میں داخل ہوا جہاں بیٹھ کر وہ  
 اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر کام کرتا تھا، اس ہال کمرے میں تین  
 بڑی بڑی میزیں تھیں اور ان تینوں میزوں میں سے ایک میز پر  
 رشید سلیمان بیٹھا تھا جبکہ دوسری دو میزوں میں سے ایک میز پر  
 انجارج ڈاکٹر احمد بنی تھا جبکہ دوسرا اس کا ساتھی ڈاکٹر کاشف تھا۔ وہ  
 مرنشہ آٹھ دس سالوں سے اسی طرح اکٹھے کام کرتے چلے آ رہے  
 تھے۔ ان کا کام ملک بھر کے سائنس دانوں کی طرف سے بھجوائے  
 گئے فارمولوں کو ان کی گہرائی میں چیک کرنا، ان کے بارے میں  
 تفصیلی رپورٹ تیار کرنا اور پھر یہ رپورٹیں سردار و بھجوا دینا تھا پھر  
 ایک ہفتے بعد سردار انہیں اپنے آفس میں کال کر کے ان کی تیار  
 کردہ رپورٹس پر تفصیل سے تبادلہ خیال کرتے تھے اور پھر ان کی  
 ان ہوئی ہدایات کے مطابق فائنل رپورٹ تیار کرتی ہوئی تھی۔ وہ

رہے ہو۔ کوئی خاص بات۔ ڈاکٹر کاشف نے کافی پتے پتے رشید سلیمان سے کہا تو رشید سلیمان بے اختیار مسکرا دیا۔

”میرا خواب پورا ہونے کا وقت قریب آ گیا ہے اس لئے ہے جیسی ہی ہو رہی ہے۔۔۔ رشید سلیمان نے جواب دیا تو کاشف بے اختیار چونک پڑا۔

”کیا مطلب۔ کیا شادی کرنے والے ہو۔۔۔ کاشف نے کہا تو رشید سلیمان بے اختیار ہنس پڑا۔

”شادی اور میں کروں گا۔ یہاں کی لڑکیاں بھی کوئی لڑکیاں ہیں۔ سیدی سادی۔ سر پر دو پنڈ، آنکھیں نیکی، آہستہ بولیں گی، بہت جذباتی ہوئیں تو دوپٹے کا کونہ اٹھی کے گرد لفٹتی رہیں گی۔ لڑکیاں تو ریٹا جیسی ہوتی ہیں۔ خوبصورت نفوس، گودا رنگ، درشتی جسم، اس پر بے باکی۔ بس کچھ نہ پوچھیں۔۔۔ رشید سلیمان نے اس طرح بات کی جیسے اس کے منہ سے الفاظ خود بخود باہر آ رہے ہوں اور انہیں باہر لانے میں اس کا شعور دل طور پر کوئی دخل نہ ہو۔

”کون ہے یہ ریٹا جس پر تم اس طرح دل پار بیٹھے ہو۔ کیا خیر ملے ہے۔۔۔ ڈاکٹر کاشف نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”ہاں۔ ایکریمین ہے اور ڈاکٹر کاشف تم سوچ بھی نہیں سکتے کہ وہ کیسے حسن کی مالک ہے اور پھر اس کی باتیں۔ بس کچھ مزید مت پوچھو۔۔۔ رشید سلیمان نے جذبات میں ڈوبے ہوئے لہجے میں کہا۔

سب لے کر کام کرتے تھے اور ایک دوسرے کی مدد بھی کرتے رہتے تھے کیونکہ یہ تینوں ہی اس طرح رہتے تھے جیسے ایک مکان میں رہنے والے افراد ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر احمد علی چونکہ ان سب سے کافی سینئر تھے اس لئے وہ خاصے بچہ اور شک حراج آدمی تھے جبکہ ڈاکٹر کاشف، رشید سلیمان کی طرح نوجوان تھا۔ یہ دوسری بات ہے کہ سائنس میں اس کا ذہن برق رفتاری کی بجائے سردی رہا تھا لیکن فطرتاً وہ خوش باش آدمی تھا جبکہ رشید سلیمان دولت اور خوبصورت لڑکیوں کا دلدادہ تھا۔ ایکریما کی کسی بھی بڑی لیبارٹری میں کام کرنا اور مستقل ایکریما میں سیٹل ہونا اس کا خواب تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اس نے ابھی تک شادی نہیں کی تھی لیکن اسے معلوم تھا کہ وہ جس جگہ کام کرتا ہے یہ جگہ انتہائی حساس ہے اس لئے اس کے گھر کی بھی باقاعدہ نگرانی ہوتی رہتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ وہ اپنے گھر میں بچہ بچکت بن کر ہی رہتا تھا تا کہ سردار کے پاس اس کی ثبوت اور انجی رپورٹ ہی پہنچنے اور تھا بھی ایسا ہی۔ سردار کے خیال کے مطابق اس کا سٹاف انتہائی ثابت ذہن اور فطرت کا مالک تھا اور وہ اکثر اپنے آدمیوں پر فخر کرتے رہتے تھے۔ اس وقت وقتہ تھا اور رشید سلیمان اور کاشف دونوں کنکٹین کے ایک کونے میں بیٹھے کافی پینے میں مصروف تھے جبکہ ڈاکٹر احمد علی نے اپنی عادت کے مطابق وہیں کمرے میں ہی کافی منگوائی تھی۔

”کیا بات ہے رشید۔ آج تم بے حد بے چین دکھائی دے

وہ دیکر لیا۔۔۔۔ رشید سلیمان نے کہا۔

”مدد کا وعدہ کیا مطلب میں سمجھا نہیں۔ تم کیا جانتے ہو اس مندر کے بارے میں۔۔۔۔ ڈاکٹر کاشف نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

”میں تو کچھ نہیں جانتا لیکن ایک بات میں جانتا ہوں کہ راج گڑھ دو ہیں اور دونوں شمالی علاقہ میں ہیں۔ مقامی زبان میں ایک کو سوراج گڑھ اور دوسرے کو راج گڑھ کہا جاتا ہے۔ دونوں جگہوں پر قدیم دور کے مندر تھے۔ ایک مندر کو سوراج مندر اور دوسرے کو راج مندر کہا جاتا تھا۔ دونوں علاقے ایک دوسرے سے دور ہیں۔ اب یہ بھی مجھے معلوم ہے کہ راج گڑھ میں جو مندر تھا اس کے نیچے تہ خانوں میں ان دنوں ایک اہم لیبارٹری کام کر رہی ہے لیکن سوراج گڑھ میں جو مندر تھا اس کے تہ خانے بھی زیر زمین موجود ہیں لیکن چونکہ یہ بہت چھوٹے تھے اس لئے یہ ویسے ہی خالی پڑے ہوئے ہیں اور دونوں کی خاتلیں پتھریلے ستونوں میں موجود ہیں کیونکہ حکومت نے دونوں کا ترمیمی سروسے کرایا تھا۔ پھر راج گڑھ میں لیبارٹری بنادی گئی جبکہ سوراج گڑھ میں لیبارٹری بن ہی نہ سکتی تھی۔ اگر تم سوراج گڑھ والی خاتلی مجھے دے دو جو ویسے ہی بے کار ہے تو میں اس کی فوٹو کاپی کر کے فائل تمہیں واپس کر دوں گا اور پھر یہ کاپی رہنا کو دے کر میں اس کی محبت حاصل کر لوں گا۔ اب فیصلہ تمہارے ہاتھ میں ہے۔۔۔۔ رشید سلیمان نے بڑے منت بھرے

”لیکن تمہیں معلوم ہے کہ ہم لوگ کسی غیر ملکی سے بغیر خصوصی اجازت کے ملاقات نہیں کر سکتے۔ ہمارا تعلق انتہائی حساس ادارے سے ہے۔۔۔۔ ڈاکٹر کاشف نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”مجھے معلوم ہے۔ فکر نہ کرو۔ میں نے ہکی گولیاں نہیں کھیلیں۔ سردارو تک کوئی غلط رپورٹ نہیں پہنچے گی۔۔۔ رشید سلیمان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”کیا انتظام کیا ہے اور یہ رہتا ہے کون۔ دو تمہارے ساتھ کیسے لگ گئی۔ کیا وہ کوئی سائنس دان ہے۔۔۔ ڈاکٹر کاشف نے کہا۔

”اے نہیں۔ وہ ایک ریاضی کی پختل یونیورسٹی کے شعبہ قدیم تاریخ کی ریسرچ اسکالر ہے اور اسے یہاں کے شمالی علاقے راج گڑھ کے ایک قدیم مندر پر تھیسز لکھنا ہے اس لئے وہ یہاں آئی ہے۔ رشید سلیمان نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”لیکن تاریخ کے ریسرچ اسکالر سے تمہارا کیا تعلق۔ ڈاکٹر کاشف نے حیران ہو کر کہا۔

”ہماری ملاقات ایک ہوٹل کی لابی میں ہوئی۔ میں نے اسے پریشان دیکھا تو مجھ سے رہا نہ گیا اور میں نے اس سے پریشانی کی وجہ پوچھی تو اس نے مجھے تالنے کی کوشش کی لیکن تمہیں تو معلوم ہے کہ جو لڑکی مجھے پسند آ جائے اسے میں آسانی سے جانے نہیں دیا کرتا۔ چنانچہ باتیں شروع رہیں تو وہ کھل گئی۔ اس نے وہی بات کر دی جو میں نے تمہیں سنائی ہے اور میں نے اس کی مدد کرنے کا

لجے میں کیا۔

”مجھے معلوم ہے کہ سراج گڑھ میں کچھ نہیں ہے اور وہ فائل بھی بے کار ہے لیکن اسے سنور سے باہر نکالنے کے لئے سردار کی منظوری ضروری ہے اور انہیں یہ محبت ہماری کہانی تو سنائی نہیں جا سکتی جو تم نے مجھے سنائی ہے اور دوسری بات یہ کہ انہوں نے فوراً پوچھا ہے کہ اس بے کار فائل کو سنور سے نکالنے کی کیوں ضرورت پڑی ہے۔ تم جانتے تو ہو کہ وہ انتہائی دہی آدمی ہیں۔“ ڈاکٹر کاشف نے کہا۔

”ہاں۔ مجھے معلوم ہے۔ مجھے بھی ان کے ساتھ کام کرنے ہوئے کافی عرصہ ہو گیا ہے۔ تم ایسا کر دو کہ راج گڑھ فائل کی منظوری لے کر سراج گڑھ کی فائل مجھے دے دو۔ میں کاپی کر کر واپس کر دوں گا اور پھر تم اسے واپس رکھ دینا۔“ رشید سلیمان نے کہا۔

”ہاں۔ ایسا ہو سکتا ہے۔ راج گڑھ فائل تو کئی بار سنور سے نکالی جاتی رہی ہے اور اس کے نکالنے پر سردار بھی اعتراض نہیں کریں گے لیکن کمپیوٹر میں درج کرنے کے لئے اس کو نکالا تو بہر حال جائے گا۔“ ڈاکٹر کاشف نے کہا۔

”تو کیا ہو۔ دونوں کو اکٹھا جوڑ کر نکال لینا۔ پھر اسی طرح واپس رکھ دینا۔“ رشید سلیمان نے کہا۔

”نہیک ہے۔ تمہارے لئے یہ کام میں کر دوں گا لیکن آج نہیں

کلی۔“ ڈاکٹر کاشف نے کہا۔

”کل کیوں۔ آج کیوں نہیں۔“ رشید سلیمان نے چونک کر کہا۔

”ارے۔ اتنی بھی کیا جلدی ہے اور ویسے بھی یہ غیر قانونی کام ہے۔ مجھے سوچنے کے لئے وقت بھی چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ میرا سارا کیریئر ہی تباہ ہو جائے۔ تم جانتے ہو سردار کو۔ معافی کا غانہ تو ان کے پاس ہے ہی نہیں۔“ ڈاکٹر کاشف نے منہ ہلاتے ہوئے کہا۔

”تم اس پر سوچنے کی بجائے اس بات پر سوچو کہ تم فراموشیگ کے تین لاکھ روپے کیسے اور کب ادا کر سکو گے۔“ رشید سلیمان نے منہ ہلاتے ہوئے کہا تو ڈاکٹر کاشف بے اختیار چونک پڑا۔

”تمہیں کیسے معلوم ہوا یہ سب۔“ ڈاکٹر کاشف نے حیرت نگر سے لجے میں کہا۔

”وہ میرے دریلے سردار تک پیغام پہنچانا چاہتا تھا لیکن میں نے صاف انکار کر دیا۔ پھر اس نے مجھے ایک لاکھ روپے دینے کا لالچی دیا۔ پھر چار لاکھ روپے تک کا لیکن میں نے صاف انکار کر دیا کیونکہ تم میرے دوست ہو اور میں تمہارا کیریئر تباہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔“ رشید سلیمان نے کہا۔

”اوہ۔ بے حد شکر یہ دوست۔ تم سے واقعی مجھے بچا لیا ہے۔ کاش میں جوا نہ کھیلتا۔ اب تو بہر حال پھنس گیا ہوں۔“ ڈاکٹر

”اسے اس ریسرچ پر لاکھوں ڈالر ملیں گے اور اس پر اخراجات کے لئے بھی علیحدہ ہزاروں ڈالر مل چکے ہیں اور ہماری کارروائی سے اس کا قصور کھل ہو جائے گا۔ وہ تو انجائی شکر یہ کے ساتھ یہ معمولی رقم دے دے گی لیکن ایک بات ہے کہ اسے یہ نقل مہیا کر دی جائے تاکہ وہ یہ تو نہ سمجھے کہ اسے غیر ملکی سمجھ کر لوٹا جا رہا ہے۔“ رشید سلیمان نے کہا۔

”اوہ۔ تمہاری بات ہے تو قرین قیاس۔ ٹھیک ہے۔ میں جا کر سردار سے اجازت لیتا ہوں۔ پھر تم اسے اپنے کابینہ پر نقل کر لیتا اور میں اسے واپس رکھ دوں گا۔“ ڈاکٹر کاشف نے آمادہ ہوتے ہوئے کہا اور پھر وہ دونوں کنکٹین سے اٹھ کر واپس اپنے کمرے میں آئے تو ڈاکٹر احمد علی وہاں موجود تھے۔

”آج تم دونوں نے بہت دقت کنکٹین میں ضائع کر دیا ہے۔ اگر سردار کال کر لیتے تو معاملہ جڑ بھی سکتا تھا۔“ ڈاکٹر احمد علی نے ان دونوں سے مخاطب ہو کر کہا۔

”بس ایسے ہی ایک پرانا قہہ چھڑ گیا تھا۔“ رشید سلیمان نے کہا اور پھر وہ دونوں اپنی اپنی میزوں پر جا کر بیٹھ گئے۔ ڈاکٹر کاشف نے الیکٹرونک ٹائپ مشین پر کانڈ جڑ پایا اور پھر اس کے ہاتھ تیزی سے کی بورڈ پر چلنے لگے۔ چند لمحوں بعد اس نے کانڈ اتارا۔ دروازے سے ایک فائل نکال کر اس نے کانڈ کو فائل میں رکھا اور اٹھ کر وہ ایک سائیکل پر موجود دیوار کے سامنے رکھی ہوئی الماری

کاشف نے کہا۔

”ایک مل ہے میرے پاس۔“ رشید سلیمان نے چند لمحوں کے بعد کہا۔

”مل۔ کیا مل۔“ ڈاکٹر کاشف نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”جہیں بیس لاکھ روپے مل سکتے ہیں اگر میں چاہوں۔“ رشید سلیمان نے کہا تو ڈاکٹر کاشف اسے اس انداز میں دیکھنے لگا جیسے اس نے کوئی احمقانہ بات کر دی ہو۔

”میں لاکھ مل سکتے ہیں۔ کون دے گا اتنی بڑی رقم۔“ ڈاکٹر کاشف نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”یہ پاکیشٹائی روپے ہیں۔ یہ اتنی بڑی رقم نہیں ہے۔ اگر اسے ایکریکٹن ڈالروں میں تبدیل کیا جائے تو یہ چھوٹی ہی رقم بنتی ہے اور ریٹا نے مجھے بتایا ہے کہ اسے ریسرچ کے لئے بہت بڑی رقم ڈالروں میں ملتی ہے۔ اگر میں اسے کہہ دوں کہ اس کا کام ہو سکتا ہے بشرطیکہ وہ تھوڑی سی رقم خرچ کرے تو وہ لازماً تیار ہو جائے گی اور تمہارا کام ہو جائے گا۔ تمہارا اوجھار اتر جائے گا اور تمہاری عزت محفوظ ہو جائے گی۔“ رشید سلیمان نے کہا۔

”ارے۔ یہ کیا کہہ رہے ہو۔ احمق ہو گئے ہو۔ مہمان کی عزت کرنے کی بجائے اس سے رقم طلب کی جائے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔“ ڈاکٹر کاشف نے کہا۔



”تم دونوں فاطمیں اٹھا لاؤ تاکہ ہم جلدی فارغ ہو جائیں۔“  
 رشید سلیمان نے بے چہن سے لہجے میں کہا تو ڈاکٹر کاشف نے  
 اثبات میں سر ہلا دیا اور ایک نولادی دروازے کی طرف بڑھ گیا  
 جس پر سرخ رنگ کا بلب مستقل طور پر چل رہا تھا۔ یہ پیش سنور کا  
 دروازہ تھا اور اس کا کوڑا دروازہ بدل دیا جاتا تھا اور یہ کوڑا سردا  
 بدلے تھے اس لئے اسے کھولنے کے لئے فن سے اجازت لینا چتی  
 تھی اور اس اجازت کے ساتھ ہی وہ اس روز کا کوڑا بھی درج کر  
 دیتے تھے اور یہی کوڑا دروازے پر موجود بنوں کو پرہیز کر کے اسے  
 کھولا جاسکتا تھا۔ اس بار بھی سردا کو کبھی مٹی درخوامت پر سردا  
 کے دستخون کے نیچے کوڑا درج تھا اور کاشف اٹھ کر اس دروازے  
 کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے کوڑا پرہیز کیا تو ادھر چلا ہوا سرخ رنگ  
 کا بلب بجھ گیا تو اس نے ایک بار پھر کوڑا پرہیز کیا اور پھر  
 دروازے کو کھلیا تو دروازہ کھلتا چلا گیا اور ڈاکٹر کاشف اندر داخل  
 ہو گیا۔ اندر کپیسٹر سیٹنگ تھی۔ غلط آدمی اندر داخل ہی نہ ہو سکتا تھا  
 کیونکہ غلط آدمی کے اندر داخل ہونے پر فوراً الارم بج اٹھتا تھا اور  
 دروازہ خود بخود بند ہو جاتا تھا لیکن ڈاکٹر کاشف اس سنور کا اختیار  
 تھا اور یہ سنور ایک بڑے ہال پر مشتمل تھا جس میں بے شمار نولادی  
 الماریاں دیواروں کے ساتھ موجود تھیں۔ ڈاکٹر کاشف اس مطلوبہ  
 الماری کی طرف بڑھ گیا جس میں دونوں فاطمیں موجود تھیں۔ اس  
 نے الماری پر موجود بنوں کو اس کے کوڑا کے مطابق دیا تو الماری

کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے الماری کا اوپر والا حصہ کھولا اور فائل  
 اندر رکھ کر اس نے الماری بند کر کے نیچے لگا ہوا ایک فن پرہیز کر  
 دیا۔ بجلی سیٹنگ بجنے کی آواز سنائی دی اور پھر خاموشی غاری ہوئی  
 تو ڈاکٹر کاشف واپس آ کر اپنی میز کے پیچھے بیٹھ گیا۔ وہاں پر  
 گیا۔ تھوڑی دیر بعد الماری میں سے کھنی بجنے کی آواز سنائی دی تو  
 ڈاکٹر کاشف اٹھا اور اس نے جاکر الماری کھولی اور اس میں موجود  
 وہی فائل اٹھا کر الماری بند کر دی اور پھر اپنی میز پر آ کر اس نے  
 فائل کھولی تو اس کے چہرے پر مسرت کے تاثرات ابھرا آئے تھے۔  
 اسی لمحے ڈاکٹر احمد علی اٹھ کھڑے ہوئے۔

”کیا ہوا ہے۔“ ڈاکٹر کاشف نے حیرت بھرے لہجے میں  
 پوچھا۔

”میں نے باقی وقت کی چھٹی سردا سے لے لی ہے۔ میری  
 بیٹی اپنے شوہر کے ساتھ آ رہی ہے۔ میں نے انہیں ایئر پورٹ پر  
 دیکھ کر کہا ہے۔ گڈ بائی۔ کھل ملاقات ہوگی۔“ ڈاکٹر احمد علی نے کہا  
 تو ان دونوں نے کھل بائی کہا اور ڈاکٹر احمد علی سر ہلاتے ہوئے  
 مڑے اور کمرے سے باہر چلے گئے۔

”قسمت ہمارے ساتھ ہے رشید۔ سردا نے بھی اجازت دے  
 دی ہے اور ڈاکٹر احمد علی جیسا آدمی جو ایک منٹ کی چھٹی کرنے کا  
 فائل نہیں ہے وہ بھی چھٹی پر چلا گیا ہے ورنہ نچانے اس کے  
 سامنے کتنے بہانے بناتے پڑتے۔“ ڈاکٹر کاشف نے کہا۔

نکل گئی۔ الماری کے چار خانے تھے اور ہر خانے میں ایک ایک فائل موجود تھی۔ ڈاکٹر کاشف نے پچلے خانے اور اس کے اوپر والے خانے کی فائلیں اٹھا کر انہیں دیکھا اور پھر سب سے پچلے خانے کی فائل کو اوپر والے خانے کی فائل کے ساتھ اس انداز میں رکھا کہ دونوں کے درمیان معمولی سا فرق بھی محسوس نہ ہوا اور پھر الماری بند کر کے اس نے دونوں فائلوں کو ایک بڑی مشین کے خانے میں رکھ دیا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے ٹن پریس کیا تو مشین میں سے ہلکی سی سیٹی کی آواز سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی سکرین پر اس کے کے الفاظ ابھر آئے اور مشین آف ہو گئی۔ ڈاکٹر کاشف نے دونوں فائلیں اٹھائیں اور واپس مڑا اور باہر آ کر اس نے بڑا فولادی دروازہ بند کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی اس پر موجود سرخ رنگ کا بلب جل اٹھا۔

”لے آئے ہو فائلیں“..... رشید سلیمان نے انتہائی بے چین سے لہجے میں کہا۔

”ہاں۔ یہ لو۔ یہ تمہاری فائل ہے سوراخ گڑھ والی اور یہ ہے راج گڑھ والی فائل۔ تم نے سوراخ گڑھ والی فائل کی کاپی کرنی ہے۔ دیسے یہ یہیں پڑی ہے۔ تم کاپی کرو میں داش روم سے ہو کر آتا ہوں“..... ڈاکٹر کاشف نے کہا تو رشید سلیمان نے اثبات میں سر ہلایا اور پھر پہلے اس نے راج گڑھ والی فائل کو کامیئر مشین میں رکھ کر اس نے اس کے ہر صفحے کی کاپی بنانا شروع کر دی۔ اس

فائل میں صرف آٹھ صفحات تھے اس لئے جیسے ہی یہ آٹھ صفحات کی کاپی تیار ہوئی رشید سلیمان نے فائل اٹھا کر واپس اس جگہ پر رکھ دی جہاں ڈاکٹر کاشف نے رکھی تھی اور نقول کو اٹھا کر اس نے اپنے کونٹ کی اندرونی جیب میں رکھ کر اس نے سوراخ گڑھ والی فائل اٹھا کر اس کی نقول تیار کرنا شروع کر دیں۔

”کیا ہوا۔ بن گئی نقول“..... اسی لمحے ڈاکٹر کاشف نے داش روم سے واپس آتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ یہ ویسے جو صفحے ہیں سارے“..... رشید سلیمان نے کہا اور ڈاکٹر کاشف نے ایک نظر دوسری فائل کو دیکھا جو اسی جگہ پڑی تھی اور پھر اس نے دونوں فائلیں اٹھالیں۔

”میں انہیں واپس رکھ آؤں“..... ڈاکٹر کاشف نے کہا اور رشید سلیمان کے سر ہلانے پر وہ اس فولادی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔



”کس قسم کا فیصلہ“..... جارج نے چونک کر پوچھا۔

”رشید سلیمان نے نئی بات کی ہے۔ اس نے فون پر بتایا ہے کہ جس سوشل سنڈر میں فائلیں موجود ہیں اس کا انچارج ڈاکٹر کاشف ہے اور ڈاکٹر کاشف کی مرضی کے بغیر وہاں سے فائل حاصل نہیں کی جاسکتی اور راج گڑھ لیبارٹری کی اصل فائل سوشل سنڈر میں ہی ہے لیکن ڈاکٹر کاشف سے اگر وہ براہ راست اس فائل کی بات کرتا تو وہ بھی اس فائل کو نقل کرنے کی اجازت نہ دیتا۔ چنانچہ اسے پکڑ دیا گیا کہ نقل ایک اور ناکارہ فائل کی کرنی ہے لیکن چونکہ راج گڑھ فائل کے بغیر وہ ناکارہ فائل بھی باہر نہیں لائی جاسکتی اس لئے دونوں فائلیں باہر لائی جائیں اور پھر ناکارہ فائل جسے سوریج مندر کی فائل کہا جاتا ہے اور نقل بھی اسی سوریج مندر دہلی فائل کی کی جائے گی اور وہ اس پیکر میں آگیا اور اس طرح دونوں فائلیں باہر آگئیں اور رشید سلیمان نے خفیہ طور پر راج گڑھ لیبارٹری کی فائل کی بھی نقول کر لیں اور بظاہر سوریج مندر دہلی فائل کی نقل بھی کر لی اور پھر ڈاکٹر کاشف نے دونوں فائلیں واپس سوشل سنڈر میں رکھ دیں۔ اس سارے کام کے لئے ڈاکٹر کاشف کو آمادہ کرنے کے لئے اس نے تین ہزار ڈالر اس کو دینے کا وعدہ کیا تھا اور یہ دونوں شام کو یہاں پہنچ رہے ہیں اس لئے میں نے تمہیں فون کیا تھا کہ تم یہاں آ جاؤ تاکہ یہ فیصلہ کیا جاسکے کہ فائل لے کر ان دونوں کا خاتمہ کرنا ہے یا نہیں۔ اگر نہیں تو پھر

فائل کی کاپی لے آئے گا جس میں بیرونی راستوں اور نکتوں کے بارے میں تفصیل موجود ہوگی اور رشید سلیمان نے کہا تھا کہ وہ فوری طور پر یہ فائل حاصل کرنے کی کوشش کرے گا اور فائل حاصل کر کے فوراً یہاں آ جائے گا اس لئے ریٹا اس کے جانے کے بعد اکیلی یہاں رہ گئی تھی۔ چونکہ لکھی میں ہر طرح کی سہولت موجود تھی اس لئے اسے یہاں اکیلے رہنا کوئی مسئلہ نہ تھا اور پھر ریٹا نے جارج کو فون کر کے اطلاع دی کہ رشید سلیمان کا فون آیا ہے کہ وہ اپنے ایک دوست سائنس دان ڈاکٹر کاشف کے ساتھ آ رہا ہے اس لئے جارج بھی آ جائے۔ چنانچہ اسی وقت وہ یہاں موجود تھا۔ چند لمحوں بعد ریٹا شراب کی بوتل اور دو گلاس شرے میں رکھے اندر داخل ہوئی۔ اس نے بوتل اور گلاس میز پر رکھے اور پھر شرے کو تپائی پر رکھ کر اس نے بوتل کھولی اور دونوں گلاسوں میں شراب ڈالنے لگی۔

”لو“..... ریٹا نے ایک گلاس جارج کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

”تم نے مجھے کیوں کال کیا ہے۔ کیا تمہیں کوئی خطرہ محسوس ہو رہا ہے“..... جارج نے شراب کا گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔

”خطرے سے تو میں اکیلی ہی نمٹ سکتی ہوں۔ میں نے تمہیں اس لئے کال کیا ہے کہ ان کے بارے میں اکیلی میں فیصلہ نہیں کرنا چاہتی تھی“..... ریٹا نے بھی شراب کا گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔



کرنا پڑا۔ اب ہر قسم کی بکیر فوس ہو گئی ہے تو اب فون کیا ہے میں نے..... رشید سلیمان نے کہا۔

”اوکے۔ پھر آ جاؤ۔ پھر کیوں دیر لگا رہے ہو؟.....“ رینا نے بھی بے چینی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

”وہ جس ڈاکٹر کا شف کی حد سے کام ہوا ہے وہ بھی میرے ساتھ آ رہا ہے۔ اس کی رقم کے لئے میں نے کہا تھا۔ وہ کام ہو گیا ہے۔“ رشید سلیمان نے قدرے جھجکتے ہوئے پوچھا۔

”تم کب اور کام نہ ہو۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے ڈیئر۔ لیکن وہ کہیں یہاں چپک نہ جائے۔“ رینا نے منہ بتاتے ہوئے کہا۔

”کرے نہیں۔ وہ اپنی رقم لے کر واپس چلا جائے گا۔ پھر ہم تم ہوں گے اور رقم میں سارا جہاں ہو گا۔“ رشید سلیمان نے خمیضہ ناشقانہ لہجے میں کہا تو رینا بے اختیار فوس پڑی۔

”اوکے۔ آ جاؤ۔ میں تمہارا انتظار گیٹ پر کروں گی۔“ رینا نے کہا اور ریسور رکھ دیا۔

”اب بولو۔ کیا کرنا ہے۔ اب معاملہ سر پر آ گیا ہے۔“ رینا نے جارج سے مخاطب ہو کر کہا۔

”گھبرانے یا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ ہم دونوں کا مشترکہ تھیسز ہے۔ ہم فائل دیکھیں گے۔

اگر فائل درست ہوئی تو میں چپک لکھ کر دوسرے سائنس دان کو دے دوں گا۔ مجھے چپک لکھنا دیکھ کر تم اٹھ کر کمرے سے باہر جانا

سے گریز نہیں کرے گا۔“ رینا نے بڑے فاخترانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ مزید کوئی بات ہوتی درمیانی میز پر موجود فون کی تھکنی بج اٹھی تو رینا نے ہاتھ بیڑھا کر ریسور اٹھا لیا اور اس کے ساتھ ہی اس نے لاؤڈر کا بٹن بھی پریس کر دیا۔

”بس۔ رینا بولی رہی ہوں۔“ رینا نے بڑے لاؤ بھرے لہجے میں کہا کیونکہ اسے سو فیصد یقین تھا کہ کال رشید سلیمان کی طرف سے کی گئی ہو گی۔

”رشید سلیمان بول رہا ہوں رینا۔“ دوسری طرف سے رشید سلیمان کی آواز سنائی دی۔ لہجہ ایسے تھا جیسے وہ وہیں بیٹھے بیٹھے رینا پر لٹا ہو رہا ہو۔

”ڈیئر۔ میں تو لکھ لکھ تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔ کب آ رہے ہو تم۔“ رینا نے پہلے سے بھی زیادہ لاؤ بھرے لہجے میں کہا۔

”تمہارے کام کی وجہ سے رکا ہوا تھا۔ اب وہ ہو گیا ہے۔“ رشید سلیمان نے کہا۔

”لیکن وہ تم نے دو تین گھنٹے پہلے فون کر کے کہا تھا کہ کام ہو گیا ہے۔“ رینا نے قدرے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”اس وقت کام پشٹل سنور سے باہر آیا تھا۔ اب اسے جنرل چیننگ سے جو کپیور سے ہوتی ہے اس سے بچا کر نکال لیا گیا ہے اور ہم دفتر کے وقت سے پہلے باہر نہیں جا سکتے تھے اس لئے انتظار

اور بے ہوش کرنے والی تھیں کا پھل لے کر آ جانا۔ میں سانس روک لوں گا تم تھیں فائز کر دینا۔ یہ دوٹوں بے ہوش ہو جائیں گے۔ ہم رقم بھی اڑا لیں گے اور پھر کادس سے بات کر کے ہم نئے میک اپ میں یہاں سے نکل جائیں گے..... ہمارے نئے اطمینان بھرے لہجے میں کہا تو رونا نے بھی اطمینان بھرے انداز میں سر ہلا دیا۔

عمران اپنے قلیٹ میں بیٹھا ایک رسالہ کے مطالعہ میں مصروف تھا کہ سلیمان کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں چائے کی ایک پیالی تھی جس میں سے بھاپ نکل رہی تھی۔

”یہ لیجئے صاحب“..... سلیمان نے بڑے مؤدبانہ لہجے میں کہا تو عمران نے چونک کر اس کی طرف دیکھا اور پھر اس طرح چائے کی پیالی کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگا جیسے زندگی میں پہلی بار دیکھا۔ کوئی چیز دیکھی ہو۔

”یہ۔ یہ۔ کیا یہ واقعی چائے ہی ہے۔ یا“..... عمران نے رک رک کر کہا۔

”چائے ہے صاحب۔ میں نے سوچا کہ آپ کو مطالعہ کے دوران چائے کی ضرورت پیش آتی ہے“..... سلیمان نے بڑے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”مم۔ مم۔ مگر کیا سورج آج مغرب سے طلوع ہوا تھا۔ کیوں۔“  
 عمران نے رسالہ میز پر رکھتے ہوئے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”نہیں صاحب۔ سورج تو مشرق سے ہی طلوع ہوا تھا لیکن۔“  
 سلیمان کچھ کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

”لیکن کیا۔“ عمران نے چونک کر کہا۔

”لیکن طلوع ہونے کے بعد گھرے بادلوں کے پکر میں پھنس گیا۔“ سلیمان نے جواب دیا۔

”کیا مطلب۔ باہر تو دھوپ لگی ہوئی ہے اور تم گھرے بادلوں کی بات کر رہے ہو۔ کیا ہو گیا ہے تمہیں۔“ عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”میں ابھی نہیں اپنے ہمسائے رانا ریاست علی کی بات کر رہا ہوں۔ وہ بہت پڑھا لکھا ہے اور محکمہ بلڈنگز میں بڑا افسر ہے۔ پھر اس پر سورج طلوع ہو گیا۔ اس نے اللہ تعالیٰ سے وعدہ کر لیا کہ وہ آئندہ رشوت نہیں لے گا لیکن گھرے بادل تو ایسے سورج کی تاک میں ہوتے ہیں۔ چنانچہ اس کے خلاف سیکڑوں بنا دیا گیا اور اسے نوکری سے معطل کر کے اس سے رہائش گاہ بھی چھین لی گئی اور وہ یہاں ہماری ہمسائیگی میں آ گیا۔ انٹیلی جنس زیورہ اس کے خلاف تحقیقات میں مصروف ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ کیا ہوا ہے۔“ سلیمان نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

”کیا ہوا ہے۔“ عمران نے حیران ہو کر پوچھا۔

”ان سے انٹیکٹر نے رشوت طلب کی تو انہوں نے انکار کر دیا۔ نتیجہ یہ کہ ان پر رشوت کا الزام ثابت کر دیا گیا۔ ایسے گواہان سامنے لائے گئے جن کا کوئی وجود ہی نہیں ہے اور آپ کے سوپر فیاض صاحب نے انٹیکٹر کی رپورٹ اوکے کر دی اور اب یہ فائل بڑے صاحب کے پاس ہے۔“ سلیمان نے کہا۔

”تو پھر کیا ہوا۔ ایسی انگلیاڑیاں تو ہوتی ہی رہتی ہیں۔ سارے پاکیشیا میں یہی کام ہو رہا ہے۔ انکوائری، سیکڑوں، معطلی، برخواستگی لیکن کرپشن دیسے کی دیسے ہی ہے بلکہ روز بروز بڑھتی جا رہی ہے۔“ عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”اس کی وجہ یہی ہے کہ معطلی، برخواستگی، انکوائری، سیکڑوں صرف ان لوگوں کے بنتے ہیں جو رشوت خور نہیں ہوتے لیکن جو لوگ انکوائری کرتے ہیں وہ خود رشوت خور ہوتے ہیں۔ دوسرے نقصوں میں سورج تو مشرق سے ہی طلوع ہوتا ہے لیکن بادلوں میں پھنس کر رہ جاتا ہے۔“ سلیمان نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”تمہیں رانا ریاست علی سے اس لئے ہمدردی ہو رہی ہے کہ وہ ہمارا ہمسایہ ہے۔ کیوں۔“ عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ آپ چائے پیئیں اور جیسے ہی یہ ختم ہو گی میں دوسری لا دوں گا۔“ سلیمان نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا اور واپس مڑ گیا۔



پھر یہ آدھی تھوڑا بھی ختم ہو جائے گی۔ پھر بے روزگاری ہوگی۔ رانا ریاست علی ہو گا اور اس کا رشتہ نہ کھانے کا عہد ہو گا اور جس انٹیکس وسم نے یہ انکوائری کی ہے میں اس کا گھر بھی دیکھ آیا ہوں اور اس کا ٹھانڈا ہاتھ بھی۔ یوں لگتا ہے جیسے وہ کسی جاگیر دار کا بیٹا ہو حالانکہ اس کا والد پولیس میں کانسٹیبل تھا۔ کبھی بس میں سفر کرتا بھی نصیب نہ تھا لیکن اب اس کے ہر بیٹے کے پاس کار ہے۔

سلیمان نے جواب دیا۔  
 ”ٹھیک ہے۔ مجھے یقین آ گیا ہے۔ رانا صاحب سے ملاقات ہو سکتی ہے۔“ عمران نے کہا۔

”ہاں۔ میں انہیں بلاتا ہوں۔“ سلیمان نے سر ت ہمرے لہجے میں کہا اور تیزی سے واپس مڑ کر کمرے سے باہر چلا گیا۔ اسی لمحے فون کی گھنٹی بج اُچی تو عمران نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھالیا۔  
 ”علی عمران الیم ایس ایس۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں۔“ عمران نے رسیور اٹھا کر اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔

”ٹائیگر بول رہا ہوں ہاس۔ ایک آرم بات آپ سے ڈسکس کرنی ہے۔ آپ اجازت دیں تو میں فلیٹ پر آ جاؤں۔“ ٹائیگر نے کہا تو عمران چونک پڑا۔

”کس سلسلے میں۔“ عمران نے حیران ہو کر پوچھا۔

”سرदार کی لیبارٹری میں دو سائنس دان کام کرتے ہیں۔ ان کے بارے میں۔“ ٹائیگر نے کہا۔

”ارے۔ ارے۔ رکو۔ رکو۔ کیا مطلب۔ یہ پلچخت تم کسی مجرب کی طرح روٹھ کر کیوں پل دیتے۔“ عمران نے کہا۔

”آپ کتابیں پڑھتے ہیں اور کتابیں بے جان ہوتی ہیں۔ آپ انسانوں کو پڑھا کریں جو پائدار ہوتے ہیں۔ مطالعہ اچھی چیز ہے لیکن جس مطالعہ سے انسان کے احساسات ہی مر جائیں ایسے مطالعہ سے نہ پڑھنا ہی اچھا ہے۔ ایک آدمی کی پوری زندگی، اس کا پورا کیریئر، اس کے بچوں کا مستقبل سب کچھ واؤ پر لگ گیا۔ کر لئے، اس لئے کہ اس نے رشتہ نہ کھانے کا عہد کیا تھا اور آپ آ پرواہ ہی نہیں۔ آپ بس کتابیں ہی پڑھتے جا رہے ہیں۔ پڑھتے رہیں۔“ سلیمان نے کہا اور ایک بار پھر واپس مڑ گیا۔

”ارے۔ ارے۔ ایک تو تم ہر وقت پرانے گھوڑے پر سوار رہتے ہو۔ ایک منٹ رک جاؤ۔ یہ بتاؤ کہ تمہیں کیسے یقین ہے کہ رانا ریاست علی نے جو کچھ تمہیں بتایا ہے وہ درست ہے۔“ عمران نے کہا۔

”اس لئے کہ رانا صاحب کے گھر کا حال دیکھ لیں۔ اس نے بچے کا بچ پڑھتے ہیں لیکن اب وہ گھر بیٹھے ہیں کیونکہ فیسیں وہ کے لئے پیسے نہیں ہیں۔ اس کی ایک بیٹی یونیورسٹی میں پڑھتی۔ اور وہ بھی اب گھر نہیں ہے آدھی پڑھائی چھوڑ کر کیک اس کی فٹ کے پیسے نہیں۔ معطلی کے دنوں میں جو آدھی تھوڑا ملتی ہے اس۔ روٹی بھی پوزی نہیں ہوتی اور جب انہیں برخواست کر دیا جائے گا

رانا ریاست علی صونے پر بیٹھ گئے اور بھر عمران نے ان سے اس انگوٹری اور الزامات کے بارے میں بات چیت شروع کر دی۔ ابھی بات چیت ہو رہی تھی کہ کال نل کی آواز سنائی دی۔ اسی لمحے سلیمان چائے کی ٹرے اٹھائے اندر داخل ہوا۔

”سلیمان۔ ٹائیگر آ گیا ہے۔“ عمران نے سلیمان سے پوچھا۔  
 ”جی صاحب۔“ سلیمان نے ٹرے درمیانی میز پر رکھتے ہوئے کہا اور خود کمرے سے باہر چلا گیا۔ عمران نے چائے کے دو کپ بنا کر ایک رانا ریاست علی کے سامنے رکھا اور دوسرا اپنے سامنے رکھ لیا۔ اسی لمحے ٹائیگر اندر داخل ہوا اور رانا ریاست علی اٹھ کھڑا ہوا۔

”یہ رانا ریاست علی ہیں۔ ہمارے ہمسائے اور یہ میرا شاگرد ہے ٹائیگر۔“ عمران نے بیٹھے بیٹھے دونوں کا باہمی تعارف کرایا اور ایک دوسرے سے دلی فقرے بولنے کے بعد وہ دونوں ہی صوفوں پر بیٹھ گئے۔

”ایک منٹ۔ میں رانا صاحب سے بات کر رہا ہوں۔ پھر تمہاری بھی سنتا ہوں۔“ عمران نے ٹائیگر سے مخاطب ہو کر کہا۔

”نہیں ہاس۔ اگر میں نے مداخلت کی ہے تو میں چلا جاتا ہوں۔ پھر آ جاؤں گا۔“ ٹائیگر نے کہا۔

”ایسی کوئی بات نہیں۔ بیٹھو۔“ عمران نے کہا اور پھر رانا ریاست علی سے بات چیت شروع کر دی۔

”اوہ۔ آ جاؤ۔“ عمران نے کہا اور ریسور رکھ دیا۔ سردار اور سائنس دانوں کا سن کر اس کی چیخٹائی پر لکیریں سی ابھر آئی تھیں۔ چند لمحوں بعد اسے بیرونی دروازہ کھلنے کی آواز سنائی دی۔

”آ جائیں رانا صاحب۔ آ جائیں۔“ سلیمان کی آواز سنائے دی تو عمران سمجھ گیا کہ سلیمان رانا ریاست علی کو لے آیا ہے۔ سلیمان نے اسے ڈرائیونگ روم میں بٹھا دیا اور پھر خود وہ سٹنک روم میں آ گیا۔

”رانا ریاست علی صاحب آ گئے ہیں۔“ سلیمان نے کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلایا اور اٹھ کر ڈرائیونگ روم کی طرف بڑھ گیا۔ جب وہ ڈرائیونگ روم میں داخل ہوا تو سامنے ہی صونے پر ایک قدرے پختہ عمر کا آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ اس کا چہرہ لٹکا ہوا تو اور آنکھیں دیران ہی دکھائی دے رہی تھیں۔ اس کے جسم پر مناسب لباس تھا۔ عمران کو دیکھ کر وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

”میرا نام علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) ہے۔“ عمران نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔ اب لہذا اس انداز میں تعارف کرانا اس کی فطرت ثانیہ بن چکی تھی۔

”میرا نام رانا ریاست علی ہے اور مجھے تھوڑے دنوں سے آپ کی ہمسائیگی کا شرف حاصل ہوا ہے۔“ رانا ریاست علی نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے باتکار لہجے میں کہا۔

”جی نہیں۔“ دلی فقرات کی ادائیگی کے بعد عمران نے کہا ”

”اوکے۔ رانا صاحب۔ آپ بے فکر رہیں۔ آپ کا کوئی بال بچا بھی نہیں کر سکے گا۔ انشاء اللہ“۔ عمران نے تفصیل سننے کے بعد اٹھتے ہوئے کہا تو رانا ریاست علی بھی اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے سنے ہوئے چہرے پر بیخفت سرت کے تاثرات ابھر آئے۔

”یہ آپ کی مہربانی ہو گی جناب“۔ رانا ریاست علی نے سرت بھرے لہجے میں کہا۔

”لیکن ایک شرط ہے“۔ عمران نے کہا تو رانا ریاست علی بے اختیار چونک پڑا۔

”شرط“۔ رانا ریاست علی نے قدرے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”ہاں۔ شرط یہ کہ آئندہ بھی آپ کبھی رشوت نہیں لیں گے۔“

عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”آپ تو اسے شرط کا نام دے رہے ہیں۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے وعدہ کیا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ سے کیا ہوا وعدہ میں کیسے توڑ سکتا ہوں“۔ رانا ریاست علی نے بڑے ٹھوس لہجے میں کہا۔

”مگدشو۔ انشاء اللہ پھر ملاقات ہو گی“۔ عمران نے کہا اور پھر وہ رانا ریاست علی کو چھوڑنے دروازے تک گیا۔ رانا ریاست علی عمران کو متح کرتا رہا لیکن عمران نے اس کی ایک نہ سنی اور پھر اسے دروازے پر چھوڑ کر وہ واپس شنگ روم میں آ گیا۔ چونکہ ٹائیگر بھی عمران کے پیچھے ہی باہر آ گیا تھا اس لئے وہ بھی شنگ روم میں آ

گیا۔

”ہاں۔ یہ اٹلی جنس بیورو کے انسپکٹر ویم کا ذکر ہو رہا تھا۔ اسے تو میں بھی جانتا ہوں۔ بے حد شاطر آدمی ہے۔ جو ابھی کلیتا ہے اور ہر وہ کام کرتا ہے جو ایک رشوت خور کر سکتا ہے“۔ ٹائیگر نے کہا۔

”کوئی بات نہیں۔ یہ چار دنوں کی چاندنی ہوتی ہے۔ ان لوگوں کا اہتمام بہر حال اندھیری رات ہی ہوتا ہے۔ تم سناؤ کہ تم کن سائنس دانوں کی بات کر رہے تھے اور کیا ہوا ہے“۔ عمران نے کہا۔

”ہاں۔ میں گلستان کالونی ایک دوست سے ملنے گیا تو وہاں میں نے ایک کوشی کے سامنے پولیس کی جیبیں کھڑی دیکھیں۔ میں نے ایسے ہی تجسس کی وجہ سے پوچھ لیا تو معلوم ہوا کہ ساتھ والی کوشی کے چوکیدار نے پولیس کو اطلاع دی ہے کہ کوشی میں دو آدمی بے ہوش پڑے ہوئے ہیں۔ پولیس نے آ کر انہیں چیک کیا تو پتہ چلا کہ ان دونوں کو گیس فار کر کے بے ہوش کیا گیا تھا۔ بہر حال انہیں ہوش میں لایا گیا تو پتہ چلا کہ وہ دونوں ہی سائنس دان ہیں اور دونوں کا تعلق اس لیبارٹری سے ہے جس کے انچارج سردار ہیں۔ انہوں نے پولیس کو بتایا کہ وہ ایک دوست سے ملنے یہاں آئے تھے لیکن ان کا دوست کہیں گیا ہوا تھا۔ پھر اچانک انہیں نامائوس ی بو محسوس ہوئی اور وہ بے ہوش ہو گئے۔ جب وہ ہوش

ہے۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

”میں ہاں۔ اسی لئے میں آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں کہ اس معاملے میں ہمیں پوری چھان بین کرنی چاہئے۔۔۔۔۔ ٹائیگر نے کہا۔  
 ”ہاں۔ تمہاری بات درست ہے۔ سائنس دان اور غیر ملکی۔ یہ دونوں عناصر اہم رنگ ہیں۔ کیا نام تھے ان سائنس دانوں کے۔“  
 عمران نے پوچھا۔

”ایک کا ہم رشید سلیمان اور دوسرے کا نام کاشف بتایا گیا ہے۔۔۔۔۔ ٹائیگر نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ میں سرکار سے بات کر لوں گا۔ لیکن تم نے ان غیر ملکیوں کو نہیں کرنا ہے۔ اس چوکیدار سے مزید معلومات حاصل کرو اور انہیں ڈھونڈ لکھو۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

”میں ہاں۔۔۔۔۔ ٹائیگر نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

”مجھے اجازت ہاں۔۔۔۔۔ ٹائیگر نے کہا تو عمران کے سر ہلانے پر اس نے اسے سلام کیا اور مڑ کر کمرے سے باہر چلا گیا۔ جب بیرونی دروازہ کھلنے اور پھر بند ہونے کی آواز سنائی دی تو عمران نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھایا اور نمبر پرپس کرنے شروع کر دیئے۔

”ہی! اسے نو ڈائریکٹر جنرل سنٹرل انٹیلی جنس بیورو۔۔۔۔۔ رابطہ قائم ہو چکی ہے ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

”وہی عربی ایف ایس سی۔ وی ایف ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں۔“

میں آئے تو پولیس وہاں موجود تھی۔ دوست کے بارے میں انہوں نے بتایا کہ ان کے دوست کا نام عالم شیر ہے اور وہ اسپورٹ ایکسپورٹ کا کام کرتا ہے۔ اس نے ملاقات کے لئے اس کوٹھی کا ایڈریس بتایا تھا۔ ان کی یہاں پہلی ملاقات تھی کیونکہ اس سے پہلے ان کی ملاقات ایک ہوٹل کی لابی میں ہوئی تھی۔۔۔۔۔ ٹائیگر نے کہا۔  
 ”لیکن اس میں تمہارے لئے پریشانی کی کیا بات ہے۔ کوئی پتہ ہو گا ان دوستوں میں۔ وہ سائنس دان ہیں تو کیا ہوا۔ انسان بھی تو ہیں۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

”آپ کی بات درست ہے۔ لیکن جب میں نے پولیس کے جانے کے بعد اس چوکیدار سے بات کی۔ میرا مقصد اس دوست کے بارے میں معلومات حاصل کرنا تھا جس نے انہیں باقاعدہ گیس سے بے ہوش کر دیا تو اس چوکیدار نے بتایا کہ کوٹھی میں گزشتہ دو روز سے ایک غیر ملکی عورت اکیلی رہ رہی تھی، ایک بچہ عورت اور آج صبح ایک غیر ملکی آدمی بھی کوٹھی میں موجود تھا اور اس نے کار میں ان دونوں کو جاتے ہوئے بھی دیکھا تھا۔ پھر جب اس نے چھوٹا پھاٹک کھلا ہوا دیکھا تو وہ اندر گیا۔ اس نے گیس کی ناگوار بو محسوس کی اور پھر کمرے میں اسے دونوں آدمی بے ہوش پڑے ہوئے ملے۔۔۔۔۔ ٹائیگر نے کہا تو عمران کے چہرے پر پریشانی کے تاثرات ابھر آئے۔

”غیر ملکی۔ اس کا مطلب ہے کہ معاملہ توقع سے زیادہ گہرا

عمران نے اس بار سرد لہجے میں کہا۔

لجے میں حیرت تھی کیونکہ عمران ایسے لجے میں اس وقت بات کرتا تھا جب کوئی اہم معاملہ ہو۔

”میں آپ کے آفس آ رہا ہوں۔ آپ اپنے سپریشنٹ فیاض اور انجینئر وہیم کو بھی وارنٹ کر دیا تاکہ وہ آپ کی کال پر فوراً آپ کے آفس میں حاضر ہو سکیں۔“ عمران نے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ سر عبدالرحمن مزید کچھ کہتے عمران نے دھڑور رکھا اور اٹھ کر ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ڈریسنگ روم سے باہر آیا تو اس کے جسم پر نیوی بلیو کالر کا سوٹ تھا اور اس نے سرخ رنگ کی جانی لٹائی ہوئی تھی۔

”صاحب۔ بڑے صاحب آپ کی بات نہیں مانیں گے لیکن مجھے یقین ہے کہ آپ حق بات ان سے منوالیں گے..... سیامان نے عمران کے بیرونی دروازے کی طرف بڑھتے ہی اس سے مخاطب ہو کر کہا۔

”تم فکر مت کرو۔ میں ان کا بیٹا ہوں۔ مجھے صرف یقین چاہئے تھا کہ رانا ریاست علی غلط بیانی نہیں کر رہا اور یہ یقین مجھے حاصل ہو چکا ہے۔“ عمران نے کہا اور پھر دروازہ کھول کر وہ سبز حیاں اترتا ہوا نیچے آ گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی کار خاصی تیز رفتاری سے سنٹرل ایلیمنٹی جنس بورو کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔

عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اودھ۔۔ چھو نے صاحب آپ۔ میں بات کراتا ہوں آپ کی۔“  
دوسری طرف سے پی اے نے کہا: دور پھر لاکن پر خاموشی طاری ہو  
گئی۔

”ہاں“..... چند لمحوں بعد سر عید الرحمن کی مخصوص اور باوقار آواز سنائی دی۔

”علیٰ عمران ایم ایس سی“۔۔۔ عمران نے ایک بار پھر اپنا تعارف کراٹا شروع کر دیا۔

”مجھے پی اسے لے گا دیا ہے۔ کیوں فون کیا ہے۔ جلدی ہو لو۔“  
 سر عبدالرحمن نے درمیان سے بات کاٹنے کو سخت لہجے میں کہا۔  
 ”ایک انتہائی اہم معاملے میں آپ سے ملاقات کرنی ہے۔  
 ایک بے گناہ آدمی کو آپ نے سولی پر چڑھا رکھا ہے۔ اسے سولی  
 سے نیچے اتروانا ہے۔“..... عمران نے کہا۔

”کیا بکواس کر رہے ہو۔ سولی۔ بے گناہ۔ یہ سب کیا کہہ رہے ہو۔ کیا تمہارا ذہن اب تمہارے قابو میں نہیں رہا۔“ سر عبدالرحمن نے شدید غصیلے لہجے میں کہا۔

”ڈیڈی۔ آپ اب آئیں بند کر کے اپنے مائٹوں کی رپڑوں کو تسلیم کر لیتے ہیں حالانکہ ان میں اکثر غلط اور جھوٹی ہوتی ہیں اور جو لوگ ان رپڑوں کی زد میں آتے ہیں ان کا ایک ایک لمحہ اس طرح گزرتا ہے جس طرح شیش سولی پر چڑھا دیا گیا ہو۔“

شٹرل انٹلی جنس بیورو کی پادریگ میں کار روک کر وہ چھپے اترے اور سیدھا ڈائریکٹر جنرل کے آفس کی طرف بڑھ گیا۔ باہر موجود چڑا ہی نے اسے دیکھ کر بے حد متوجہ انداز میں سلام کیا۔

”کیسے ہو چاچا احمد علی۔ اب کچھ زیادہ بوزے ہوتے جا رہے ہو۔ کیا ہوا ہے۔ ماسی رجتے کھانے کو کچھ نہیں دیتیں آپ کو۔“ عمران نے بوزے چڑا ہی کے پاس رک کر اس کے کاندر سے پرتھو رکھتے ہوئے کہا۔ یہ چڑا ہی اب ریٹائر ہونے کے قریب تھا اور طویل عرصے سے سر عبدالرحمن کے ساتھ کام کر رہا تھا اس لئے عمران اسے اور اس کے پورے خاندان سے اچھی طرح واقف تھا۔

”بھڑھا تو خیر میں ہو گیا ہوں اور اگلے ماہ مجھے ریٹائر کر دیا جائے گا۔ جہاں تک تمہاری ماسی رجتے کا تعلق ہے وہ تو اپنے منہ کا نوالہ بھی میرے منہ میں ڈالنے کی سرکوبوش کرتی ہے۔ لیکن اب کیا کیا جائے۔ کہاں تک کھایا جائے۔“ چاچا احمد علی نے کہا تو عمران بے اختیار فحش پڑا۔

”ڈیلی کا موڈ کیسا ہے۔“ عمران نے قدم سے پر اسرار سے لہجے میں پوچھا۔

”آپ کا انتظار کر رہے ہیں اور مسلسل ٹیبل رہے ہیں۔“ چاچا رحمت علی نے کہا۔

”اوہ۔ پھر تو اب تک وہ تھک گئے ہوں گے۔“ عمران نے کہا اور پردہ ہٹا کر وہ کمرے میں داخل ہو گیا۔

”السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔“ قبلہ دکانہ آں جہانی۔ اوہ جوری۔ ویری سوری۔ ایں جہانی۔ آپ کے مزاج مبارک بلکہ مبارک باد کیسے ہیں۔“ عمران نے کہا۔

”علیکم السلام۔ بھٹو۔ میں تمہارا ہی انتظار کر رہا تھا۔ بھٹو۔“ سر عبدالرحمن نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”مجھے چاچا رحمت علی نے بتایا ہے کہ آپ باغ میں جا کر داک کرنے کی بجائے یہاں بند کمرے میں داک کرنے کا شوق پورا کر لیتے ہیں۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”تم یہ بتاؤ کہ تم نے کس معاملے میں سولی دہلی بات کی ہے۔ جلدی بناؤ۔ مجھے یوں لگ رہا ہے جیسے میں خود سولی پر چڑھ گیا ہوں۔“ سر عبدالرحمن نے ہنستے ہوئے کہا۔

”ڈیلی۔“ ٹھکے بلڈنگ میں ایک انٹیکسٹین ہیں رانا ریاست علی۔ اس پر کرپشن کا الزام لگایا گیا تو اس کی انکوائری آپ کے گلے کو جھجائی گئی۔ شاید آپ کی ٹیک نامی کو دیکھتے ہوئے۔ آپ کے انیکٹر وسم نے انکوائری کی اور پھر انکوائری رپورٹ سوپر فیاض کے سامنے پیش کی گئی اور اس نے اس کے کر کے دھمکا کر دیئے۔ شاید اس نے اسے پڑھا بھی نہیں ہو گا اور اب یہ فائل آپ کے پاس ہے اور رانا ریاست علی اپنے بچوں سمیت سولی پر چڑھا ہوا ہے۔“ نرمان نے کہا۔

”تم کیسے جانتے ہو اسے۔“ سر عبدالرحمن نے غور سے عمران

”یہ سرکاری معاملہ ہے۔ جاؤ تم۔“..... سر عبدالرحمن نے کہا تو عمران نے اس بار مسکراتے ہوئے سلام کیا اور واپس مڑ کر آفس سے باہر آ گیا۔

”چاچا۔ مای رحمتے کو میرا سلام ضرور دینا اور انہیں کہنا کہ تمہارا بھانجا کہہ رہا تھا کہ ابھی چاچا احمد علی بوڑھا نہیں ہوا۔ پھر مای رحمتے نے خطاب لگانا کیوں چھوڑ دیا ہے؟“..... عمران نے شرارت بھرے لہجے میں کہا تو چاچا احمد علی بے اختیار کھکھلا کر غصہ پڑا۔

”اب بھی آپ ویسے ہی ہیں جیسے بچپن میں تھے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو حفظ و امان میں رکھے چھوٹے صاحب“..... بوڑھے احمد علی نے کہا تو عمران سلام کر کے واپس پارکنگ میں آ گیا اور چند لمحوں بعد اس کی کار سردار کی لیبارٹری کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ اسے رانا ریاست علی کے معاملے کی اب کوئی فکر نہ رہی تھی کیونکہ اسے معلوم تھا کہ سر عبدالرحمن اب فوراً ہی یہ قائل منگوائیں گے اور پھر اس کی اس طرح چھان چھنگ ہوگی کہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا اور یہی وہ چاہتا تھا اس لئے اب اسے اس معاملے کی فکر نہ رہی تھی۔ اسے معلوم تھا کہ سر عبدالرحمن کے ذہن میں اگر شک کا بیج بو دیا جائے تو پھر وہ خود بخود تناور درخت بن جاتا ہے۔ کار چلاتے ہوئے اسے اچانک خیال آیا کہ سردار سے بات تو کرے۔ ہو سکتا ہے سردار وہاں ہیں بھی کسی یا نہیں۔ چنانچہ ایک

کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”وہ اب ہمارا ہمسایہ بن چکا ہے اور آپ آغا سلیمان پاشا کو تو اچھی طرح جانتے ہیں۔ لوگ گم شدہ چیزیں ٹریس کرتے ہیں۔ وہ خالوں سے معلوموں کو ٹریس کرتا ہے۔ اس نے اسے ٹریس کیا اور پھر میں نے رانا ریاست علی صاحب سے ملاقات کر کے تفصیلی معلومات حاصل کیں۔ اس کے بعد میں نے انکپٹر ویم کے بارے میں رپورٹس حاصل کیں تو وہ مثبت بہر حال نہیں آئیں۔ آپ وہ قائل منگوائیں پھر بات ہوگی۔“..... عمران نے کہا۔

”لیکن تمہیں کس نے اجازت دی ہے کہ تم سرکاری معاملات میں مداخلت کرو۔ تمہیں معلوم ہے کہ کار سرکار میں مداخلت جرم ہے۔“..... سر عبدالرحمن نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

”اور کیا کار سرکار اب بھی رہ گیا ہے ڈیڑی کی بے گناہ لوگوں کو سولی پر چڑھائے دکھو اور جو رشوت نہ لے اسے رشوت کے الزام میں ہی پکڑ لو۔“..... عمران نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دینے ہوئے کہا۔

”مجھے سمجھانے کی کوشش مت کرو۔ جاؤ تم۔ جب وقت آئے گا تو اس فائل کو بھی دیکھ لیا جائے گا۔ گٹ آؤٹ۔“..... سر عبدالرحمن نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”اوکے ڈیڑی۔ اب مجھے امان بی کی عدالت میں یہ معاملہ پیش کرنا ہو گا۔“..... عمران نے اٹھتے ہوئے ہاتھ دھکی دیتے ہوئے

ہوئے لہجے میں کہا۔

”سٹریٹس کی معافی چاہتا ہوں جناب سردار صاحب۔ میں آپ سے ملاقات کے لئے حاضر ہو رہا تھا کہ اچانک مجھے خیال آیا کہ پہلے معلوم کر لوں کہ آپ تشریف رکھتے ہیں یا نہیں۔ اب اگر آپ اجازت دیں تو میں حاضر ہو جاؤں۔“ عمران نے اس بار بڑے بالکل لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

”اس وقت تم کہاں موجود ہو؟“ دوسری طرف سے سردار نے سنجیدگی سے پوچھا تو عمران نے اس جگہ کے بارے میں بتا دیا جہاں کے پبلک فون بوتھ سے وہ کال کر رہا تھا۔

”تم وہیں ٹھہرو۔ میں خود تمہیں لپٹنے کے لئے آ رہا ہوں۔“ سردار نے کہا تو عمران بے اختیار اونچی آواز میں کلکھلا کر ہنس پڑا۔ سردار کے اس خوبصورت جواب نے اسے واقعی بے حد متحفظ کیا تھا۔

”آپ کا پروفیکول مکمل ہوتے ہوتے تو میں یہاں کھڑے کھڑے سوکھ جاؤں گا اس لئے میں خود ہی حاضر ہو رہا ہوں۔“ عمران نے جھپٹے ہوائے کہا اور پھر ریسیور رکھ کر اس نے فون نہیں میں لگے ہوا کارڈ نکالا اور اسے جیب میں ڈال کر وہ تیزی سے کار کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس کے چہرے پر ابھی تک سردار کی باتوں کے خوشگوار اثرات موجود تھے اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ سردار کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔

پبلک فون بوتھ کے قریب اس نے کار روکی اور پھر نیچے اتر کر اس نے کوٹ کی چھوٹی جیب میں موجود فون کارڈ نکال کر ان میں سے ایک کارڈ منتخب کیا اور پھر فون بوتھ میں داخل ہو کر اس نے ریسیور اٹھایا اور مخصوص خانے میں کارڈ ڈال کر جب اسے دیا یا تو فون ٹیبل کے کونے میں سبز رنگ کا بلب مل اٹھا اور عمران نے تیزی سے نمبر پرکس کرنے شروع کر دیئے۔

”داور بول رہا ہوں۔“ دوسری طرف سے سردار کی آواز سنائی دی کیونکہ یہ ان کا براہ راست نمبر تھا۔

”معلیٰ عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں۔“ عمران نے اپنے مخصوص لہجے میں سلام کرتے ہوئے تعارف کرایا۔

”ہلو“ سردار نے بھی سلام کا جواب دیتے ہوئے کہا۔

”منہ دیکھ کر یا بغیر منہ دیکھ“ عمران نے جواب دیا۔

”کیا۔ کیا کہہ رہے ہو۔ یہ کیا کہو اس ہے؟“ سردار نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”ارے۔ ارے۔ اس میں خاصہ کھانے کی کیا ضرورت ہے۔ میں نے پوچھا ہے کہ بالمشاورت گفتگو ہوگی یا بول دوں۔“ عمران نے کہا۔

”یہ تم پہیلیاں کیوں بھجوا شروع کر دیتے ہو۔ مکمل کر بات کیا کرو۔ انسان نجانے کن سوچا میں ہوتا ہے کہ اوپر سے تمہاری پہیلیاں شروع ہو جاتی ہیں۔“ سردار نے اس بار خاصے جھلائے



”اس میں کون سی پہیلی ہے۔ میں کہہ رہا ہوں کہ ہمیں بھی سیل فون استعمال کرنے چاہئیں اور آپ کہہ رہے ہیں کہ میں پہیلیاں بھڑاتا ہوں۔“ عمران نے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ مزید کوئی بات ہوتی کرے گا دروازہ کھلا اور ملازم چائے کا سامان لے کر آئے رکھے اندر داخل ہوا۔ اس نے چائے کے برتن درمیان میز پر رکھے اور پھر واپس چلا گیا۔

”تو تم کرو سیل فون استعمال۔ کیا رکاوٹ ہے وہ بتاؤ۔“ سردار نے چائے بنانے کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

”آپ رہنے دیں۔ میں بتاتا ہوں۔ جہاں تک رکاوٹ کا تعلق ہے تو آپ چاہتے ہیں کہ ہم بھی مارکیٹ سے سیل فون خریدیں اور اسے استعمال کرنا شروع کر دیں۔ کیا واقعی آپ ایسا چاہتے ہیں۔“ عمران نے چائے کی پیالی اٹھا کر سردار کے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ تو کوئی خاص مسئلہ ہے۔ آئی ایم سوری عمران۔ میں سمجھ نہیں پا رہا۔ تم بتاؤ مسئلہ کیا ہے۔“ سردار نے بڑے واضح الفاظ میں اعتراف کرتے ہوئے کہا۔

”بھئی تو آپ کی عظمت ہے کہ آپ میں نہ تو احساس کمتری ہے اور نہ ہی احساس برتری بلکہ۔“ عمران بات کرتے کرتے رک گیا۔

”بلکہ کیا۔“ سردار نے چونک کر پوچھا۔

”آج کوئی خاص بات ہو گئی ہے جو تمہیں میری اس طرز خصوصی یاد آگئی ہے۔“ سردار نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”آپ پاکیشیا کے سب سے سخیئر سائنس دان ہیں اس نے میں آپ سے گلہ کرنے حاضر ہوا ہوں۔“ عمران نے ہنسنے لگا۔

”گلہ۔ کس بات کا۔“ سردار نے چونک کر کہا۔

”میں موجودہ دور میں جب پاکیشیا کے سولہ کروڑ میں سے کم کم پندرہ کروڑ افراد نے سیل فون رکھے ہوئے ہیں اور اب گلاسگو بھی ایس ایم ایس کے ذریعے بھیک مانگتے ہیں اور ہم آج تک فون بقیہ تلاش کرنے میں لگے رہے ہیں۔“ عمران نے تو سردار بھی بے اختیار چونک چڑے۔ ان کے شاید تصور میں نہ تھا کہ عمران اس انداز میں بات کرے گا۔

”اس میں پریشان ہونے کی کیا بات ہے۔ تم بھی سو پاک فون لے لو۔ اگر کہو تو میں خرید کر تمہیں دے دیتا ہوں۔“ سردار جواب دیا۔

”بس یہی ایک ایسا مسئلہ ہے جو ناقابل حل ہے کہ آپ بات کو وزن ہی نہیں دیتے۔“ عمران نے منہ بناتے ہوئے کہ سردار بے اختیار فیس چڑے۔

”آئی ایم سوری عمران۔ لیکن تمہارے ساتھ بھی یہی مسئلہ کہ تم بھی پہیلیاں بھڑاتے رہے ہو۔“ سردار نے کہا۔

لجھ میں کہا۔

”تیل فون کمپنیاں ہر کال کا نہ صرف ریکارڈ رکھتی ہیں بلکہ نمبرز سے معلوم کر لیتی ہیں کہ اس نمبر سے یا اس نمبر پر کال کس علاقے سے کی گئی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ ہم آپس میں جو بات چیت کریں گے ہمارے دشمن اس کا ٹیپ آسانی سے حاصل کر سکتے ہیں اور وہ فون نمبروں کی مدد سے سب کی رہائش گاہیں حتیٰ کہ چیف اور سیکرٹ سروس کا ہیڈ کوارٹر جو کبھی کسی پر اوپن نہیں ہوا کھل کر دشمنوں کے سامنے آ جائے گا۔ پھر کیا ہو گا۔ پاکیشیا سیکرٹ سروس کا ہیڈ کوارٹر اور ممبران کی رہائش گاہوں کو میزائلوں سے اڑا دیا جائے گا“۔ عمران نے جواب دیا۔

”اوو۔ اوو۔ ویری ہیڈ۔ اوو۔ میں نے تو اس پہلو پر سوچا ہی نہیں تھا۔ تمہاری بات درست ہے۔ تمہارے لئے واقعی یہ انتہائی خطرناک آلات ہیں لیکن انہیں محفوظ بھی تو بنایا جاسکتا ہے“۔ سردار نے کہا۔

”اللہ آپ کا بھلا کرے۔ میں بھی یہی چاہتا تھا کہ آپ اس معاملے میں ہماری مدد کریں۔ پاکیشیا کا خصوصی مواصلاتی سیارہ غلاء میں موجود ہے اور مجھے معلوم ہے کہ اسے آئندہ سو سالوں کی مواصلاتی ضروریات کو مد نظر رکھ کر تیار کیا گیا ہے۔ خصوصاً اس میں ایسی مشینری ہے جس سے جنگ کے دوران اور زمانہ امن میں ملٹری انٹیلی جنس کے لئے مخصوص مشینری نصب کی گئی ہے اور مجھے اس

”بلکہ سرے سے احساس ہی نہیں ہے“۔ عمران نے آہستہ سے کہا تو سردار جیسے شہیدہ آدمی بھی بے اختیار کلکھلا کر ہنس پڑے۔

”اچھا یہ بتاؤ کہ اصل مسئلہ کیا ہے“۔ سردار نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ساتھ ساتھ وہ چائے بھی پی رہے تھے۔

”اصل مسئلہ تو اور ہے۔ ابھی درمیانی مسئلہ ہے“۔ عمران نے جواب دیا۔

”کیا“۔ سردار نے کہا۔

”تیل فون والا۔ مجھے اچانک خیال آ گیا تو میں نے بات کر دی اور اب میں سوچ رہا ہوں کہ واقعی موجودہ ترقی یافتہ دور میں جبکہ کمپیوٹر اور تیل فون عام ہیں اور ہم ابھی تک پبلک فون بوتھ کی تلاش میں رہتے ہیں اور ٹرانسمیٹر پر گفتگو کرتے رہتے ہیں“۔ عمران نے منہ ہلاتے ہوئے کہا۔

”تو کرو استعمال۔ تمہیں کس نے روک رکھا ہے“۔ سردار نے اس بار جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”سردار۔ کیا آپ چاہتے ہیں کہ چیف سمیت میں اور میرے تمام ساتھی موت کے گھاٹ اتار دیے جائیں“۔ عمران نے اس بار شہیدہ لہجے میں کہا تو سردار بے اختیار اچھل پڑے۔

”کیا۔ کیا۔ یہ کیا کہہ رہے ہو۔ کیا مطلب۔ تیل فون کے استعمال سے تم ہلاک کیسے ہو جاؤ گے“۔ سردار نے حیرت بھرے

تمام مشینری کی تفصیلات کا بھی علم ہے۔ آپ ہمارے لئے اس کا سیکشن ایس اے ریزرو کر دیں۔ باقی کام ہم اپنا مرضی سے کرائیں گے۔“ عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اس کے لئے تو ضروری ہے کہ تمہارا چیف باقاعدہ تحریری درخواست دے۔ پھر ہی ایسا ہو سکتا ہے۔“ سردار نے کہا۔

”اس درخواست کی منظوری کس نے دینا ہے؟“ عمران نے منہ ہاتھ دھوئے کہا۔

”میری سفارشات پر صدر مملکت نے۔“ سردار نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”آپ اپنی سفارشات میں اس پر تفصیل سے لکھیں گے کہ سیارے کی مشینری کے کس خصوصی حصے کو آپ کس مقاصد کے لئے استعمال کرنے کے لئے اجازت دے رہے ہیں۔“ عمران نے کہا۔

”ہاں۔ کیوں۔“ سردار نے چونک کر پوچھا۔

”اس طرح یہ کاغذ آپ کے ریکارڈ کا حصہ بن جائے گا اور اگر یہ کاغذ دشمنوں تک پہنچ گیا تو پھر۔“ عمران نے کہا۔

”یہ کیسے ممکن ہے کہ یہاں کا ریکارڈ دشمنوں تک پہنچ جائے؟“ سردار نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”اسے آپ اپنے کوشش ریکارڈ روم میں رکھیں گے نا۔“ عمران نے کہا۔

”ہاں اور تمہیں معلوم ہے کہ وہ ناقابل تفسیر ہے۔“ سردار نے غریب لہجے میں کہا۔

”اس کا انچارج کون ہے۔“ عمران نے پوچھا۔

”ڈائریکٹر کاشف۔ یہ انتہائی بااعتماد آدمی ہے۔“ سردار نے

جواب دیا تو عمران بے اختیار چونک پڑا۔ اس کے چہرے پر بے

اختیار تشویش کے تاثرات ابھر آئے۔

”کیا ہوا۔ تم پریشان کیوں ہو گئے ہو۔“ سردار نے حیرت

بھرے لہجے میں کہا۔

”اوہ۔ تو یہ مسئلہ ہے۔ میری بیٹی۔“ عمران نے کہا۔

”کیا ہوا ہے۔ کچھ بتاؤ گے یا نہیں۔“ سردار نے اس بار

قدرے غصیلے لہجے میں کہا۔

”رشید سلیمان کون ہے۔“ عمران نے پوچھا۔

”وہ بھی سائنس دان ہے لیکن اس وقت وہ انتظامی ڈیوٹی پر

ہے اور یہ دونوں ایک ہی ہال میں بیٹھے ہیں اور ان کے انچارج

ڈائریکٹر احمد علی ہیں لیکن تم بار بار ابھی ہوئی باتیں کیوں کر رہے ہو۔

سیل فون کی بات کرتے کرتے تم ڈائریکٹر کاشف کا نام سن کر اچھل

پڑے۔ کیوں۔“ سردار نے کہا۔

”میں آیا تو ڈائریکٹر کاشف اور رشید سلیمان کے لئے بات کرنے

تھا، پھر راستے میں آپ کو فون کرنے کی وجہ سے اچانک مجھے سیل

فون کا خیال آ گیا لیکن ان باتوں سے یہ فائدہ ہوا کہ اصل بات

سامنے آگئی درندہ شاہی اس طرف میرا خیال ہی نہ جاتا۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

”کیا مطلب۔ کون سی اصل بات۔۔۔۔۔ سردار نے کہا۔

”سردار۔ آپ کو رپورٹ تو مل چکی ہوگی کہ آپ کے دو سائنس دان گلستان کالونی کی فیک کونٹری میں بے ہوش پڑے پائے گئے ہیں اور انہیں گیس سے بے ہوش کیا گیا ہے۔۔۔۔۔ عمران نے اس بار سنجیدہ لہجہ میں کہا۔

”ہاں۔ مجھے اطلاع مل گئی ہے۔ وہ دونوں اس وقت ہیشل ملٹری ہسپتال میں ہیں۔ میری ڈاکٹر کاشف اور رشید سلیمان سے فون پر بات ہوئی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ وہ ایک نئے دوست کی دعوت پر اس کی رہائش گاہ پر گئے تو انہیں اچانک گیس ٹاؤر سے بے ہوش کر دیا گیا۔ اس کے بعد انہیں ہوش آیا تو پولیس ان کے سامنے تھی۔ ان کا کوئی نقصان بھی نہیں ہوا اور اس دوست کا حلیہ اور نام وغیرہ انہوں نے پولیس کو بتا دیا ہے۔ وہ اس بارے میں انکوائری کر رہے ہیں لیکن جہیں کیسے اس بارے میں اطلاع ملی ہے۔۔۔۔۔ سردار نے کہا۔

”میرا شاگرد ٹانگیر اس کونٹری کے سامنے سے گزر رہا تھا کہ اس نے وہاں پولیس دیکھی تو تجسس کی وجہ سے رک گیا۔ پھر دونوں ڈاکٹروں کی بے ہوشی سامنے آئی تو اس نے مجھے رپورٹ دی اور میں آپ کے پاس آ گیا۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

”لیکن اس میں خاص بات کیا ہے۔ ڈیوٹی کے بعد سائنس دان بھی انسان ہوتے ہیں۔ وہ جو کالونی کام کرتے رہیں ہم اس میں کیسے مداخلت کر سکتے ہیں۔ ان کا دوست جب پولیس کو مل جائے گا تو پھر بات سامنے آ جائے گی کہ اس نے یہ حرکت کیوں کی۔۔۔۔۔ سردار نے کہا۔

”سردار۔ میں بھی آپ کی طرح اس معاملے کو اسی طرح دیکھنے کے انداز میں لیتا اگر ٹانگیر نے ساتھ ہی یہ رپورٹ نہ دی ہوتی کہ ان کی بے ہوشی سے پہلے ایک غیر ملکی جوڑا کار میں بیٹھ کر وہاں سے گیا ہے اور ایک غیر ملکی لڑکی دو روز سے اس کونٹری میں ایک ہی رہی تھی اور اس کا غیر ملکی ساتھی اسی روز کونٹری پر آیا تھا اور آپ نے اب یہ بتا کر کہ ڈاکٹر کاشف ہیشل سٹور کا انچارج ہے۔ مجھے چوٹکا دیا ہے۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

”اوہ۔ تو ای لے تم چوٹکے تھے۔۔۔۔۔ سردار نے کہا۔

”جی ہاں۔ کیا آپ یہ چیک کر سکتے ہیں کہ ڈاکٹر کاشف گزشتہ ایک ہفتے کے دوران ہیشل سٹور سے کون کون سی فائلیں باہر لایا اور کون کون سی اندر لے گیا ہے۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

”ہاں۔ میری خصوصی اجازت اور روزانہ کے کوڈ کے بغیر تو ہیشل سٹور کھل ہی نہیں سکتا۔ ڈاکٹر کاشف مجھے تحریری طور پر لکھ کر بھیجتا ہے کہ ہیشل سٹور کھلنے کا کیا متعہ ہے۔ میں اس کی اجازت دیتا ہوں اور اس روز کا کوڈ لکھ دیتا ہوں اور ساتھ ہی میں کمپیوٹر میں

اسے فیز کر دیا جاتا ہے۔ پھر ہی وہ فائل کنٹریکشن مشور سے باہر آ سکتی ہے۔۔۔۔۔ سردار نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”واقعی فول پروف پلان ہے لیکن غیر ملکوں کے درمیان میں داخل ہونے سے معاملات بہرہ رمل مشکوک ہیں۔ آپ وہ لسٹ منگوائیں۔۔۔۔۔ عمران نے کہا تو سردار نے انٹرکام کا رسیور دھنپایا اور وہ نمبر پریس کر کے انہوں نے کسی سے تفصیل سے بات کرنا شروع کر دی اور پھر رسیور دکھ دیا گیا۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا اور ایک نوجوان اندر داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں ایک فائل تھی۔ اس نے سردار کو سلام کیا اور پھر فائل سردار کے سامنے رکھ دی اور خود واپس چلا گیا۔ سردار نے فائل کھولی تو اندر ایک کاغذ موجود تھا۔ وہ اسے پڑھتے رہے اور پھر انہوں نے فائل بند کر کے اسے عمران کی طرف بڑھا دیا۔

”کوئی اہم فائل تو باہر نہیں لے جائی گئی جسے مشکوک سمجھا جائے۔۔۔۔۔ سردار نے کہا لیکن عمران نے فائل کھولی اور پھر کاغذ پر موجود تحریر کو پڑھنا شروع کر دیا۔ کل سولہ فائلیں درج تھیں جو ایک ہفتے کے دوران باہر لے جائی گئی تھیں اور پھر سب سے آخر میں اس نے جب راج گڑھ کے الفاظ پڑھے تو وہ بے اختیار چونک پڑا۔

”یہ راج گڑھ میں کیا کوئی لیبارٹری ہے۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

”ہاں۔۔۔۔۔ انتہائی اہم لیبارٹری ہے۔ میزائلوں کے سلسلے میں یہاں

کام ہوتا ہے۔۔۔۔۔ سردار نے کہا۔

”وہاں تو گھٹا جنگل ہے۔ یہ لیبارٹری کہاں ہے۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

”قدیم ترین دور میں وہاں ایک مندر تھا جسے راج مندر کہا جاتا تھا لیکن اب یہ مندر تو تباہ ہو چکا ہے۔ البتہ اس کے زیر زمین تہہ خانے موجود ہیں وہاں یہ لیبارٹری قائم کی گئی ہے۔ اس کا خصوصی راستہ زیر زمین سے ہوتا ہوا جنگل کے اختتام پر مشرق کی طرف ایک فوجی چھاؤنی کے اندر رکھا گیا ہے تاکہ یہ مکمل طور پر غیبی رہے اور اسی انتظام کی وجہ سے آج تک یہ غیبی ہی رہی ہے۔ البتہ اس کے ساتھ ساتھ جنگل میں بھی ایسے آلات نصب کئے گئے ہیں کہ اگر کوئی مشکوک آدمی اور خاص طور پر یہ مکمل وہاں نظر آئے تو اسے چپکے چپکے کیا جاسکے۔ اب تک چار ایسے مشکوک افراد پکڑے جا چکے ہیں جن کا تعلق انگریزین، اسپیسوں سے تھا۔۔۔۔۔ سردار نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”اس کا مطلب ہے کہ یہ سارا مکمل اس فائل کے لئے کھلیا گیا ہے۔۔۔۔۔ عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

”کس فائل کے لئے۔۔۔۔۔ سردار نے چونک کر کہا۔

”راج گڑھ لیبارٹری کی فائل کی بات کر رہا ہوں۔۔۔۔۔ عمران نے کہا اور پھر اس نے سنٹرل انٹیلیجنس لائبریری سے راج گڑھ کے بارے میں محفوظ کے چرائے جانے اور پھر واپس رکھے جانے اور

میا۔

”تم اس فائل میں کیا دیکھنا چاہتے ہو؟“ سردار نے پوچھا۔

”یہ کہ کیا یہ فائل سیکشیل ہیچر پر مبنی ہے یا عام کاغذ پر؟“ عمران

نے کہا۔

”سیکشیل سنور میں موجود تمام فائلیں سیکشیل ہیچر پر مبنی ہیں۔“ سردار

نے کہا۔

”اس کا مطلب ہے کہ ان کی کاپی نہیں ہو سکتی؟“ عمران نے

کہا۔

”پہلے تو نہیں ہو سکتی تھی لیکن اب تو جدید سیکشیل کاغذ آ گئے

ہیں۔ اب تو ہو جاتی ہے۔“ سردار نے کہا تو عمران نے اثبات

میں سر ہلا دیا۔ پھر تقریباً دس منٹ بعد ڈاکٹر ذیشان اندر داخل ہوا تو

اس کے ہاتھ میں دو فائلیں تھیں۔ وہ دونوں اس نے سردار کے

سامنے رکھ دیں۔ ان میں سے ایک تو دسی پہلے والی فائل تھی۔

سردار نے دوسری فائل اٹھائی، اسے کھولا اور پھر اس میں موجود

کاغذات کو چیک کرنے لگا۔

”ٹھیک ہے۔ آپ جا سکتے ہیں۔“ سردار نے کہا تو ڈاکٹر

ذیشان سلام کر کے واپس چلا گیا۔ سردار نے فائل میں موجود کئی

کاغذات پر دھیلا کئے اور ان کے نیچے کوڑا تحریر کر کے وہ اٹھے اور

فائل لے کر کمرے سے باہر چلے گئے۔ عمران خاموش بیٹھا رہا۔

تقریباً پندرہ منٹ بعد دروازہ کھلا تو سردار اندر داخل ہوئے۔ ان

اس چوری میں غیر ملکی جارج کے مٹھتے ہونے کی ساری تفصیل بتا دی۔

”لیکن ڈاکٹر کاشف اس ٹائپ کا آدمی نہیں ہے۔ وہ میرے

ساتھ گزشتہ دس پندرہ سالوں سے کام کر رہا ہے۔“ سردار نے

کہا۔

”اور رشید سلیمان۔ اس کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔“

عمران نے کہا۔

”وہ بالبتہ نیا آیا ہے اور ڈاکٹر کاشف سے جو نیئر ہے۔“ سردار

نے کہا۔

”آپ یہ راج گڑھ والی فائل منگوا لیں۔ میں اسے چیک کرنا

چاہتا ہوں۔“ عمران نے کہا تو سردار نے اثبات میں سر ہلایا اور

پھر انٹرکام کا رسور اٹھا کر اس نے نمبر پریس کرنے شروع کر

دیئے۔ پھر کسی کو کال کر کے انہوں نے رسور رکھ دیا۔ تھوڑی دیر

بعد دروازہ کھلا اور ایک اوجیز عمر آدمی اندر داخل ہوا۔

”ڈاکٹر ذیشان۔“ سیکشیل سنور میں موجود ایک فائل مجھے

چاہئے۔ اس کا کوڈ نمبر نوٹ کریں اور پھر اس کے لئے ضروری

کاغذات تیار کر کے لے آئیں۔“ سردار نے پہلے والی فائل اٹھا

کر آنے والے کے حوالے کرتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی فائل کا

نمبر بھی بتا دیا۔

”میں سر۔“ ڈاکٹر ذیشان نے کہا اور فائل لے کر واپس چلا

کس نے ایسا کیا ہوگا اور کیوں اور دونوں فائلوں کی کاپی کی گئی ہے حالانکہ سوراج گڑھ والی فائل بے کار ہے۔ اس کی کاپی کی کیا ضرورت تھی؟..... سردار نے اچھے ہوئے لہجے میں کہا۔

”میرا اندازہ ہے کہ سوراج گڑھ کی فائل کی آڑ میں راج گڑھ والی فائل کی کاپی کی گئی ہے“..... عمران نے کہا۔

”نہیں مجھے جو لیئر آیا تھا اس میں راج گڑھ فائل طلب کی گئی تھی“..... سردار نے کہا۔

”تو پھر یہ منظر نامہ اس انداز میں بنتا ہے کہ راج گڑھ لیبارٹری کے خلاف مشن لے کر غیر ملکی ٹیم یہاں آئی ہے۔ پہلے انہوں نے سنٹرل ہسپتال لاہور پر سے قدیم محفوظ چوری کر لیا اور محفوظی میں اس پورے علاقے کا نقشہ بھی موجود ہے لیکن اس سے لیبارٹری کا راستہ انہیں نہیں مل سکتا تو انہوں نے اس طرف توجہ کی اور یقیناً یہ کام رشید سلیمان نے کیا ہوگا۔ اس نے غیر ملکی جوڑے سے اس کا سورا کیا لیکن چونکہ ڈاکٹر کاشف کے بغیر فائل باہر نہ آ سکتی تھی اس لئے اس نے اسے چکر دیا ہوگا کہ اسے بے کار سوراج گڑھ کی فائل کی کاپی کرنی ہے۔ شاید کوئی رقم کا سلسلہ بھی ہوگا۔ پھر یہ طے ہوا ہوگا کہ آپ کو جو لیئر بھیجا جائے اس میں راج گڑھ فائل درج کی جائے تاکہ آپ اجازت دے دیں ورنہ بے کار فائل باہر جانے سے آپ چمک بھی سکتے تھے۔ پھر ڈاکٹر کاشف نے راج گڑھ کی فائل کی آڑ میں دونوں فائلیں باہر نکالیں جن کی کاپیاں کی گئیں اور

کے ہاتھ میں دو فائلیں تھیں۔

”یہ ہے وہ فائل راج گڑھ والی اور یہ دوسری سوراج گڑھ کی فائل ہے۔ یہ بے کار فائل ہے کیونکہ پہلے وہاں لیبارٹری بنانے کا پلان تھا لیکن پھر اسے غیر موثر قرار دے کر ختم کر دیا گیا۔ ابنت فائل سیشنل سنٹر میں موجود رہی ہے“..... سردار نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی دونوں فائلیں عمران کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

”سوراج گڑھ کہاں ہے؟“..... عمران نے فائلیں لیتے ہوئے پوچھا۔

”اسی علاقے میں ہے لیکن راج گڑھ سے کافی دور ہے۔“

سردار نے کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر اس نے باری باری دونوں فائلیں کھول کر دیکھیں اور پھر ایک طویل سانس لیتے ہوئے بند کر دیں۔

”دونوں فائلوں کی کاپیاں کی گئی ہیں“..... عمران نے کہا۔

”وہ کیسے معلوم ہوا؟“..... سردار نے پوچھا۔

”یہ فائلیں سیشنل ہیڈز پر ہیں اس لئے عام طور پر ان کی کاپی نہیں ہو سکتی لیکن اگر سیشنل کلاچرز پر ان کی کاپی کی جائے تو ہو جاتی ہے لیکن کاغذ پر باریک باریک نشان چڑ جاتے ہیں جو خصوصی طور پر غور سے دیکھنے پر ہی نظر آتے ہیں“..... عمران نے کہا تو سردار نے باری باری دونوں فائلیں کھول کر انہیں چیک کرنا شروع کر دیا۔

”ہاں۔ تمہاری بات درست ہے۔ ان کی کاپی کی گئی ہے لیکن

”ہاں ہے۔ کیوں“۔۔۔ سردار نے کہا۔

”آپ وہ نمبر مجھے دے دیں اور انہیں میرے بارے میں بتا دیں۔ ہو سکتا ہے کہ مجھے ان کی یا انہیں میری ضرورت پڑ جائے۔“

عمران نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ لیکن ایک بات میں بتا دیتا ہوں کہ اس لیبارٹری کی حفاظت ملٹری اٹیلی جنس کی ذمہ داری ہے اور چھاؤنی میں باقاعدہ سیکورٹی آفیسرز سٹیشن موجود ہے جس کے سربراہ کرنل شہامند ہیں۔“۔۔۔ سردار نے کہا۔

”ان کا نمبر بھی بتا دیں اور چیف آف ملٹری اٹیلی جنس کو کہہ دیں کہ وہ کرنل شہامند کو میرے بارے میں بتا دیں۔“۔۔۔ عمران نے کہا تو سردار نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر انہوں نے میز کی دروازہ کھولی اور اس میں سے ایک کاغذ نکالا اور ایک ڈائری نکال کر اسے دیکھ کر اس پر دونوں فون نمبرز لکھ کر انہوں نے عمران کو دے دیے۔ عمران نے ایک نظر ان نمبروں کو دیکھا اور پھر کاغذ جیب میں رکھ کر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

”اب مجھے اجازت دیجئے۔ آپ کا بہت ساجھی دقت میں نے خالق کر دیا ہے۔“۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو سردار بھی اٹھ کھڑے ہوئے۔

”ویسے ایک بات ہے۔ تمہارے اس طرح آنے سے دل میں جو خدشات پیدا ہوئے تھے وہ واقعی درست ثابت ہوئے ہیں۔“۔۔۔ سردار

پھر فائلیں وائیں سنور میں رکھ دی گئیں۔ اس کے بعد دونوں گلستان کالونی کی اس کوشی میں پہنچے جہاں وہ غیر ملکی جوڑا موجود تھا۔ انہوں نے رقم دے کر فائلیں کی کاپیاں حاصل کیں اور پھر ان دونوں کو بے ہوش کر کے وہ نکل گئے۔۔۔۔۔ عمران نے اپنے تجربہ کی روشنی میں پورا معرکہ نامہ ترتیب دیتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ اس کا مطلب ہے کہ راج گڑھ لیبارٹری خطرے میں ہے۔“۔۔۔۔۔ سردار نے پریشان ہوتے ہوئے کہا۔

”آپ بتا رہے ہیں کہ اس لیبارٹری کا اصل خفیہ راستہ کسی فوجی چھاؤنی میں ہے۔ اسے کنٹرول کون کرتا ہے۔“۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

”راستہ راج گڑھ چھاؤنی میں ہے لیکن اسے کنٹرول لیبارٹری کے اندر سے کیا جاتا ہے۔ ڈاکٹر گھڑا اس لیبارٹری کے انچارج ہیں۔ بے حد اعلیٰ منتظم اور قابل سائنس دان ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ایک راستہ جنگل سے بھی ہے لیکن وہ گھوڑ ہے۔“۔۔۔۔۔ سردار نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

”چھاؤنی میں داخل ہونے سے لے کر لیبارٹری کے اندر جانے کے لئے کیا اقدامات کرنے پڑتے ہیں۔ کیا آپ کو تفصیل کا علم ہے۔“۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

”اس فائل میں شاید تفصیل موجود ہو ورنہ ڈاکٹر گھڑا سے معلومات حاصل کرنا ہوں گی۔“۔۔۔۔۔ سردار نے کہا۔

”ڈاکٹر گھڑا کا کوئی خصوصی فون نمبر ہے۔“۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔



وہاں سے نہ گزر رہا ہوتا تو کسی اور کو اس بارے میں معلوم ہی نہ ہو سکتا تھا۔ اس طرح چیف کے دستخط اور اس کا ریکارڈ کسی بھی وقت ملک و قوم کے لئے نقصان دہ ثابت ہو سکتا ہے۔۔۔۔۔ عمران نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

”تحقیق ہے۔ میں سمجھ گیا ہوں۔ اب میں رہائی احکامات پر ہی سارا کام کر لوں گا۔۔۔۔۔ سردار نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

”آپ سروں میں سے واحد سر ہیں جنہیں میری بات سمجھ آ جاتی ہے ورنہ سر سلطان اور ڈیٹی سر عبدالرحمن کے سامنے لاکھ چوڑیاں پینٹا رہوں وہ میری سنتے ہی نہیں ہیں اس لئے آپ کا شکریہ۔ انشاء اللہ پھر بات ہوگی۔ اللہ حافظ۔۔۔۔۔ عمران نے کہا اور پھر سردار سے مصافحہ کر کے وہ مڑا اور کمرے سے باہر آ گیا۔

نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”آپ کا مطلب ہے کہ میں سبز قدم ہوں۔۔۔۔۔ عمران نے کہا تو سردار بے اختیار ہنس پڑا۔

”ان دونوں سائنس دانوں کا کیا کرنا ہے۔۔۔۔۔ سردار نے یکھنت سمجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

”آپ فٹری انٹیلی جنس کے چیف کو رپورٹ کرویں۔ وہ خود ہی ان سے معلومات حاصل کر لیں گے اور پھر جو قانونی کارروائی ہو کر کریں۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

”تم ان سے بات نہیں کرو گے۔۔۔۔۔ سردار نے کہا۔

”نہیں۔ اس کی ضرورت نہیں۔ مجھے آگے کی بات سمجھنی ہے۔ عمران نے کہا۔

”اور ہاں۔ وہ تم موامعاتی سیارے کے سیکشن کی الاؤنسٹ کے بارے میں بات کر رہے تھے۔۔۔۔۔ سردار نے چونک کر کہا۔

”آپ نے درخواست کی جو شرط لگائی ہے وہ چیف کے لئے مشکل ہے۔ کوئی اور طریقہ سوچیں گے۔۔۔۔۔ عمران نے جواب دیا۔

”لیکن یہ تو قانونی مجبوری ہے۔۔۔۔۔ سردار نے کہا۔

”سردار۔ جہاں ملک و قوم کے مفادات کا تحفظ ہو وہاں قانون میں بھی گنجائش موجود ہوتی ہے۔ اب آپ دیکھیں کہ آپ نے کونسا سٹور کا کیا فول پروف نظام بنا رکھا ہے لیکن اس کے باوجود مخالف ایجنٹ فلاگ کی کاپی لے اڑے ہیں اور اگر ٹائیگر انڈیا

جہاں دولہا لڑکیاں آنے والوں کو انڈ کر رہی تھیں جبکہ ایک لڑکی مشین کے سامنے ٹھہری حساب کتاب میں مصروف تھی۔

”نہیں سر۔۔۔ کاؤنٹر پر موجود ایک لڑکی نے جارج اور ریٹا کے کاؤنٹر پر پہنچتے ہی ان سے مخاطب ہو کر کہا۔

”بہن! منیجر کارس سے ملاقات کرنی ہے۔ میرا نام جارج ہے اور یہ میری ساتھی ہے ریٹا۔۔۔ جارج نے کہا۔

”کیا آپ کی ملاقات پہلے سے طے ہے۔۔۔ لڑکی نے دسیور اٹھاتے ہوئے پوچھا۔

”ہاں۔ فون پر ان سے بات ہو چکی ہے۔۔۔ جارج نے کہا تو لڑکی نے انہماک میں سر ہلایا اور پھر یکے بعد دیگرے کئی نمبر پرپس کر دیے۔

”کاؤنٹر سے روزی بول رہی ہوں سر۔ ایک غیر ملکی جوڑا تشریف لایا ہے۔ مسٹر جارج اور میڈم ریٹا۔ ان کی فون پر آپ سے ملاقات طے ہو چکی ہے۔۔۔ روزی نے بڑے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”نہیں سر۔۔۔ لڑکی نے دوسری طرف سے بات سننے کے بعد کہا اور پھر دسیور جارج کی طرف بڑھا دیا۔

”ہات کر لیجئے۔۔۔ لڑکی نے کہا۔

”ہیلو۔ جارج بول رہا ہوں۔۔۔ جارج نے دسیور لے کر کان سے لگا لے ہوئے کہا۔

جیسی بیو مون کلب کی تین منزلہ شاندار عمارت کے سامنے ہ کر رک گئی تو اس کی جھنڈی سیٹ پر بیٹھے ہوئے جارج اور ریٹا نیچے اترے۔ جارج نے کرائے کے ساتھ بڑی ٹپ دی تو جیسی ڈرائیور نے مسرت بھرے انداز میں شکریہ ادا کیا اور پھر سلام کر کے وہ جیسی لے کر آگے بڑھ گیا اور جارج اور ریٹا کلب کے مین گیٹ کی طرف بڑھ گئے۔ بیو مون کلب پائیکشیائی دارالگوشت کا ناما معروف کلب تھا اور کلب میں شہر کے امراء اور شرفاء آتے جاتے رہتے تھے اس لئے یہاں کا ماحول بے حد اچھا تھا۔ جارج اور ریٹا نے بھی آنے جانے والوں کو دیکھ کر اسی اندازہ لگا لیا تھا کہ یہ کلب شرفاء کے لئے مخصوص ہے اور یہاں جراثیم پیشہ افراد کا عمل دخل نہیں ہے۔ وہ ہال میں داخل ہوئے تو وہاں کا ماحول بے حد شریفانہ تھا۔ ہال پر ایک نظر ڈالنے کے بعد وہ کاؤنٹر کی طرف بڑھتے چلے گئے

”سٹر جارج۔ آپ مجھے ضروری حوالہ دیں۔ میں کارس بول رہا ہوں۔“ دوسری طرف سے ایک آواز سنائی دی۔

”سپر بلیک۔“ جارج نے کہا۔

”اوکے۔ ریسور روڈی کو دیں۔“ دوسری طرف سے کہا گیا تو جارج نے ریسور لڑکی کی طرف بڑھا دیا۔

”نہیں سر۔“ لڑکی نے ریسور لے کر کہا۔

”اوکے سر۔“ دوسری طرف سے بات سننے کے بعد روڈی نے کہا اور ریسور رکھ کر اس نے کاؤنٹر کے قریب موجود ایک آدمی کو اشارے سے بلا دیا۔ اس آدمی نے ہوٹل کی پونڈارم ماکین رکھی تھی۔

”آئیں چیف کے آفس تک چھوڑ آؤ۔“ روڈی نے اس آدمی سے مخاطب ہو کر کہا۔

”نہیں میڈم۔ آئیے سر۔“ آنے والے نے مؤدبانہ لہجے میں کہا اور پھر اس کی رہنمائی میں وہ تیسری منزل پر موجود کارس کے آفس تک پہنچ گئے۔ وہاں مسلح افراد موجود تھے لیکن اس آدمی کی وجہ سے کسی نے ان سے کوئی پوچھ گچھ نہیں کی۔

”تشریف لے جائیے۔ چیف اعدہ موجود ہیں۔“ اس آدمی نے ایک بند دروازے کے قریب دک کر کہا۔

”تھینک یو۔“ جارج نے کہا اور دروازے کو دبا دیا تو دروازہ کھٹک چلا گیا اور جارج اندر داخل ہوا۔ اس کے پیچھے ریٹا بھی اندر داخل ہو گئی۔ یہ ایک خاصا وسیع کمرہ تھا جسے آفس کے انداز میں

سجایا گیا تھا لیکن اس کی سجاوٹ میں شریفانہ رنگ نمایاں تھا۔ میز کے چپے ایک لمبے قد، چڑے چہرے اور بھاری جسم کا آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی آنکھوں پر نظر کا چشمہ موجود تھا اور اس نے ڈارک براؤن کمر کا سوٹ پہن رکھا تھا۔ وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

”تشریف رکھیں۔“ رچی فقرات کی اداس نگاہ اور مصالحتی کے بعد اس آدمی نے کہا اور پھر انشکرام کا ریسور اٹھا کر اس نے شراب لانے کا آرڈر دیا اور ریسور رکھ دیا اور پھر خود بھی دوبارہ میز کے چپے کرسی پر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا اور ایک نوجوان لڑکی ٹرے اٹھائے اندر داخل ہوئی۔ ٹرے میں تین گلاس جن میں شراب تھی، رکھے ہوئے تھے۔ لڑکی نے مؤدبانہ انداز میں سلام کیا اور پھر ایک ایک گلاس ان تینوں کے سامنے رکھ کر خالی ٹرے اٹھائے وہ واپس مڑی اور کمرے سے باہر چلی گئی تو کارس نے میز کے کنارے پر موجود ایک ٹین پر لیس کر دیا۔

”اب آپ کھل کر بات کر سکتے ہیں۔ اب یہاں سے کوئی آواز باہر نہ جا سکے گی اور نہ ہی اب کسی قسم کی کوئی مداخلت ہو گی۔“ کارس نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے شراب کا گلاس اٹھا لیا۔

”آپ نے ہمیں جو کوشش دی ہے کیا وہ ہر لحاظ سے محفوظ ہے۔“ جارج نے شراب کا گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ کیوں کوئی خاص بات۔“ کارس نے چمک کر کہا۔

کہا۔

”اظہر ورنہ کا ایک خطرہ کہ آدمی ٹائیگر آپ کے موجودہ طبعی اور نام تک مختلف کلیوں اور ہوشوں میں پوچھ گچھ کرتا پھر رہا ہے۔“ کارس نے کہا تو جارج اور ریٹا دونوں کے چہروں پر انتہائی حیرت کے تاثرات ابھر آئے۔

”ہمارے بارے میں۔۔۔ ٹائیگر۔ یہ کون ہے۔ ہم تو ایسے کسی آدمی کو نہیں جانتے۔“ جارج نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”اس آدمی کا تعلق پاکیشیا سیکرٹ سروس کے لئے کام کرنے والے انتہائی خطرناک ایجنٹ علی عمران سے ہے۔“ کارس نے کہا تو جارج اور ریٹا دونوں بے اختیار اچھل پڑے۔

”اوہ۔ اوہ۔ تو یہ بات ہے لیکن انہیں کیسے ہمارے اس میک اپ کا علم ہو گیا اور کیسے ہمارے ناموں کا علم ہو گیا۔ یہ میک اپ تو ہم نے اس وقت کیا تھا جب وہ دونوں سائنس دان بے ہوش ہو چکے تھے جن کے بارے میں آپ کو میں نے فون پر بتایا تھا اس لئے ہوش میں آنے کے بعد وہ بھی ہمارے طبعی نہ بتا سکتے تھے۔

البتہ نام انہیں معلوم تھے۔“ جارج نے کہا۔

”مکملی سبر کیا تھا اور کون سی کالونی تھی جہاں آپ نے ان دونوں سائنس دانوں سے ملاقات کی تھی۔“ کارس نے پوچھا تو جارج نے تفصیل بتا دی۔

”نہیں۔ ہم اپنی تسلی کے لئے پوچھ رہے ہیں۔“ جارج نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”آپ بے فکر رہیں۔ وہاں موجود آدمی ڈنگر میرا انتہائی بااہتمام آدمی ہے اور اس کوٹھی کے بارے میں میری اور ڈنگر کی ذات کے علاوہ اور کسی کو حتیٰ کہ میرے کلب کے کسی بھی آدمی کو معلوم نہیں ہے۔ یہ میرا خصوصی ڈاڑا ہے اس لئے میں نے یہاں ہر قسم کے انتظامات کر رکھے ہیں۔ مختلف قسم کے لباس، میک اپ کا جدید سامان، اسلحہ، کاریں، چارپنگ، روم حتیٰ کہ یہاں لاش کو جلائے والی مخصوص برقی بجلی بھی موجود ہے۔“ کارس نے تفصیل سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”گڈ۔ ہمیں بھی ایسی ہی رہائش گاہ کی ضرورت تھی۔“ جارج نے اطمینان بھرے انداز میں کہا۔

”اورے ہاں۔ ایک بات یاد آئی۔ کیا آپ میک اپ میں ہیں۔“ کارس نے ایسے انداز میں چونک کر کہا جیسے اسے اچانک کوئی بات یاد آ گئی ہو اور کارس کی بات سن کر جارج بھی بے اختیار چونک پڑا اور جارج کے ساتھ ساتھ ریٹا جو خاموش بیٹھی شراب پی رہی تھی وہ بھی کارس کی بات سن کر بے اختیار چونک پڑی تھی۔

”ہاں۔ ہم میک اپ میں ہیں۔ کیوں۔ آپ کیوں پوچھ رہے ہیں۔“ جارج نے چونک کر اور قدرے حیرت بھرے لہجے میں

چارلس نے جارج اور ریٹا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔  
 ”اس نے بتایا تھا کہ وہ کیوں پوچھ گچھ کرتا پھر رہا ہے۔“ کارلس  
 نے پوچھا۔

”میں سر۔ وہ میرا دوست ہے اس لئے میں نے اس سے پوچھا  
 تھا۔ اس نے بتایا کہ انہیں گلستان کالونی کی ایک کوشی سے کار میں  
 سوار ہو کر جاتے دیکھا گیا ہے جبکہ اس کوشی میں دو سائنس دانوں کو  
 گیس کی مدد سے بے ہوش کیا گیا ہے۔“ چارلس نے جواب  
 دیا۔

”ہونہ۔ ٹھیک ہے۔ تم جانتے ہو۔ لیکن سنو۔ تم نے انہیں یہاں  
 نہیں دیکھا۔ کیا سمجھے۔“ کارلس نے سرد لہجے میں کہا۔  
 ”میں باس۔ آپ بے فکر رہیں باس۔“ چارلس نے جواب  
 دیا اور سلام کر کے وہ واپس چلا گیا۔

”آپ نیا میک اپ کر لیں اور اپنے نام بھی تبدیل کر لیں۔  
 اس ٹائیگر کے پاس سوائے آپ کے حلیوں اور ناموں کے اور کوئی  
 تفصیل نہیں ہے۔“ کارلس نے مسکراتے ہوئے کہا۔  
 ”ٹھیک ہے۔ ہم واپس جا کر سب سے پہلے یہی کام کریں  
 گے۔“ چارج نے کہا۔

”خیر جناب۔ یہ کام آپ نے یہیں اور فوری کرنا ہے۔ ٹائیگر  
 بے حد تیز آدمی ہے۔ ہو سکتا ہے اس نے جیکسی ڈرائیوروں سے بھی  
 پوچھ گچھ شروع کر رکھی ہو۔ اس لئے آپ کی یہاں آمد کے بارے

”میں ابھی معلوم کرتا ہوں کہ کیا ہوا ہے۔ اس کالونی میں میرا  
 ایک آدمی رہتا ہے۔“ کارلس نے کہا اور پھر فون کا ریسیور اٹھا کر  
 اس نے تیزی سے نمبر پرپس کرنے شروع کر دیئے۔

”میں سر۔“ ایک مؤذبانہ آواز سنائی دی۔  
 ”چارلس۔ میرے آفس میں آؤ۔“ کارلس نے کہا اور ریسیور  
 رکھ دیا۔

”اسی چارلس نے مجھے بتایا تھا کہ ٹائیگر یہاں ایک کلب میں  
 بھی آپ کے بارے میں پوچھ گچھ کرتا پھر رہا تھا۔“ کارلس نے کہا۔  
 ”لیکن آپ اسے جانتے ہیں۔ اسے ہمارے ان حلیوں کا علم  
 ہے تو وہ فوراً سمجھ جائے گا۔“ چارج نے کہا۔

”فکر مت کریں۔ یہ میرا پیش کش ایجنٹ ہے۔ انتہائی قابل مجرور۔  
 آدمی ہے۔ میرے سارے کام اس کے ذریعے ہوتے ہیں۔“ کارلس  
 نے کہا اور پھر چند لمحوں بعد دروازہ کھلا اور ایک لمبے قد اور  
 درمیانے جسم کا آدمی اندر داخل ہوا لیکن جیسے ہی اس کی نظریں  
 جارج اور ریٹا پر پڑیں وہ بے اختیار چونک پڑا۔

”میں سر۔“ پھر اس نے رخ موڑ کر کارلس کی طرف دیکھتے  
 ہوئے کہا۔

”ٹائیگر تم سے ملا تھا اور اس نے جارج اور ریٹا کے حلیئے بتا کر  
 ان کے بارے میں معلومات کی تھیں۔“ کارلس نے کہا۔  
 ”میں سر۔ ان صاحبان کے حلیئے اس نے تفصیل سے بتائے تھے۔“

میک اپ کرلوں۔۔۔۔۔ ریکس نے کہا تو جارج نے اثبات میں سر ہلایا اور پھر واقعی وہ دونوں ریکس کی مہارت دیکھ کر حیران رہ گئے حالانکہ وہ دونوں اپنے آپ کو میک اپ کا ماہر سمجھتے تھے لیکن ریکس واقعی اس فن میں بے پناہ مہارت رکھتا تھا اور پھر میک اپ کے بعد وہوں جب واپس کارس کے کمرے میں داخل ہوئے تو کارس بے اختیار چوٹک پڑا۔

”اوہ۔ اوہ۔ آپ تو مکمل خود پے چل گئے ہیں۔ اگر آپ دونوں کے پیچھے میں مسٹر ریکس کو نہ دیکھتا تو شاید میں پہچان ہی نہ سکتا۔“ کارس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”تمہارا یہ آدمی واقعی میک اپ کے فن میں ماہر ہے۔“ جارج نے کہا تو کارس نے اثبات میں سر ہلایا جبکہ ریکس واپس چلا گیا تھا۔ جارج اور رینا دونوں کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

”آپ نے اپنے نئے نام کیا رکھے ہیں۔۔۔۔۔ کارس نے پوچھا۔“ میرا نام رجوڈ ہے اور رینا کا نام ماریا ہے۔۔۔۔۔ جارج نے کہا۔

”گڈ نیو۔ اب آپ بتائیں کہ آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں۔“ کارس نے کہا تو جارج نے کوٹ کی اندر والی جیب سے تہہ شدہ دو کانڈ نکالے اور انہیں کارس کے سامنے رکھ دیا۔

”یہ راج گڑھ میں ایک خفیہ لیبارٹری کے کانڈات ہیں۔ باقی تفصیل کی ضرورت نہیں۔ یہ اس لیبارٹری کے خفیہ راستے کے بارے

میں اسے معلوم ہو گیا تو وہ یہاں پہنچ سکتا ہے۔۔۔۔۔ کارس نے کہا۔  
 ”یہاں میک اپ کا سامان وغیرہ ہے۔۔۔۔۔ جارج نے پوچھا۔  
 ”نہیں سر۔ ہر طرح کا سامان ہے۔۔۔۔۔ کارس نے کہا اور پھر اس نے رسیور اٹھا کر کسی کو ہدایات دیں اور رسیور رکھ دیا۔  
 ”آپ میک اپ کر لیں پھر اطمینان سے بات ہو گی۔“ کارس نے کہا۔ اسی لمحے کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک نوجوان اندر داخل ہوا۔

”مسٹر ریکس۔ آپ مہمانوں کو سوشل روم میں لے جائیں اور ان کے میک اپ میں مدد کریں اور پھر انہیں آپ نے واپس یہاں لے آنا ہے۔۔۔۔۔ کارس نے کہا۔  
 ”نہیں ہاس۔۔۔۔۔ ریکس نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”یہ ریکس میک اپ ماسٹر ہے جناب۔ بے حد ماہر ہے اس معاملے میں۔۔۔۔۔ کارس نے کہا تو جارج اور رینا دونوں اٹھے اور پھر ریکس کے پیچھے چلتے ہوئے دوسری منزل کے ایک کمرے میں پہنچ گئے۔ وہاں واقعی میک اپ کا ہر قسم کا سامان موجود تھا۔  
 ”آپ جیسا بھی میک اپ کرنا چاہیں ہو سکتا ہے جناب۔“

ریکس نے جارج سے مخاطب ہو کر کہا۔  
 ”میں نے پوری میک اپ کرنا ہے۔ سوشل میک اپ۔۔۔۔۔ جارج نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ آپ یہاں تشریف رکھیں۔ میں پہلے میڈم کا

میں تفصیل ہے۔ ہم نے اس لیبارٹری میں داخل ہونا ہے اور وہاں سے ایک فارمولا باہر لانا ہے اور پھر اس لیبارٹری کو چھوڑنا ہے اور تم نے اس سلسلے میں ہماری بھرپور مدد کرنی ہے۔“ جارج نے کہا۔

”نہیں سر۔ میں آپ کے ساتھ ہوں۔ میں انہیں پڑھ لوں۔“ کارس نے کہا اور کاغذات اٹھا کر پڑھنے شروع کر دیئے۔ پھر اس نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کاغذات واپس رکھ دیئے۔

”اس لیبارٹری کا مین راستہ راج گڑھ چھاؤنی سے جاتا ہے اور وہاں ملٹری اسٹیشن جس کا پورا سیکشن سیکورٹی پر مامور ہے اور راستے کو کنٹرول بھی اندر سے کیا جاتا ہے۔ یہ تو فول پروف انتظام ہے۔“ کارس نے قدرے مایوسانہ لہجے میں کہا۔

”ہمارا بھی یہی خیال ہے لیکن ہم نے بہر حال مشن مکمل کرنا ہے۔“ جارج نے کہا۔

”آپ کے ذہن میں کوئی پلان ہو تو بتائیں۔“ کارس نے کہا۔

”لازمًا ایک راستہ جنگل میں ہے ورنہ وہ لوگ وہاں ایسے آلات نصب نہ کرتے جن سے وہ وہاں ہر وقت چپک کرتے رہتے ہیں اس لئے ہم نے چھاؤنی کے راستے نہیں بلکہ جنگل کے راستے سے اندر جانا ہے۔“ جارج نے کہا۔

”لیکن آپ خود ہی کوہ نہ رہے ہیں کہ وہاں چیلنگ ہوتی رہتی

ہے۔“ کارس نے کہا۔

”یہ کام لیبارٹری کے اندر سے ہوتا ہے۔ اگر تم وہاں کے کسی آدمی کو ساتھ ملا لو تو جنگل میں نصب ان آلات کو کچھ دھتکے کے لئے بند کیا جاسکتا ہے اور پھر وہاں کوئی نہیں دیکھنے والا بھی کوئی نہ ہو گا اور ہم راستہ کھول کر لیبارٹری میں داخل ہو جائیں گے اور پھر فارمولا لے کر باہر آجائیں گے۔ اس کے بعد ریوٹ کنٹرول سے لیبارٹری کو بھی اڑایا جاسکتا ہے۔“ جارج نے کہا۔

”لیکن مسٹر رچرڈ وہ راستہ کہاں ہے اور اسے کیسے کھولا جائے گا۔“ کارس نے کہا۔

”یہ بات اس فائل میں بھی درج نہیں ہے جس فائل کے کاغذ میں نے آپ کو دکھائے ہیں لیکن یہ بھی وہی آدمی بتائے گا جو ہماری مدد کرے گا۔ آپ رقم کی فکر مت کریں البتہ صرف وہ آدمی مجھروے کا ہونا چاہئے۔“ جارج نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ آپ فکر نہ کریں۔ میں چند روز میں ایسا کوئی آدمی تلاش کر لوں گا لیکن آپ نے ان دنوں کوشی میں ہی رہنا ہے۔ باہر نہیں آنا کیونکہ یہ ٹائیگر بے حد خطرناک آدمی ہے۔“ کارس نے کہا۔

”آپ اور آپ کے آدمی مسٹر ریکس کے علاوہ اور کوئی ہمارے لئے ایک آپ کے بارے میں نہیں جانتا۔ البتہ واپس کوشی پہنچ کر آپ کے آدمی ڈیگر کو یقین دلانا مشکل ہو جائے گا۔“ جارج

نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”میں اسے فون کر کے بتا دوں گا۔ آپ بے فکر رہیں اور آئیے۔ میں آپ کو قطعی طرف سے باہر بھجوا دوں تاکہ سیکریٹری مکمل طور پر قائم رہے۔“۔۔۔ کارس نے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے اٹھتے ہی جارج اور ریٹا بھی اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور پھر کارس انہیں قطعی دروازے کی طرف لے کر چل پڑا۔

سیاہ اور سنہرے رنگ کی جدید ترین ماڈل کی لموزین کار کی ڈرائیونگ سیٹ پر جوزف موجود تھا۔ اس نے سیاہ رنگ کا سوٹ پہنا ہوا تھا اور ہاتھوں میں سیاہ رنگ کے دستاں تھے جبکہ سر پر اس نے افریقہ میں استعمال ہونے والا مخصوص فلیٹ پہنا ہوا تھا جس پر سامنے کی طرف عقاب کا پر لگا ہوا تھا۔ سائیز سیٹ پر جوانا بھی سیاہ رنگ کے سوٹ میں لمبوس بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے سر پر ایکریکیمین عاز کا براؤن رنگ کا فلیٹ موجود تھا جبکہ قطعی سیٹ پر عمران بھی لڑی پلیو سوٹ پہنے بیٹھا تھا۔ اس کی آنکھوں پر سرخ رنگ کے ٹیشوں والی عینک تھی اور وہ نشست سے سر نکالنے آنکھیں بند کئے بیٹھا ہوا تھا۔ کار خاصی تیز رفتاری سے دوڑتی ہوئی آگے بڑھی چلی رہی تھی۔ انہیں دارالحکومت سے نکلے ہوئے تقریباً آدھا گھنٹہ ہو چکا تھا اور اب کار تقریباً شکر گڑھ پہنچنے والی تھی۔ شکر گڑھ میں روڈ



موت پر حرف آئے ورنہ انہوں نے دمکی دی تھی کہ وہ خود ساتھ جائیں گی لیکن عمران کو معلوم تھا کہ ان کے ساتھ جانے سے وہ بچس جائے گا اس لئے اس نے وعدہ کر لیا تھا اور اب وہ رانا ہاؤس سے ایک خصوصی کار میں سوار شکر گڑھ کی طرف بڑھے پلے جا رہے تھے۔ جوزف اس کا ڈرائیور، سیکورٹی اور ہاؤس گارڈ تھا جبکہ جونا صرف ہاؤس گارڈ تھا اور عمران نے ان دونوں کو یہ بھی بتا دیا تھا کہ وہ اماں بی سے وعدہ کر کے آیا ہے اس لئے اگر وہ کوئی غلط بات کرنے لگے تو اسے شاہانہ انداز میں ٹوک دیا جائے۔

”ماسٹر۔ آپ وہاں جا کر کیا کریں گے؟“..... اب تک خاموش بیٹھے ہوئے جونا نے پوچھا۔

”رہا سبنا ناچوں گا“..... عمران نے آنکھیں بند کئے کئے جواب دیا۔

”رہا سبنا۔ وہ کیا ہوتا ہے؟“..... جونا نے حیرت بھرے لہجے میں کہا کیونکہ وہ تو شاید یہ الفاظ ہی پہلی بار سن رہا تھا۔

”ایک فوک ڈانس ہوتا ہے جیسے افریقہ میں موٹو گوشو رقص ہوتا ہے“..... عمران نے اس بار آنکھیں کھول کر سیدھا ہوتے ہوئے کہا۔

”باس۔ پاس پلیز۔ یہ الفاظ دوبارہ منہ سے نہ نکالنا۔ یہ بد شکونی ہے اور یہ الفاظ ایسے ہیں کہ آٹھ گھنٹوں سے سخت ترین دھوپ میں بھی بیٹھی شکاری ٹیل اٹلے سے نہیں چھوڑتی لیکن یہ الفاظ سن کر وہ بھی

پر ہی تھا اور عمران اس وقت شکر گڑھ کے نواب اختیارالدولہ کی حویلی میں بطور سہان اپنے والد کی نمائندگی کرنے جا رہا تھا۔ نواب اختیارالدولہ جدی پشتی رہیں تھے۔ گواپ وسیع و عریض جاگیر سکر کر تھوڑی باقی رہ گئی تھی لیکن اب بھی شکر گڑھ کے علاقے میں ان کی کافی وسیع زرعی اراضی موجود تھی۔ اس کے علاوہ انہوں نے کئی سالوں سے پراپرٹی کا بزنس شروع کر رکھا تھا اور اس بزنس میں بھی ان کا ستارہ دروج پر تھا اس لئے ان کے ٹھانڈے ہاتھ آج بھی ویسے ہی تھے جیسے ان کے آباؤ اجداد کے تھے۔ نواب اختیارالدولہ اپنی حویلی میں ہر سال پاکیشٹا کے اعلیٰ طبقے کے افراد، شرفاء اور مقتدر حلقوں کو باقاعدہ دعوت دیتے تھے اور اس دعوت میں شمولیت پر باقاعدہ فخر کیا جاتا تھا۔ نواب اختیارالدولہ کی عمران کے ڈیڑی سے نہ صرف دوستی تھی بلکہ دور کی رشتہ داری بھی تھی اس لئے سر عبدالرحمن ہر سال دعوت میں شریک ہوا کرتے تھے لیکن اتفاقاً اس بار انہیں ایک ضروری میٹنگ میں شرکت کے لئے غیر ملک جانا پڑ گیا تھا اس لئے وہ عمران کی اماں بی کو کہہ گئے تھے کہ وہ عمران کو اس دعوت میں شرکت کے لئے ضرور بھجوائے اور ساتھ ہی عمران کو کہہ دے کہ وہ وہاں کوئی ایسی حرکت نہ کرے جس سے ان کی اور ان کے خاندان کی بے عزتی ہو۔ چنانچہ اماں بی نے اسے فون کر کے نہ صرف جانے کا حکم دیا بلکہ اس سے وعدہ بھی لیا کہ وہ وہاں ایسی کوئی حرکت نہیں کرے گا جس سے اس کے ڈیڑی یا خاندان کی

اٹے چھوڑ دیتی ہے۔۔۔۔ جوزف نے کاہتے ہوئے لہجے میں کہا۔  
 ”ماسٹر کہہ رہے ہیں کہ یہ افریقہ کا نوک ڈالٹس ہے اور تمہاری  
 جان نکل رہی ہے۔ کیا اب تم ڈانٹوں سے بھی ڈرنے لگے ہو۔“  
 جوانا نے جوزف سے مخاطب ہو کر کہا۔

”یہ رقص اس وقت کیا جاتا ہے جب کوئی قبیلہ کسی دوسرے  
 قبیلے پر حملہ کر کے اس کے سینکڑوں مردوں اور عورتوں کو مار دیتا ہے  
 تو پھر ان کی لاشوں پر فاقین مشو گوشہ رقص کرتے ہیں اور جہاں یہ  
 رقص ہوتا ہے وہاں تمہارے کتنے طویل عمر سے تک کوئیں آسان پر  
 بین کرتی رہتی ہیں اور زمین پر کئے جھوٹے رچے ہیں۔۔۔۔ جوزف  
 نے اس رقص کے بارے میں تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”تو ماسٹر۔ آپ نے اس دعوت میں رہا سب کا نام کیوں نہ  
 ہے۔ کیا وہاں قتل عام ہونے والا ہے۔۔۔۔ جونا نے اب عمران  
 سے مخاطب ہو کر کہا۔

”ہمارا وہاں جانا ہی قتل عام کے لئے کافی ہے۔۔۔۔ عمران نے  
 جواب دیا تو جونا نے اس انداز میں سر ہلادیا جیسے وہ سمجھ گیا ہو کہ  
 عمران اب مزید بات نہیں کرنا چاہتا اور عمران نے بھی سر نہشت  
 کے ساتھ لگا کر ایک بار پھر آنکھیں بند کر لی تھیں۔

”باس۔ کیا شکر گڑھ کو مرنے والی سڑک پر کار سوزوں یا آگے  
 جانا ہے۔۔۔۔ جوزف نے کہا۔  
 ”اگر۔۔۔ آگے تو شکر فیکٹری ہے جہاں سے جا کر تازہ

بخانی پتی ہے جبکہ یہاں نئی ٹائی مل چائے گی۔۔۔۔ عمران نے  
 کہا۔

”اوکے ہاس۔۔۔۔ جوزف نے اس انداز میں جواب دیا جیسے وہ  
 عمران کا مطلب سمجھ گیا ہو جبکہ جونا خاموش بیٹھا مسکرا رہا تھا۔

”اب کافی عرصے سے چونکہ وہ جوزف کے ساتھ رہ رہا تھا اس  
 لئے اب اسے جوزف اور عمران کے درمیان موجود تعلق پر حیرت نہ  
 ہوتی تھی۔ اسے معلوم تھا کہ جوزف نے یہ بات خاص طور پر اس  
 لئے پوچھی ہے کہ نواب اختیار اللہ دہلوی کی موٹی پہلے مرنے والی سڑک  
 پر ہے یا کہ شہر کے اندر کہیں ہے اور پھر تقریباً دس منٹ بعد جوزف  
 نے تیز رفتاری سے کار کو بائیں ہاتھ پر جانے والی سڑک پر اس  
 انداز میں سوزا کہ ٹائروں کی جینوں سے ماحول گونج اٹھا لیکن  
 جوزف کے چہرے پر ہلکا سا تاثر بھی نہ تھا جیسے یہ اس کا روز کا  
 معمول ہو۔

”کیا زمانہ آ گیا ہے۔ پہلے افریقہ کے شہزادے جوزف دی  
 گریت کے کان شیروں، چیتوں اور گینڈوں کی چٹخیں سننے سے مگر  
 اب ٹائروں کی چٹخیں سن کر ہی گزراہ کیا جاتا ہے۔۔۔۔ عمران نے  
 نہ سناتے ہوئے کہا۔

”باس۔ تازہ چٹخیں نہ ماریں تو یوں لگتا ہے جیسے کار اور اس میں  
 وار آدی زغہ نہیں ہیں۔۔۔۔ جوزف نے جواب دیتے ہوئے کہا  
 وہاں بار عمران کے ساتھ ساتھ جونا بھی بے اختیار ہنس پڑا۔

”اور اس انداز میں بھی تو سوچے کہ کار اور اس میں سوار افراد جتنیں مارنے پر مجبور ہو گئے ہیں“..... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا تو جونا ایک بار پھر بس پڑا لیکن پھر اس سے پہلے کہ مزید کوئی بات ہوتی سڑک نے موڑ کاٹا اور اس کے ساتھ ہی ایک بہت بڑی حویلی آ گئی جس کا جہازی سائز کا گیٹ کھلا ہوا تھا اور اندر کھڑی سنے گاڑی کئی کاریں نظر آ رہی تھیں جبکہ گیٹ پر ایک بڑا نیون سائن موجود تھا جس پر افوش آمدید کے الفاظ مسلسل جل بجھ رہے تھے۔

”یہی حویلی ہے ہاں“..... جوزف نے کار کی رفتار آہستہ کرتے ہوئے کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا تو جوزف نے ایک بار پھر انتہائی تیزی سے کار کو حویلی کے اندر کی طرف گھما دیا اور گاڑیوں کی چیونٹوں سے ماحول ایک بار پھر گونج اٹھا۔ اس کے ساتھ ہی جوزف کے بازو ایک بار پھر گھومے اور سامنے کھڑا ہوا ایک آدمی کار کے نیچے آنے سے ہال ہال بھاگ گیا۔ وہ شاید آنے والے مہمانوں کی کاروں کو وہاں ایڈجسٹ کرانے کے لئے کھڑا تھا۔ وہ چیخا ہوا اچھل کر نیچے جا گرا تھا جبکہ کار کے پیچھے اس کے جسم سے انچوں کے حساب سے قدرے قریب سے گزر گئے تھے۔ اس کے ساتھ ہی جوزف نے کار موڑ کر ایک خالی جگہ پر روک دی۔

”اب تمہارا نشانہ خطا ہونے لگ گیا ہے جوزف“..... عمران نے کہا۔

”ہاں۔ کیا کروں۔ بڑے صاحب کا خیال آ گیا تھا ورنہ“۔ جوزف نے منہ ہلاتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی دروازہ کھول کر وہ نیچے اترا اور دوسری طرف سے جونا بھی نیچے اتر کر کھڑا ہو گیا۔ حویلی میں شور برپا تھا۔ لوگ دوڑتے ہوئے اندر سے باہر آ رہے تھے۔ وہ آدمی ابھی تک شاید موت کے خوف سے دیں پڑا لرز رہا تھا۔ لوگ اس کے گرد اکٹھے تھے۔ اسی لئے لوگ تیزی سے ایک طرف ہٹنے لگے اور اندر سے ایک لمبے قد اور بھاری جسم کا آدمی جس نے قدیم دور کا شاہی لباس پہنا ہوا تھا، گلے میں کئی مہاریں پڑی ہوئی تھیں، سر کے بالوں کو سنہرے رنگ میں رنگا گیا تھا باہر آ گیا اور وہاں موجود لوگ تیزی سے رکوہ میں جھکتے چلے گئے۔

”کیا ہوا ہے“..... اس آدمی نے بھاری اور پاٹ دار آواز میں کہا تو نیچے گرے ہوئے آدمی نے اٹھ کر دونوں ہاتھ جوڑے اور اپنے موت سے بچنے کی تفصیل بتانا شروع کر دی۔

”کس نے کی ہے یہ گستاخی کہ نواب اختیار الدولہ کے ملازم کو ہلاک کر سکے“..... اس آدمی نے یلکھت چیتھے ہوئے کہا تو اس آدمی نے مزید عمران کی کار کی طرف اشارہ کر دیا اور نواب اختیار الدولہ فور سے کار کی طرف دیکھنے لگے۔ جوزف اور جونا باہر نکلے کھڑے تھے جبکہ عمران اندر بیٹھا ہوا تھا۔

”یہ کون ہیں“..... نواب اختیار الدولہ نے حیران ہو کر کہا۔

عمران نے کہا۔

”جی جناب..... مختار نے جواب دیا۔

”ان کے ہاں سونے کے ہیں.....“ عمران نے پوچھا۔

”نہیں جناب۔ یہ ان کی خاندانی روایت ہے کہ دعوت میں ہاں منبری رنگ میں رنگتے ہیں۔ آپ اندر چلیں حضور.....“ مختار نے جواب دیتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ مڑ گیا جس طرح سرے سے عمران کا واقف ہی نہ ہو۔

”سبکدوشی۔ تم نے ہمارا تعارف کراٹا ہے.....“ عمران نے جوزف سے مخاطب ہو کر کہا اور آگے بڑھ گیا۔

”کون سا تعارف۔ نمبر ایک دو یا چار.....“ جوزف نے اس طرح پوچھا جیسے عمران کے دس بارہ مختلف انداز کے تعارف ہوں جبکہ جراتا ساتھ ساتھ صرف مسکراتا ہوا چلا جا رہا تھا۔

”ڈیڑی والا تعارف.....“ عمران نے جواب دیا۔

”اوہ۔ تو تعارف نمبر چار۔ اوکے.....“ جوزف نے الیمینان بھرے لہجے میں کہا۔ اس دوران وہ ایک بڑے ہاں میں جس میں سرخ رنگ کے قالین بچھائے گئے تھے دیواروں پر نواب اختیارالدولہ کے بزرگوں کی بڑی بڑی تصویریں، نگاریں، ڈھالیں اور شیروں کے سرٹنگے ہوئے تھے۔ وہاں قدیم دور کے صوفے بھی رکھے گئے تھے جبکہ ایک طرف صوفے پر نواب اختیارالدولہ بیٹھے ہوئے تھے۔ عمران اور اس کے ہاؤسی گارڈز کے اندر داخل ہوتے ہی نواب

”مہمان ہیں جناب.....“ ساتھ کھڑے ایک آدمی نے کہا۔

”اوہ۔ پھر یہ کیوں بیچ رہا ہے۔ ہمارے مہمانوں کو تو کھن اختیار ہے کسی کو کھینے کا۔ جاؤ دفع ہو جاؤ اور تم جا کر مہمانوں کا استقبال کرو.....“ نواب اختیارالدولہ نے ساتھ کھڑے آدمی سے کہا اور پھر مڑ کر اندر کی طرف بڑھ گئے جبکہ وہ آدمی جس نے یہ رنگ کی شیروانی اور سر پر عجیب سے انداز کی چڑی بانڈھی ہوئی تھی تیزی سے عمران کی کار کی طرف بڑھنے لگا۔

”دروازہ کھولو سبکدوشی.....“ عمران نے باہر کھڑے جوزف سے کہا۔

”نہیں ہاں.....“ جوزف نے جواب دیا اور پھر عقبی طرف کا دروازہ کھولی دیا تو عمران باہر آ گیا اور وہ چڑی والا آدمی اس کے سامنے رکوع کے بل جھک گیا۔

”میں نواب اختیارالدولہ کی طرف سے معزز مہمان کو خوش آمدید کہتا ہوں.....“ اس آدمی نے بڑے مؤدبانہ انداز اور لہجے میں کہا۔

”تمہارا نام کیا ہے.....“ عمران نے بڑے ہادقار سے لہجے میں کہا۔

”حضور۔ میرا نام مختار ہے اور میں نواب صاحب کا مختیار بھی ہوں.....“ اس آدمی نے کہا۔

”یہ جو صاحب باہر آئے تھے یہی نواب اختیارالدولہ تھے۔“



جنگل میں گئے تھے مگر وہاں شیر، چیتے تو نہیں ہیں البتہ ہرن کا شکار  
برپدر مل جاتا ہے۔۔۔۔۔ جہاں اکبر خان نے کہا تو عمران بے اختیار  
چمک پڑا۔

”راج گڑھ کے نواح میں جنگل۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔  
راج گڑھ میں تو خود بہت گنجن جنگل ہے۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔  
”جی ہاں ہے لیکن وہاں خرگوش تک نہیں ملے اور پھر وہاں بہت  
سی پابندیاں بھی ہیں اس لئے اب ادھر کوئی نہیں جاتا۔۔۔۔۔ جہاں  
اکبر خان نے جواب دیا۔

”کیسی پابندیاں۔ کیا وہاں چمک پوشش نی ہوئی ہیں۔“ عمران  
نے ایک خیال کے تحت کہا۔

”جی ہاں۔ جہاں سے جنگل شروع ہوتا ہے وہاں ایک چمک  
پوش ہے۔ وہ لول تو جنگل میں جانے سے منع کرتے ہیں لیکن  
اگر کوئی اصرار کرے تو اسے بھی سختی سے منع کر دیا جاتا ہے کہ  
باگڑی درختوں کے اندر نہ جائے۔ اس کے باوجود اگر کوئی چلا  
جائے تو پھر اس کی لاش ہی باہر آتی ہے۔۔۔۔۔ جہاں اکبر خان بھی  
عام شکار یوں کی طرح بہت باتونی واقع ہوا تھا۔

”کیا ہے ان باگڑی درختوں میں۔ کوئی خطرناک درندے چھپے  
ہوئے ہیں۔“ عمران نے بڑے معصوم سے لہجے میں کہا۔

”معلوم نہیں۔ میں تو کبھی نہیں گیا البتہ کل میں نے وہاں سے  
گزرتے ہوئے ایک کار سے دو غیر ملکیوں کو اترتے ہوئے دیکھا

مسکراتا ہوا اس کے پیچھے مڑ گیا کیونکہ اس نے نواب اختیار الدلہ  
کے چہرے پر جو تاثرات دیکھے تھے اسی سے ظاہر ہوتا تھا کہ اس  
کے دماغ کی رگیں پھٹنے والی ہیں اور شاید ان کے مزاج شناس عمار  
نے بھی اسی لئے مداخلت کی تھی۔

”تشریف رکھیں جناب۔۔۔۔۔ عمار نے صوفے کے قریب رکوں  
کے بل جبکہ کر کہا لیکن اس سے پہلے کہ عمران کوئی جواب دیتا وہ  
ایک جھٹکے سے مڑا اور تیزی سے واپس چلا گیا جبکہ نواب اختیار الدلہ  
واپس اپنی جگہ پر جا کر بیٹھ گئے تھے لیکن ان کے چہرے پر عمار  
کے تاثرات ابھی تک نمایاں تھے۔

”میرا نام جہاں اکبر خان ہے اور میں دارالحکومت میں کنسٹرکشن  
بزنس سے متعلق ہوں۔ آپ نے نواب صاحب کو ناراض کر دیا  
ہے۔ ویسے شاید آپ کو معلوم نہیں ہے کہ وہ شکار کے معاملے میں  
بے حد پٹلی واقع ہوئے ہیں۔“ ساتھ والے صوفے پر بیٹھے ایک  
آدمی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”آپ بتا کہہ رہے ہیں جبکہ میرا خیال ہے کہ نواب صاحب  
نے کبھی خواب میں بھی شکار نہیں کھیلا۔ یہاں چیتے بھی شیروں کے  
سر اور ان کی کھالیں نظر آ رہی ہیں یہ سب لگتا ہے کچھلی صدی کے  
شیر ہیں۔“ عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا تو جہاں اکبر خان بے  
اختیار ہنس پڑے۔

”ایسی بات نہیں ہے۔ ہم پرسوں بھی شکار پر راج گڑھ کے نواحی

تھا۔ ایک مرد اور ایک عورت تھی وہ یورپین تھے اور وہ چپک پوسٹ کی طرف جا رہے تھے۔۔۔۔۔ جہان اکبر خان نے کہا تو عمران بے اختیار چونک پڑا۔

”یہ کب کی بات ہے۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے وہاں غیر ملکوں کا داخلہ تو سختی سے بند ہے۔۔۔۔۔ عمران نے اس بار سمجھ لیا۔

”جی ہاں۔ اس سے پہلے میں نے بھی کبھی وہاں غیر ملکوں کو جاتے نہیں دیکھا لیکن کل دوپہر کے وقت جب ہم وہاں سے گزرے تو ایک یورپی جوڑا وہاں موجود تھا۔۔۔۔۔ جہان اکبر خان نے جواب دیتے ہوئے کہا اور اسی لمحے کھانے کا اعلان ہو گیا تو عمران سمیت سب اٹھ کر بڑے ہال کی طرف بڑھ گئے جہاں کھانے کا انتظام کیا گیا تھا لیکن عمران کی فروغ پیشانی پر شکنیں نمودار ہو گئی تھیں۔

جارج اور دینا کمرے میں بیٹھے مختلف معاملات پر بات چیت میں مصروف تھے کہ پاس چڑے ہوئے فون کی تھنڈی بج اٹھی تو جارج نے ہاتھ بڑھا کر دیکھ لیا۔

”ہائیں۔ رچرڈ بول رہا ہوں۔۔۔۔۔ جارج نے اپنا نیا نام لیتے ہوئے کہا۔

”کارس بول رہا ہوں جناب۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے کارس کی آواز سنائی دی۔

”ہائیں۔ کوئی اچھی خبر۔۔۔۔۔ جارج نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ایک آدمی کے ساتھ رابطہ تو ہوا ہے اور وہ مخصوص اوقات میں بینک روکنے پر بھی آمادہ ہو گیا ہے لیکن اس کا کہنا ہے کہ جنگل کی طرف سے اندر جانے کا کوئی راستہ موجود نہیں ہے۔۔۔۔۔ جارج نے کہا۔

”اگر ایسا ہوتا تو پھر جنگیں میں آفات نصیب کرنے کا کیا فائدہ۔ کھل دہاں چیکنگ کی جاتی ہے۔ آپ کا یہ آدمی غلط بیانی کر رہا ہے۔۔۔ جارج نے کہا۔

”آپ اس آدمی سے خود ملاقات کر لیں تو بہتر ہوگا۔“ کارس نے کہا۔

”لیکن جو آدمی اس طرح غلط بیانی کر رہا ہے کیا وہ قابلِ بھروسہ ثابت ہوگا۔۔۔ جارج نے کہا۔

”جی ہاں۔ وہ قابلِ بھروسہ ہے۔ اس بات کی گارنٹی کریں لیکن اس کی دہاں پر شک ابھی سچے مادہ قابلِ ہوئی ہے اس لئے ہو سکتا ہے کہ اسے اس راستے کا واقعی علم نہ ہو۔۔۔ کارس نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ملاقات کب ہو سکتی ہے اور کہاں۔۔۔ جارج نے کہا۔

”آپ میرے کلب میں آ جائیں لیکن مین گیٹ کی طرف سے نہیں بلکہ اس سختی طرف سے جہاں سے میں نے آپ کو باہر بھجوا دیا تھا۔ وہاں آپ کی محفوظ طریقے سے ملاقات ہو سکے گی۔۔۔ کارس نے کہا۔

”کب۔۔۔ جارج نے پوچھا۔

”آپ آ جائیں۔ وہ آدمی بھی اس دوران آ جائے گا۔“ کارس نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اوسکے۔ ہم آ رہے ہیں۔۔۔ جارج نے کہا اور دسیور دکھ دیا۔

”آؤ ریٹا۔ اس آدمی سے ملاقات کر لیں۔۔۔ جارج نے اٹھتے ہوئے کہا تو ریٹا بھی اثبات میں سر ہلاتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی اور پھر تقریباً نصف گھنٹے بعد وہ کلب کے ایک مخصوص کمرے میں موجود تھے۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا اور کارس ایک اوجڑ عمر مقامی آدمی کے ساتھ اندر داخل ہوا تو جارج اور ریٹا دونوں بے اختیار اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔

”یہ صلاح الدین صاحب ہیں۔ لیبارٹری کے ڈائلنگ ونگ کے سینیئر انچارج ہیں اور صلاح الدین صاحب یہ مسٹر رچرڈ اور یہ میڈم ماریا ہیں۔۔۔ کارس نے ان کا آپس میں تعارف کراتے ہوئے کہا اور ایک دوسرے سے معاف کرنے اور رکی فقرات کی ادائیگی کے بعد وہ سب صوفوں پر بیٹھ گئے۔

”آپ لیبارٹری میں کیوں داخل ہونا چاہتے ہیں۔ صلاح الدین نے پوچھتے ہی کہا تو جارج اور ریٹا دونوں بے اختیار چونک پڑے۔

”ہمیں معلوم ہے کہ جس جگہ اب لیبارٹری ہے یہاں قدیم دور میں ایک تاریخی مندر موجود تھا جسے راج مندر کہا جاتا تھا۔ ہم دونوں راج مندر پر پونہ دوڑی کی طرف سے ایک تصویر لگے رہے ہیں اور اس سلسلے میں ہم یہاں پاکیشیا میں آئے ہیں۔ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ یہاں مقامی حکومت کی طرف سے کوئی سائنسی لیبارٹری بنائی گئی ہے جو اس مندر کے زیرِ زمین تہہ خانوں میں بنائی گئی ہے اور اس کا



میں سر ہلاتے ہوئے کوٹ کی اندرونی بیب سے ایک لحاف نکالا اور اسے کھول کر اس میں سے کاغذات نکال کر صلاح الدین کی طرف بڑھا دیئے۔ یہ کاغذات وہ پہلے ہی تیار کرنا کر ساتھ لے آئے تھے تاکہ کسی بھی شک کی صورت میں وہ اپنا دفاع کر سکیں۔ ان کاغذات کی باقاعدہ تصدیق کی جاسکتی تھی۔ صلاح الدین کافی دیر تک کاغذات کو پڑھتا رہا اور پھر اس نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کاغذ واپس جارج کی طرف بڑھا دیئے۔

”اب میری پوری قلمی ہو گئی ہے۔ معاف کیجئے۔ یہ لیبارٹری انتہائی اہمیت کی حامل ہے اور میں محبت وطن آدمی ہوں۔ جناب کارس نے مجھے یہ سب بتایا تھا لیکن میں نے ضروری سمجھا کہ آپ سے ملاقات کر کے اپنا اطمینان کر لوں“۔ صلاح الدین نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ایسا آپ کو کرنا بھی چاہئے تھا۔ ہمارا اس لیبارٹری سے کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ہی ہمیں کسی سائنسی پراجیکٹ سے کوئی دلچسپی ہے۔ ہماری دلچسپی صرف مندر، اس کے تہ خانوں اور ان کی دیواروں پر بنی ہوئی قدیم دور کی تصاویر تک محدود ہے“۔ جارج نے کہا۔

”آپ کی بات درست ہے۔ یہ واقعی کسی قدیم مندر کے تہ خانہ جات ہیں کیونکہ وہاں دیواروں پر اور چھتوں پر عجیب و غریب کی تصاویر اور دیوتاؤں کی تصاویر اب بھی کبھی کبھیں موجود ہیں لیکن

راستہ چھاؤنی کی طرف سے ہے اور غیر متعلقہ آدمی کا داخلہ سختی سے بند ہے جبکہ اس کا ایک اور راستہ جو قدیم دور میں تھا وہ جنگل کی طرف سے ہے اس لئے وہاں بھی ایسے آلات نصب کئے گئے ہیں جن سے وہاں داخل ہونے والے افراد کو چیک کیا جاتا ہے اور شاید اسی سیکشن کے انچارج آپ ہیں۔ ہم صرف اتنا چاہتے ہیں کہ ہم خود اندر سے ان تہ خانوں کو دیکھ کر ان کی تصاویر بنا سکیں۔ ہمیں لیبارٹری سے کوئی دلچسپی نہیں ہے اور نہ ہی یہ ہمارا سیکٹ ہے لیکن ہم یہ تصویر ضرور مکمل کرنا چاہتے ہیں“۔ جارج نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا کیونکہ یہاں پہنچنے پر پہلے کارس نے ان سے ملاقات کی تھی اور انہیں بتایا تھا کہ جب وہ اس آدمی کو ساتھ لے کر آئے تو اسے یہی بات بتائی جائے کیونکہ اس آدمی کو یہی بات کر کے تعاون پر آمادہ کیا گیا ہے۔

”اگر آپ کو میں اندرونی نقشہ بنا کر دے دوں تو آپ کا کام مکمل نہیں ہوگا“۔ صلاح الدین نے کہا۔

”نہیں جناب۔ ہم تصویر میں کوئی غلط بیانی نہیں کرنا چاہتے کیونکہ اس تصویر کے بعد بورڈ ہم سے سوال جواب کرے گا“۔ جارج نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”کیا آپ کے پاس ایسے کاغذات ہیں جن سے یہ بات ثابت ہو سکے کہ آپ واقعی تصویر لکھ رہے ہیں اور آپ کا تصویر راج مندر کے بارے میں ہے“۔ صلاح الدین نے کہا تو جارج نے انتہا

چیک کر کارس کی طرف دیکھنے لگی۔

”آپ کوئی ٹائم دے دیں اور اس ٹائم میں چینگ بند کر دیں اور رچرڈ اور ہارپا دونوں وہاں اچھی طرح محوم پھر کر چینگ کر لیں۔ شاید وہ راستہ بھی تلاش کر لیں اور اسے کھولنے کا بھی کوئی طریقہ سوچ لیں۔“ کارس نے صلاح الدین سے مخاطب ہو کر کہا۔

”ہاں۔ ایسا ہو سکتا ہے لیکن اس کے لئے میں علیحدہ معاوضہ لوں گا۔“ صلاح الدین نے کہا۔

”معاوضے کی فکر مت کریں۔ وہ مل جائے گا۔“ کارس نے جواب دیا۔

”تو پھر ایسا ہے کہ میں یہاں سے سیدہ لیبازری جا رہا ہوں۔ مجھے چھاؤنی کے راستے جانا ہو گا جبکہ آپ کو جنگل میں جانا ہو گا اور ہاں۔ وہاں ایک چیک پوسٹ ہے جو شکاریوں کو جنگل میں جانے سے روکتی ہے اور خاص طور پر غیر ملکیوں کو۔ وہ چیک پوسٹ میرے ہی تحت ہے۔ اس کا انتہارچ گھزار خان جی آدمی ہے۔ میں اسے فون کر دیتا ہوں دو آپ کو آگے جانے دے گا۔“ صلاح الدین نے کہا تو جارج نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

”دس لاکھ ڈالر معاوضہ اس کا علیحدہ دے دیں اور اگر آپ لیبازری میں گئے تو اس کا معاوضہ پچاس لاکھ ڈالر علیحدہ ہو گا۔“ صلاح الدین نے کہا۔

اصل مسئلہ آپ کے اندر جانے کا ہے۔ چھاؤنی کی طرف سے تو آپ کسی صورت اندر نہیں جاسکتے اور نہ میں کیرہ لے کر اندر جا سکتا ہوں کہ میں تصاویر کھینچ کر آپ کو لا دیتا۔ وہاں تو انتہائی سخت حفاظتی سائنسی انتظامات ہیں اور جنگل کی طرف سے کوئی راستہ ہے ہی نہیں۔“ صلاح الدین نے کہا۔

”اگر ایسی بات ہے تو پھر وہاں جنگل میں سائنسی چینگ کے جدید ترین آلات کیوں نصب کئے گئے ہیں۔“ جارج نے کہا۔

”اس لئے کہ وہاں کوئی آدمی زمین میں سرنگ لگا کر اور طاقتور بم کی مدد سے لیبازری کو تباہ کرنے میں کامیاب نہ ہو جائے۔“ صلاح الدین نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”جب وہاں مندر تھا تو ظاہر ہے اس کا راستہ اوپر سے ہی ہو گا۔ چھاؤنی والا راستہ تو لامحالہ اس وقت خفیہ راستہ ہی ہو گا۔“ جارج نے کہا۔

”ہاں۔ لیکن اس راستے کو بند کئے بیٹکڑوں سال ہو گئے ہوں گے۔ اب وہ کیسے کھل سکتا ہے اور کسی کو یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ وہ راستہ کہاں اور کس طرف تھا۔“ صلاح الدین نے کہا۔

”ایک کام ہو سکتا ہے۔“ خاموش بیٹھے ہوئے کارس نے اچانک پہلی بار بولتے ہوئے کہا۔

”وہ کیا۔“ جارج اور صلاح الدین دونوں نے چہکتے ہوئے کہا جبکہ رہنا جو اب تک خاموش بیٹھی سب باتیں سن رہی تھی وہ بھی

”لو کے کارس صاحب۔ صلاح الدین صاحب کو چینگ کا معاوضہ اور اندر جانے کا معاوضہ دونوں کے چیک دے دیں۔ ان سے ہمارا معاہدہ ہو گیا۔“..... جارج نے کہا۔

”میں سر..... کارس نے کہا اور پھر جیب سے چیک بک نکال کر اس نے ایک چیک پر رقم لکھی اور نیچے اپنے مخصوص دستخط کر کے چیک کو بک سے علیحدہ کیا اور پھر چیک صلاح الدین کی طرف بڑھا دیا۔

”صلاح الدین صاحب۔ ایک بات کا خیال رکھیں کہ اگر آپ کو اپنی بھاری رقم دی جاسکتی ہے تو دھوکے کی صورت میں آپ کے ساتھ کچھ بھی ہو سکتا ہے۔“..... کارس نے کہا۔

”آپ بے فکر رہیں۔ آپ تو مجھے طویل عرصے سے جانتے ہیں۔ میری طرف سے کوئی دھوکہ نہیں ہو گا۔ آگے آپ کی قسمت۔“

صلاح الدین نے کہا تو کارس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

”آپ انچارج چیک پوسٹ گھڑا خان کو فون کر رہے تھے۔“ جارج نے کہا تو صلاح الدین نے اثبات میں سر ہلایا اور پھر رسیور اٹھا کر اس نے ٹیلی فون سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیے۔

”لاؤڈر کا بٹن بھی پریس کر دیں۔“..... جارج نے کہا تو صلاح الدین نے آخر میں لاؤڈر کا بٹن بھی پریس کر دیا۔ دوسری طرف سے تھکنی بیٹنے کی آواز سنائی دی اور پھر رسیور اٹھا لیا گیا۔

”راج گڑھ چیک پوسٹ..... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک مردانہ

”ایک بات تو بتائیں مسٹر صلاح الدین۔“ اچانک ریٹا نے کہا تو سب چنگ کر اس کی طرف دیکھنے لگے۔

”جی پوچھیے۔“ صلاح الدین نے کہا۔

”فرض کیا ہمیں راستہ مل جاتا ہے اور ہم اسے کھول کر اندر چلے جاتے ہیں۔ آپ اس دوران مانیٹرنگ آلات بھی بند کر دیجے ہیں تو یہ بتائیں کہ اندر لیبارٹری میں آپ دوسرے لوگوں سے ہمارے بارے میں کیا کہیں گے۔“..... ریٹا نے کہا تو صلاح الدین بے اختیار مسکرا دیا۔

”لیبارٹری میں ایک گھنٹہ ایسا ہوتا ہے جب مجھ سمیت تمام لوگ دوپہر کے کھانے کے لئے سب سے نیچے والے تہہ خانے میں جو اب بنایا گیا ہے، موجود ہوتے ہیں اور پورا ایک گھنٹہ وہاں گزارا جاتا ہے کیونکہ کسی غیر کا لیبارٹری میں داخلے کا تو سوا چاہی نہیں جاسکتا۔ آپ کو اس ایک گھنٹے کے اندر اندر لیبارٹری میں اپنی تمام کارروائی مکمل کر کے واپس جانا ہو گا۔“..... صلاح الدین نے کہا۔

”اوکے۔“ دپے لیبارٹری میں صاف ہوا کی آمد، آلودہ ہوا کی نکاسی، صاف پانی کا حصول اور آلودہ پانی کے نکاس کا کیا انتظام ہے۔“..... ریٹا نے پوچھا۔

”یہ تمام پراپٹس چھاؤنی کے اندر ہیں۔“..... صلاح الدین نے جواب دیا۔

نے کہا۔

”میں سر۔ کیا پہچان ہے ان کی سر“۔ گلزار خان نے پوچھا۔

”ان کا نام مسٹر رچرڈ اور میڈم۔ مادیہ ہوں گے اور وہ وہاں میرا دم لیں گے۔ یورپی تزاو ہیں۔ اور سنہ۔ جتنا عرصہ وہ وہاں گھومنا پھرنا چاہیں تم نے کوئی پابندی نہیں لگائی“۔ صلاح الدین نے کہا۔

”میں سر۔ حکم کی تعمیل ہوئی سر“۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

”اوسے“۔ صلاح الدین نے کہا اور ریسور رکھ دیا۔

”آپ چیک پاسٹ پر گلزار خان سے مل کر میرا نام لیں گے تو اسے سب سے کھل تعاون کرے گا“۔ صلاح الدین نے تحریر لے لیا۔

میں کہا تو چارج نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

”آپ ہمیں وقت بتا دیں کہ آپ کب سے کب تک چینگ نہ سمجھ رہے“۔ چارج نے کہا۔

”میں کل میاں دیو پیٹ لیڈر ری پینچوں گا۔ آج میں جھٹی پر ہوں۔ آج آپ میرا سے کار پر روانہ ہوں تو کل دس میاں دیو پیٹ اپنی ٹرک چیک پاسٹ پر پینچیں گے اس لئے کہ ایک سے دو پیٹ نمک میں مانیٹرنگ پندرہ رکھوں گا۔ اوسے“۔ صلاح الدین نے کہا اور چارج کے سر ہلانے پر وہ اٹھ کر بکڑا ہوا تھا۔ پھر چارج اور ریٹا سے مصافحہ کر کے وہ گاڑی کے ساتھ کمرے سے باہر چلا گیا۔

”تم یہاں راستہ دیکھتے جا رہے ہو یا کوئی اور مسئلہ ہے“۔ ریٹا

آواز سنائی دی۔

”گلزار خان سے بات کر رہی ہیں، صلاح الدین بول رہا ہوں۔ سیفٹی انچارج“۔ صلاح الدین نے کہا۔

”میں سر۔ ہولڈ کریں سر“۔ دوسری طرف سے یونٹے والے کا لیڈر یگانہ ستونہ ہوا گیا تھا۔

”یونٹے گلزار خان بول رہا ہوں“۔ چند لمحوں بعد ایک اور مردانہ آواز سنائی دی لیکن لچرہ ستونہ ہوا تھا۔

”صلاح الدین بول رہا ہوں“۔ صلاح الدین نے کہا۔

”میں سر۔ حکم سر“۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

”ایک یورپی جوڑا چیک پاسٹ پر پہنچے گا۔ وہ میرے لئے والے ہیں اور رات ٹرک ہنگل کی سیر کرنا اور وہاں کی تعداد بتانا چاہتے ہیں۔ تم نے انہیں نہیں روکا بلکہ ان سے کھل تعاون کر رہے“۔ صلاح الدین نے کہا۔

”کس قسم کا تعاون سر“۔ گلزار خان کے لچرہ میں جدت تھی۔

”انہیں اس ہنگل کے سرکاری نقشے کی ایک کاپی دے دینا اور ایک وائی ٹی بھی دے دینا تاکہ اگر انہیں ضرورت پڑے تو وہ تم سے رابطہ کر سکیں“۔ صلاح الدین نے کہا۔

”میں سر۔ لیکن سر وہ دینے سرکل میں تو نہیں جاسکیں گے۔ اس بارے میں انہیں بتایا جائے یا نہیں“۔ گلزار خان نے کہا۔

”وہ میں نے انہیں بتا دیا ہے۔ تم فکر مت کرو“۔ صلاح الدین



عورت کو تم تماشی نہیں کر سکتے۔ کوئی خاص وجہ ہے۔۔۔ عقی سیٹ  
 بیٹھے ہوئے عمران نے ناٹیکر سے مخاطب ہو کر کہا۔

”ہمارے اور اس کی ساتھی عورت جس کا نام رینا بتایا گیا ہے بے حد ہوشیار اور چالاک ہیں۔ کراؤن نے انہیں جس کوٹھی میں رکھا ہے وہ بغیر کسی کو ہتائے خاموشی سے وہاں سے نکل گئے اور انہوں نے کراؤن سے پتھر تمام رابطے ختم کر دیئے حالانکہ بظاہر اس کی کوئی وجہ بھی نہ تھی۔ اس کے بعد میں نے بڑی مشکل سے کمون لگایا کہ ریڈ سارکلب کے جگہ سے ان کے رابطے ہیں لیکن پھر وہی ہوا جو کراؤن کے معاملے میں ہو تھا۔ اچانک انہوں نے جگہ کی دی بلی کی رہائش گاہ چھوڑ دی اور اس سے بغیر کسی ظاہری وجہ کے تمام رابطے ختم کر دیئے۔“۔۔۔ تاہم نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تم نے انکیر کیا ہے ان کے بارے میں معلومات حاصل کی ہیں یا نہیں؟“..... عمر نے پوچھا۔

”نہیں، جاس۔ وہاں سے اتنا معلوم ہو سکا ہے کہ ایک ریٹائرڈ بحری جہاز میں ایک نئی ایجنسی قائم کی ہے جس کا نام گراؤنڈ ہے اور جس کا چیف انتہائی خطیر رہتا ہے اور جارج اور ریٹائرڈ ایجنسی کے پیر ایجنٹس ہیں اور وہ اپنی دونوں کسی مشن پر پانکیشیا گئے ہوئے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ان کے حلیے اور قہر و قامت کی تفصیل معلوم ہو سکی ہے اور بس۔“ ٹائیگر نے جواب دیا۔

”ایئر پورٹ سے معلومات حاصل کی ہیں ان کے بارے میں“۔

اپ کر لیا کوئی مسئلہ نہیں اور کراؤں نے جب سے بتایا تھا کہ اس کا قلعہ انگریزوں کی ہتھیسی کراؤں سے ہے تو وہ سمجھ گیا تھا کہ انہوں نے میک اپ تبدیل کر لیا ہو گا لیکن ایک یورپی جوڑے کی راج گڑھ جنگل میں جانے کی بات سن کر وہ اس لئے بھی چڑھا تھا کہ اس نے اس لیبارٹری کے تحفظ کے لئے نہ صرف وہاں مٹری آٹمی جنس کے سیکشن انچارج کرلے شہامند کو بھی وارنٹ کرا دیا تھا اس کے ساتھ ساتھ چھوٹی کے انچارج کرلے عزیز احمد کو بھی وزارت دفاع کی طرف سے خصوصی طور پر وارنٹ کرا دیا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ صدر چاہان اور نعمانی کو بھی اس نے چھوٹی میں بھجوا دیا تھا اس لئے وہ مطمئن تھا کہ چھوٹی کے راستے لیبارٹری میں کوئی ایجنٹ داخل نہ ہو سکے گا لیکن جہان اکبر خان کی بات سن کر اسے خیال آیا تھا کہ لازماً جنگل میں سے لیبارٹری جانے کا کوئی نہ کوئی راستہ موجود ہو گا۔ گوہاں گاڑی دروازوں بیٹے ریپر سرکل کہا جاتا تھا، میں آلات نصب تھے اور غیر ملکی تو ایک طرف کوئی مقامی آدمی بھی اس سرکل میں داخل نہ ہو سکتا تھا اور اسی بات کو چپک کر سننے کے لئے وہ راج گڑھ جنگل میں جا رہا تھا۔ جوزف کو اس نے خصوصی طور پر اس لئے ساتھ لے لیا تھا کہ جنگل میں جوزف کی تمام حسنین عام حالات کی نسبت سیکڑوں گنا زیادہ بڑھ جاتی تھیں۔

”جنگل۔ تمہارے بارے میں کہا جاتا ہے کہ تم تختِ انزلی سے بھی اپنے ٹارگٹ کو ڈھونڈ نکالتے ہو لیکن پادرج اور اس کی ساتھی

اندر جانے سے روکی ہے اور اگر کوئی جانے کی ضد کرے تو اس کے مکمل کوائف وہاں درج کئے جاتے ہیں لیکن غیر لکھنؤ کا داخلہ تو انتہائی سختی سے منوع ہے۔۔۔۔۔ عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔  
 ”لیکن ہاں۔ اس طرح لوگوں کو اندر جانے سے کیسے روکا جا سکتا ہے۔ وسیع و عریض جنگل میں لوگ کیوں سے بھی اندر داخل ہو سکتے ہیں۔۔۔۔۔ ٹائیگر نے کہا۔

”نہیں۔ ہر طرف بڑے بڑے بورڈ لگائے گئے ہیں اور ایسے آلات نصب ہیں جو داخل ہونے والوں کو روک دیتے ہیں اور صرف ایک راستہ ہے جس پر دو چیک پوسٹ بنی ہوئی ہے۔“ عمران نے کہا۔

”لیکن حکومت کو ایسا کرنے کی کیا ضرورت ہے جب وہاں کوئی راستہ ہی نہیں ہے۔۔۔۔۔ ٹائیگر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”لیبارٹری کو باہر سے بھی تاجہ کیا جا سکتا ہوگا اس لئے ایسے انتظامات کئے گئے ہوں گے حالانکہ اتنے امیڈیا میں لوگوں کو روکنے سے بہتر تھا کہ اس راستے کو یا اس جگہ کو بم پروف بنا دیا جاتا۔“ عمران نے کہا تو ٹائیگر نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر دو گھنٹوں کے عرصہ سفر کے بعد وہ ایک چیک پوسٹ کے قریب پہنچ گئے اور ٹائیگر نے جیب چیک پوسٹ کی طرف موڑ دی جو عام سڑک سے تھوڑا اندر جا کر بنائی گئی تھی۔ یہ وہ کرے تھے جس کے باہر سڑک تھی جو جنگل کی طرف چا رہی تھی۔ وہاں راڈ لگا کر راستہ بند کر دیا

عمران نے پوچھا۔  
 ”لیس ہاں۔ یہ دونوں اپنے اصل چہروں اور اصل ناموں کے ساتھ پاکیشیا پہنچے ہیں۔ اس کے بعد کراؤن سے ان کے رابطے ہوئے۔ پھر جنگل کے ساتھ اور اس کے بعد یہ کہاں ہیں ابھی تک معلوم نہیں ہو سکا۔۔۔۔۔ ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”بہر حال رابطے تو لازماً ان کے کسی نہ کسی گروپ کے ساتھ ہوں گے۔“ عمران نے کہا تو ٹائیگر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

”ہاں۔ آپ کہہ رہے تھے کہ انہیں راج گڑھ کے جنگل میں دیکھا گیا ہے۔ کیا لیبارٹری کا کوئی راستہ جنگل میں سے بھی ہے۔“  
 تھوڑی دیر کی خاموشی کے بعد ٹائیگر نے پوچھا۔

”لازمًا ہوگا۔ اسی لئے تو یہاں ایسے آلات نصب کئے گئے ہیں جن سے آنے والوں کی لیبارٹری کے اندر سے مانیٹرنگ کی جاتی ہے۔“ عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ایسی صورت میں تو فوری طور پر ان کی نشاندہی ہو سکتی ہے۔ کیا آپ کو بھی لیبارٹری کی طرف سے اطلاع دی گئی ہے۔“ ٹائیگر نے کہا۔

”نہیں۔ مجھے ایک دعوت کے دوران ایک شکاری نے بتایا کہ اس نے گزرتے ہوئے ایک یورپی جوڑے کو اندر جاتے دیکھا تھا اور یہ ایسی بات تھی جس نے مجھے چونکا دیا تھا کیونکہ وہاں حکومت کی طرف سے باقاعدہ چیک پوسٹ بنائی گئی ہے جو عام لوگوں کو

گیا تھا۔ دونوں کمروں کے باہر مشین گنوں سے مسلح یو پیٹارم پہنچے ہوئے دو آدمی موجود تھے۔ ٹائنگر نے جیپ راڈ کے قریب سے جا کر روک دی اور عمران جیپ کا دروازہ کھول کر بیچے اتر آیا۔

”تم بیٹیں رکو۔ میں آ رہا ہوں۔“ عمران نے کہا اور پھر قدم بڑھاتا ہوا در کمروں کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

”انچارج کہاں بیٹھا ہے۔“ عمران نے ایک مسلح آدمی سے مخاطب ہو کر کہا۔

”اس کمرے میں۔“ اس مسلح آدمی نے ایک کمرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ اس کا لچرہ موڈ بانہ تھا اور عمران سر ہلاتا ہوا اس کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ عمران اندر داخل ہوا تو ایک کاؤنٹر کے پیچھے ایک لمبے قد اور بھاری جسم کا آدمی یو پیٹارم پہنے بیٹھا ہوا تھا۔

”مجھے علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) کہا جاتا ہے۔“ عمران نے اپنے مخصوص انداز میں مسکراتے ہوئے کہا تو وہ آدمی ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

”اوہ۔ اوہ۔ جاپ۔ چیف نے مجھے آپ کے بارے میں اطلاع دے دی تھی۔ میرا نام گلزار خان ہے، ابھی میں اس چیک پوسٹ کا انچارج ہوں۔ ہم آپ کی ہر خدمت کرنے کے لئے تیار ہیں۔“ انچارج نے ہاتھ دھو سلیوٹ کرتے ہوئے کہا۔ یہ چیک پوسٹ ملٹری اٹلی جنس کے تحت تھی اور عمران نے یہاں آنے سے

پہلے ملٹری اٹلی جنس کے چھاونی میں انچارج کرنل شہامند سے بات کر لی تھی اور کرنل شہامند نے اسے بتا دیا تھا کہ ان کے بارے میں چیک پوسٹ پر فون کے ذریعے ہاتھ دھو اطلاع دے دی گئی ہے۔

”یہ بتائیں کہ دو تین روز پہلے ایک یورپی جوڑے کو جنگل میں جاتے دیکھا گیا ہے جبکہ غیر ملکیوں کا داخلہ ممنوع ہے۔“ عمران نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے خود بھی کاؤنٹر کی جانب کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

”سر۔ ایک یورپی جوڑا آیا ضرور تھا۔ ان کے پاس ایک بریٹیا کی نیش یونیورسٹی کے کافذات تھے اور ان کا تعلق قدیم تاریخ کے شعبے سے تھا۔ ان کا کہنا تھا کہ یہاں قدیم دور میں ایک مندر تھا۔ وہ اس بارے میں جنگل میں جا کر معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں جس پر میں نے انہیں بتایا کہ غیر ملکیوں کا داخلہ جنگل میں ممنوع ہے۔ انہوں نے اصرار کیا اور کرنل صاحب سے بات کرنے کی خواہش ظاہر کی تو میں نے بات کرا دی۔ کرنل صاحب نے بھی انہیں سمجھایا لیکن ان کے حریف اصرار پر انہوں نے انہیں ریڈ سرکل سے ہٹ کر صرف جنگل میں گھومنے پھرنے کی اجازت دے دی اور وہ لوگ کئی گھنٹوں تک جنگل میں گھومنے کے بعد واپس پہلے گئے۔“ گلزار خان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”کیا انہوں نے کرنل شہامند سے اجازت لی تھی۔“ عمران



فون پر اطلاع دے دی تھی۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے بھاری آواز  
میں کہا گیا لیکن لمبہ قدرے مودبانہ تھا۔

”کرنل صاحب۔ انچارج صاحب بتا رہے ہیں کہ آپ نے  
ایک غیر ملکی جوڑے کو دو تین روز پہلے جنگل میں گھونسنے پھرنے کی  
اجازت دی تھی۔ کیا یہ درست ہے۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

”جی ہاں۔ گلزار خان نے مجھے بتایا تھا کہ وہ بے حد اصرار کر  
رہے ہیں اور ان کا تعلق اکیڈمی کی پرنسپل سے ہے اور گلزار  
خان نے ان کے کاغذات بھی چیک کئے تھے۔۔۔۔۔ کرنل شہانہ نے  
جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اوکے۔۔۔۔۔ عمران نے کہا اور ریسور رکھ دیا۔

”آپ نے ان کے کوائف تو درج کئے ہوں گے۔۔۔۔۔ عمران  
نے کہا۔

”لیس سر۔۔۔۔۔ گلزار خان نے ایک رجسٹر اٹھا کر اسے کھولتے  
ہوئے کہا اور پھر ایک صفحہ پلٹ کر اس نے رجسٹر عمران کی طرف  
بڑھا دیا۔

”یہ دیکھئے۔ یہ اندراج ہے۔۔۔۔۔ گلزار خان نے کہا تو عمران  
نے رجسٹر پر دیکھا۔ وہاں درجہ اور باریا کے نام درج تھے اور ان کا  
ایکریڈیا کا پتہ درج تھا اور دخل تھے۔

”ان کا مقامی ایڈریس نہیں لکھا گیا۔۔۔۔۔ عمران نے بوجھا۔  
”انہوں نے بتایا تھا کہ وہ گرائڈ ہوٹل میں ٹھہرے ہوئے ہیں

نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”لیس سر۔۔۔۔۔ گلزار خان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔  
”یہاں سے بات ہو سکتی ہے کرنل صاحب سے۔۔۔۔۔ عمران نے  
پوچھا۔

”لیس سر۔۔۔۔۔ گلزار خان نے مودبانہ لہجے میں جواب دیتے  
ہوئے کہا۔

”بات کراؤ میری۔۔۔۔۔ عمران نے کہا تو گلزار خان نے کاؤنٹر  
پر پڑے ہوئے فون کا ریسور اٹھایا اور تجزی سے فبر پر پریس کرنے  
شروع کر دیئے۔

”انچارج راج گڑھ چیک پوسٹ گلزار خان بول رہا ہوں۔  
کرنل شہانہ صاحب سے بات کرائیں۔۔۔۔۔ گلزار خان نے کہا۔

”سر۔ جناب ملی عمران صاحب میرے پاس چیک پوسٹ ہے  
موجود ہیں۔ وہ آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔۔۔۔۔ گلزار خان نے  
مودبانہ لہجے میں کہا۔

”لیس سر۔۔۔۔۔ اس نے دوسری طرف سے بات سن کر کہا اور  
پھر ریسور عمران کی طرف بڑھا دیا۔

”ملی عمران ایف ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں  
چیک پوسٹ راج گڑھ سے۔۔۔۔۔ عمران نے اپنے مخصوص لہجے میں  
کہا۔

”جی جناب۔ کوئی پرابلم ہے۔ میں نے آپ کے بارے میں

ضرورت ہی پیش نہیں آئی تھی لیکن چونکہ یہ قانونا دیا جانا ضروری ہوتا ہے اس لئے میں نے انہیں بھی دے دیا تھا۔“ گلزار خان نے جواب دیا تو عمران نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے واکی ٹاکی جب میں ڈالا اور پھر آفس سے باہر آ گیا۔ اس کے پیچھے گلزار خان بھی باہر آ گیا۔

”راؤ ہٹا دو۔“ گلزار خان نے مسلح افراد سے کہا تو ایک آدمی نے تیزی سے آگے بڑھ کر راؤ ہٹا دیا۔

آپ کے پاس اس جنگل کا نقشہ تو ہو گا۔“ اچانک ایک خیال کے تحت عمران نے گلزار خان سے پوچھا۔

”ہیں سر۔ میں لے کر آتا ہوں۔“ گلزار خان نے کہا اور جیڑی سے سڑکر واپس آفس میں چلا گیا جبکہ عمران جیب کی طرف بڑھ گیا۔ ٹائیکلر اور جوزف بھی جیب سے نیچے اتر کر کھڑے تھے۔ چند لمحوں بعد گلزار خان ایک تہہ شدہ نقشہ لے کر آفس سے نکل کر عمران کی طرف بڑھا اور اس نے نقشہ عمران کی طرف بڑھا دیا۔

”یہ اصل ہے یا کاپی؟“ عمران نے نقشہ لیتے ہوئے پوچھا۔  
 ”یہ کاپی ہے۔ یہاں ہم نے کاپیاں کرا کر رکھی ہوئی ہیں۔ جو لوگ جنگل میں جانے پر اصرار کرتے ہیں تو ہم انہیں نقشے کی کاپی دے دیتے ہیں۔“ گلزار خان نے جواب دیا تو عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر گلزار خان کا شکریہ ادا کر کے عمران سائیکل سیٹ پر بیٹھ گیا۔

اور دو روز بعد واپس جا رہے ہیں۔“ گلزار خان نے جواب دیتے ہوئے کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

”سر۔ کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ یہ فیصلہ کنی جوڑا کون تھا جس کے لئے آپ ایسی انکوائری کر رہے ہیں۔“ گلزار خان نے قدرے سبے ہوئے لہجے میں کہا۔

”یہ ملک دشمن ایجنٹ تھے۔“ عمران نے مختصر سا جواب دیا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

”کیا ہمیں بھی اندراجات کرنے ہوں گے جنگل میں جانے کے لئے۔“ عمران نے کہا۔

”نہیں سر۔ یہ قانونی ضابطہ ہے۔“ گلزار خان نے بھی اٹھتے ہوئے مودبانہ لہجے میں کہا تو عمران نے اپنا ٹائیکلر اور جیڑی کے ہام لکھ کر اپنا پتہ لکھا اور پھر دھتلا کر دیئے۔

”جینک یوسر۔“ گلزار خان نے کہا اور پھر اس نے کاؤنٹر کے نیچے موجود خانے سے ایک واکی ٹاکی نکال کر عمران کو دے دیا۔

”یہ واکی ٹاکی رکھیں۔ کسی بھی اور مرضی کی صورت میں آپ ہمیں مطلع کر سکتے ہیں۔“ گلزار خان نے کہا۔

”کیا آپ نے اس یورپیا جوڑے کو بھی واکی ٹاکی دیا تھا۔“ عمران نے واکی ٹاکی لیتے ہوئے چونک کر کہا۔

”ہیں سر۔ لیکن انہوں نے کال نہیں کی تھی۔ انہیں اس کی

”جوزف کے لئے ممکن ہے اور اسی لئے میں اسے ساتھ لایا ہوں۔ جنگل میں اس کی تمام حیات اس قدر تیز ہو جاتی ہیں کہ شاید دردوں کی حیات بھی اتنی تیز نہ ہوتی ہوں گی اور یہاں تو افراد بہت کم آتے ہیں اور یقیناً جارج اور ریتا یہاں گھوم رہے ہوں گے تو ان کی مخصوص بو جنگل میں موجود ہوگی جسے جوزف کی ناک سونگھ سکتی ہے۔ کیوں جوزف؟“..... عمران نے کہا۔

”ہاں ہاں۔ میں یہاں بھی انسانوں کی بگلی سی بو سونگھ رہا ہوں۔“

جوزف نے جواب دیا۔

”تو ٹھیک ہے۔ میری بیماری رہنمائی کرے؟“..... عمران نے کہا تو جوزف سر ہلاتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔ بھر کافی آگے جا کر وہ رک گیا۔

”ہاں۔ یہاں تو بو تیز ہو گئی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ یہاں کار سے نیچے اترے ہیں“..... جوزف نے کہا۔

”ہاں۔ ہو سکتا ہے وہ جیب پر آئے ہوں جیسے ہم آئے ہیں۔“

ٹائیگر نے کہا۔

”نہیں۔ وہ کار میں آئے ہیں۔ اس لئے پیچھے ان کی بو ہے۔“

بگلی تھی۔ یہاں بہت تیز ہے۔ اگر وہ جیب میں آتے تو جیب کے کپڑے دروازوں کی وجہ سے ان کی بو اس قدر بگلی نہ ہوتی۔“ جوزف نے جواب دیا اور اس بار ٹائیگر کو اثبات میں سر ہلاتا چلا۔ ویسے اس کے چہرے پر حیرت کے تاثرات ابھر آئے تھے۔ شاید اس کے

”چلو جنگل کے اندر“..... عمران نے نقشہ کھینچتے ہوئے کہا تو ٹائیگر نے جیب نکالت کر کے ایک جھنگے سے آگے بڑھا دی۔

عمران نے نقشے کو کھول کر اسے اپنے گھٹنوں پر بچھا لیا اور پھر اس نے جیب سے ہال پوائنٹ نکال کر اس جگہ پر نشان لگایا جہاں چیک پوسٹ ظاہر کی گئی تھی۔ اس کے بعد اس نے ریڈ سرکل تک جانے والے راستے کو مارک کیا اور پھر چند لمبے نقشے کو غور سے دیکھنے کے بعد اس نے ہال پوائنٹ بند کر کے واپس جیب میں رکھا اور نقشہ تھک کر کے اسے جیب کے ڈائری بورڈ کے اوپر رکھ دیا۔ جیسے جیسے جیب آگے بڑھی جلی چار دی تھی جنگل گھٹا ہوتا جا رہا تھا۔ سڑک بھی ٹھک ہوتی جا رہی تھی اس لئے ٹائیگر نے جیب کی رفتار آہستہ کر دی تھی۔ تھوڑی دیر بعد جیب جب کافی گھنے جنگل میں داخل ہو گئی تو عمران نے ٹائیگر کو جیب روکنے کے لئے کہا اور پھر جیب کے دیکھنے ہی عمران جیب سے اتر گیا تو ٹائیگر اور جوزف بھی جیب سے نیچے اتر آئے۔ جیب سے باہر آتے ہی جوزف کا چہرہ اس طرح کھل اٹھا جیسے بچہ اپنے کسی پسندیدہ جگہ پر پہنچ کر خوش ہو جاتے ہیں۔

”جوزف۔ کیا تم سونگھ سکتے ہو کہ وہ فیر مکی یہاں کہاں کہاں گئے ہوں گے؟“..... عمران نے جوزف سے مخاطب ہو کر کہا۔

”یہ کیسے ممکن ہے ہاں؟“..... جوزف کے جواب دینے سے پہلے ٹائیگر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”وہ سامنے جو سرخ پھولوں والے اونچے درخت نظر آ رہے  
اور یہ باقاعدہ سرکل میں ہیں“..... عمران نے ہاتھ سے اشارہ  
رہتے ہوئے کہا۔

”تو ہاں۔ یہ دونوں اس سرکل میں بھی گئے ہیں۔ مجھے وہاں  
بے ان کی بو آ رہی ہے“..... جوزف نے کہا تو عمران بے اختیار  
فہل چڑا۔

”کیا کہہ رہے ہو۔ یہ کیسے ممکن ہے۔ تم دیکھ نہیں رہے کہ  
یہاں ہر درخت اور ہر شاخ پر آلات موجود ہیں۔ وہ چاہے سیلابی  
لوہیاں بہن کر جاتے تب بھی ان آلات سے پوشیدہ نہ رہ سکتے تھے۔  
اور میں یہ بات کس قسم کر چکا ہوں کہ وہ چپک نہیں ہوئے“۔ عمران  
نے کہا۔

”ہاں۔ وہ ایکریمن ایجنٹ ہیں۔ ہو سکتا ہے انہوں نے ان  
تمام آلات کو زیر و کرنے کا کوئی آلہ ساتھ رکھا ہوا ہو“..... ٹائیگر  
نے کہا تو عمران بے اختیار چمک چڑا۔

”ہاں۔ ایسا بھی ہو سکتا ہے۔ ٹھیک ہے۔ اب ہمیں ریڈ سرکل کو  
بھی چپک کرنا پڑے گا“..... عمران نے کہا اور پھر جیب سے گھڑار  
فون کا دیا ہوا وائی ٹاکی نکال کر اس نے اس کا بٹن پریس کر دیا۔

”گھڑار خان بول رہا ہوں“..... چند لمحوں بعد وائی ٹاکی سے  
گھڑار خان کی آواز سنائی دی۔  
”تم فون کر کے کرنل شہامند سے کہہ دو کہ ہم ریڈ سرکل کو چپک

نہیں میں یہ بات ہی نہ تھی کہ جوزف جیسا آدمی اس قدر گہری  
بات بھی سوچ سکتا ہے اور پھر جوزف آگے آگے چل رہا اور عمران  
اور ٹائیگر اس کے پیچھے۔

”جس سمت میں تم چل رہے ہو اس کا مطلب ہے کہ انہیں  
جنگل سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ وہ سیدھے ہانڈی درختوں کے سرکل  
کی طرف جا رہے تھے جسے ریڈ سرکل کہا جاتا ہے“..... عمران نے  
کہا۔

”مجھے ہانڈی کے بارے میں معلوم نہیں ہے ہاں لیکن یہ  
یورپی جزا ادھر ہی گیا ہے“..... جوزف نے جواب دیا تو عمران  
نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

”ہاں۔ ریڈ سرکل میں تو چیٹنگ کے جدید ترین آلات نصب  
ہیں۔ پھر تو وہ چیٹنگ میں آگے ہوں گے“..... ٹائیگر نے کہا۔

”چیٹنگ میں بھی نہیں آئے۔ میں پہلے معلوم کر چکا ہوں۔  
گزشتہ چھ ماہ سے کوئی آدمی ریڈ سرکل میں داخل نہیں ہوا۔ البتہ  
جانوروں کی اور بات ہے“..... عمران نے جواب دیا اور پھر چلے  
چلے اچانک جوزف رک گیا۔

”کیا ہوا“..... عمران نے چونک کر پوچھا۔

”ہاں۔ یہاں ان کی بوگھری اور تیز ہے۔ اس کا مطلب ہے  
کہ وہ کافی دیر تک یہاں رکے رہے ہیں۔ اور ہاں وہ ہانڈی کے  
درخت کہاں ہیں“..... جوزف نے پوچھا۔

کرنے کے لئے اس میں داخل ہو رہے ہیں۔ وہ پریشان نہ ہوں۔“ عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”لیس سر۔ حکم کی تعمیل ہو گی سر۔“ دوسری طرف سے جواب دیا گیا اور اس کے ساتھ ہی عمران نے واک ٹاک آف کر کے اسے واپس جیب میں رکھ لیا۔

”ہلو آگے بڑھو اور مجھے بتاؤ کہ یہ لوگ ریٹ سرکل میں کہاں کہاں گئے ہیں۔“ عمران نے جوزف کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”لیس ہاس۔“ جوزف نے کہا اور آگے بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ریٹ سرکل میں داخل ہو گئے اور جوزف ادھر ادھر گھومنے کے

بعد اچانک ایک کھنڈر نما جگہ کے قریب رک گیا۔ یہ ایک کنویں نما جگہ تھی لیکن مگر اکتوں نہ تھا بلکہ کنویں کی طرح زمین پر احاطہ سا بنا

ہوا تھا لیکن یہ احاطہ اور اس کی اینٹیں بھی قدیم دور کی تھیں۔ اچانک عمران اس احاطے کے کونے میں کھدی ہوئی جگہ کو دیکھ کر

چونک پڑا۔ وہ تیزی سے آگے بڑھا اور پھر احاطے کی چھوٹی سی دیوار کو کراس کر کے وہ اندر داخل ہوا اور اس کونے میں کھدی ہوئی

جگہ پر پہنچ کر رک گیا۔ اس کے پیچھے ٹائگر اور جوزف بھی احاطے کے اندر آ گئے۔ عمران اس کھدی ہوئی جگہ کے قریب اکڑواں بیٹھ

گیا اور اس نے ہاتھ کھدی ہوئی جگہ پر رکھ کر اسے حرکت دی اور پھر ایک طویل سانس لیتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

”کیا ہے یہاں ہاس۔“ ٹائگر نے پوچھا۔

”اس احاطے کا فرش گھٹسٹون سے بنایا گیا ہے جس پر انجم بم بھی اتر نہیں کر سکا اور نہ ہی اسے کسی طرح اکھاڑا جا سکتا ہے اور

اس کی میعاد بھی چاروں سال تک ہو سکتی ہے اور اس میں سرنگ بھی نہیں لگائی جا سکتی۔“ عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”کیا یہ قدیم دور کا چھر ہے۔“ ٹائگر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”نہیں۔ یہ جدید ترین دور کی ایجاد ہے۔ یہ ریٹ بلاکس سے بھی زیادہ سخت اور پائیدار چڑ ہے اور ابھی حال ہی میں ایجاد کیا گیا

ہے۔ تقریباً بیس سال قبل۔“ عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”پھر اسے یہاں کیوں استعمال کیا گیا ہے۔“ ٹائگر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”سیرا خیال ہے کہ یہاں مندر کے تہہ خانوں میں جانے کا راستہ تھا جسے پہلے ریٹ بلاکس سے بند کیا گیا ہو گا لیکن پھر حربہ

حفاظت کے لئے اس پر گھٹسٹون بھی لگا دیا گیا ہو گا اور جارج اور ریٹا اس راستے کی تلاش میں یہاں آئے اور پھر انہوں نے اس

احاطے میں کھدائی کر کے چپک گیا۔“ عمران نے جواب دیا۔

”آپ کا مطلب ہے کہ ادھر سے وہ کسی صورت اندر نہیں جا سکتے۔“ ٹائگر نے کہا۔

”ہاں۔ یہی بات ہے۔“ عمران نے جواب دیا۔

”پھر تو وہ لازماً چھانڈوئی والا راستہ ہی اختیار کریں گے۔“ ٹائگر

نے کہا۔

”وہاں سے بھی ان کا لیہارٹری میں داخل ہونا ناممکن ہے۔“  
عمران نے جواب دیا۔

”وہ اندر کے کسی آدمی کو خرید سکتے ہیں۔“ ناٹیکر نے کہا۔  
”خرید تو سکتے ہیں لیکن وہ آدمی ان کی کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ نہ وہ انہیں اندر لے جا سکتا ہے اور نہ ہی وہ خود کو کوئی فارمولا وغیرہ باہر لا سکتا ہے اور نہ ہی کوئی اہم دستاویزات یا کوئی بھی ہتھیار اندر لے جا سکتا ہے۔ وہاں کیمپٹر کی عکسرتی ہے۔“ عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”میرا خیال ہے کہ یہ لوگ ناکام واپس چلے جائیں گے۔“  
ناٹیکر نے ایک خول سانس لیتے ہوئے کہا۔

”ایکٹوں کو پہلا سبق ہی یہی پڑھایا جاتا ہے کہ وہ ناکام واپس لوٹنے کا تصور ہی ذہن میں نہ لائیں۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”تو پھر یہ کیا کریں گے۔ کس طرح اپنا مشن مکمل کریں گے۔“  
ناٹیکر نے کہا۔

”میں تو اب سوچتا ہے۔ آؤ واپس چلیں۔“ عمران نے کہا اور پھر مڑ کر وہ تینوں احاطے سے باہر آئے اور واپس اس طرف بڑھنے لگے جہاں ان کی جیب موجود تھی۔

جارج اور ریٹا کے چہرے مسرت کی شدت سے گلاب کے پھول کی طرح کھلے پڑ رہے تھے کیونکہ انہیں محسوس ہو رہا تھا کہ اب ان کے مشن کی تکمیل میں کوئی رکاوٹ باقی نہیں رہ گئی۔ وہ کار میں سوار راج گڑھ گئے تھے جہاں چیک پوسٹ پر انجارج گھزار خان نے ان کا خوش دلی سے استقبال کیا تھا اور پھر انہیں ضروری ہدایات دے کر وہ انہیں خود اندرونی راستے پر چھوڑ گیا تھا۔ جارج نے کار ریڈ سرکل کے قریب لے جا کر روکی۔ صلاح الدین نے وعدہ کیا تھا کہ وہ ایک گھنٹہ مانیٹرنگ بند رکھے گا اس لئے وہ اطمینان سے ریڈ سرکل میں داخل ہو گئے اور پھر ابھر ادھر گھومنے کے بعد انہیں وہ احاطہ نظر آ گیا جس کے گرد منڈیر سی بنی ہوئی تھی۔ جارج نے جیب سے ایک چھوٹا سا آلہ نکالا اور اس احاطے میں داخل ہو کر اس نے ایک کونے پر سٹی کو کھودا تو نیچے سیاہ رنگ

کی سخت چٹان نظر آئی تو وہ چونک پڑا۔

”گڈ سنون۔ کمال ہے اس پس ماندہ ملک کو بھی گڈ سنون کام ہے۔ حیرت ہے۔“..... جارج نے اونچی آواز میں کہا۔

”کیا ہوا ہے جارج۔ کوئی خاص بات؟“..... رجا نے کہا تو جارج نے اسے بتایا کہ اس راستے کو گڈ سنون سے بلاک کیا گیا ہے اور یقیناً اس کے نیچے ریٹ بلاکس ہوں گے۔

”پھر اب کیا ہو گا۔ کیا ہم اسے کھول سکیں گے؟“..... ریٹا نے کہا۔

”ہاں۔ لیکن گڈ سنون اور ریٹ بلاکس دونوں کے لئے مشینری انکری میا سے منگوانی ہو گی۔ خالی ریٹ بلاکس کو توڑنے والی مشینری تو میں نے منگوا لی تھی لیکن مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ یہ لوگ گڈ سنون بھی استعمال کر سکتے ہیں۔ بہر حال ایک ہفتہ لگے گا۔ اس کو توڑنے والی مشینری یہاں آ جائے گی“..... جارج نے کہا اور پھر وہ دونوں کار میں بیٹھ کر راج گڑھ سے واپس دارالحکومت پہنچ گئے اور جارج نے کارس کو مشینری کے بارے میں تفصیل کھوا دی تھی اور اس بات کو دو روز گزر چکے تھے اور انہیں معلوم تھا کہ ایک ہفتے کے اندر مشینری پہنچ جائے گی اور پھر ان کے مشن کو کامیاب ہونے سے کوئی نہ روک سکے گا۔

”یہ تو بڑا آسان مشن رہا۔ میں تو سمجھی تھی کہ اس مشن میں کافی مشکلات پیش آئیں گی“..... ریٹا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اصل میں کسی کو ہماری کارروائی کا علم ہی نہیں ہو سکا اور اس میں ہماری احتیاطی تدابیر بھی کام آئی ہیں۔ مثلاً اچانک کراؤن سے لاطینی اعتبار کر لینا پھر اسی طرح جنگر سے لاطینی۔ اس طرح ٹائیگر ہمیں ٹریس ہی نہ کر سکا اور سب سے اہم بات یہ کہ لیبارٹری کے بارے میں ان کو کہیں سے اطلاع ملی ہے یا نہیں۔ اگر ملی بھی ہو گی تو وہ بھی سمجھیں گے کہ ہم چھوٹی کے راستے لیبارٹری میں داخل ہوں گے اور اسے تباہ کریں گے اس لئے انہوں نے اگر کوئی حفاظتی انتظامات کئے بھی ہوں گے تو چھوٹی میں ہی کریں گے جبکہ جنگل کے راستے اندر داخل ہو کر اور کام کر کے ہم واپس انکری میا بھی پہنچ جائیں گے۔“..... جارج نے مسلسل بولتے ہوئے کہا اور ریٹا بے اختیار فاتحانہ انداز میں ہنس پڑی۔ پھر اس سے پہلے کہ مزید کوئی بات ہوتی فون کی گھنٹی بج اُچی تو جارج نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

”رچرڈ بول رہا ہوں“..... جارج نے کہا۔

”کارس بول رہا ہوں جناب“..... دوسری طرف سے کارس کی آواز سنائی دی۔

”ہیں۔ کوئی خاص بات؟“..... جارج نے کہا۔

”ہیں سر۔ بہت اہم واقعات سامنے آئے ہیں۔ صلاح الدین آپ سے فوری ملنا چاہتے ہیں۔ وہ میرے پاس موجود ہیں۔“

کارس نے کہا۔

”آ جاؤ گے۔۔۔۔۔ جارج نے کہا اور دستور رکھ دیا۔

”کیسے واقعات۔۔۔۔۔“ رینا نے کہا کیونکہ لاؤڈر کا بیٹن مستقل پر بسٹ ہونے کی وجہ سے کارس کی بات اس نے بھی سن لی تھی۔

”کوئی بات ہوئی ہو گی۔ ویسے یہ پاکیشیائی دہی بھی بہت ہوتے ہیں۔۔۔۔۔ جارج نے جواب دیا لیکن اس کا پھول کی طرح کھلا ہوا چہرہ اب تنک سا گیا تھا اور پیشانی پر کھنکھن کا جال سا پھیل گیا تھا اور پھر تقریباً یون گھٹنے بعد صلاح الدین اور کارس دونوں کمرے میں موجود تھے۔

”کیا ہوا ہے۔ کیسے واقعات ہوئے ہیں۔۔۔۔۔ جارج نے قدرے سرد لہجے میں کہا۔

”آپ پاکیشیا سیکرٹ سروس کے لئے کام کرنے والے خطرناک ایجنٹ عمران کو تو جانتے ہیں جس کا شاگرد ٹائیگر آپ کو تلاش کرتا پھر رہا تھا اور میں نے آپ کو بتایا تھا۔۔۔۔۔ کارس نے کہا۔

”ہاں۔ کیوں۔ کیا ہوا ہے۔۔۔۔۔ جارج نے چونک کر کہا۔ رینا کے چہرے پر بھی پریشانی کے تاثرات ابھرائے تھے۔

”عمران آپ کے چچے راج گڑھ جنگل میں گیا اور اسے معلوم تھا کہ دو روز پہلے ایک یورپی جوڑا جنگل میں گیا ہے۔۔۔۔۔ اس بار صلاح الدین نے کہا۔

”یہ کیسے ممکن ہے۔ اسے کیسے معلوم ہو سکتا ہے۔۔۔۔۔ جارج نے

ایسے لہجے میں کہا جیسے اسے صلاح الدین کی بات پر یقین نہ آیا ہو۔

”اس نے گلزار خان انچارج چیک پوسٹ سے طویل جرح کی۔ پھر کرنل شہامند سے فون پر بات کی اور پھر جب یہ آدمی ریڈ سرکل میں گیا تو اس نے گلزار خان کے ذریعے مجھے اطلاع بھجوائی کہ میں مائٹریک بند کر دوں لیکن میں نے مائٹریک بند نہیں کی اس لئے اس کے ثبوت میرے پاس ہیں کہ وہ لوگ ریڈ سرکل میں کیا کرتے رہے ہیں۔ یہ دیکھیں۔۔۔۔۔ صلاح الدین نے کہا اور جیب سے ایک لفافہ نکال کر اس نے جارج کی طرف بڑھا دیا۔ جارج نے لفافہ کھولا اور اس میں سے دس بارہ تصویریں نکال لیں۔

”یہ دیکھیں۔ یہ عمران ہے۔ یہ اس کا شاگرد ٹائیگر اور یہ افریقی حبشی ہے عمران کا باؤی گارڈ۔۔۔۔۔ کارس نے تصویر پر انگلی رکھتے ہوئے کہا اور رینا بھی آگے جھک کر دیکھنے لگی اور پھر تھوڑی دیر بعد جارج اور رینا دونوں نے تسلیم کر لیا کہ عمران اور اس کے ساتھی نہ صرف ریڈ سرکل میں گئے ہیں بلکہ انہوں نے اس جگہ کو بھی چیک کر لیا ہے جہاں جارج نے مشینری سے گلاز سٹون کو چپکایا تھا۔

”اس کا کیا نتیجہ نکلے گا۔۔۔۔۔ جارج نے ایک طویل سانس لینے ہوئے کہا۔

”نتیجہ یہ جناب کہ آپ اس راستے سے لیبارٹری میں داخل نہیں ہو سکتے۔ یہ لوگ اب ہا قاعدہ چیکنگ کریں گے اور دوسری



وہ یہ دونوں اسی طرح باتیں کر رہے تھے کہ فون کی گھنٹی بج گئی تو جارج نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

”ہی۔۔۔ رچرڈ بول رہا ہوں“۔۔۔ جارج نے کہا۔

”کارن بول رہا ہوں جناب۔ میں نے اس وقت آپ کے چروں کے تاثرات دیکھ لئے تھے جب صلاح الدین کے سامنے میں نے مکمل کر بات کر دی تھی لیکن جناب یہ صلاح الدین اور گھرار خان دونوں چونکہ ہمارے لئے خطرناک ہو گئے تھے اس لئے میں نے ان دونوں کے خاتمے کا فیصلہ کر لیا تھا اور اب تک ان دونوں کا خاتمہ کر دیا گیا ہے“۔۔۔ کارن نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”خاتمہ کر دیا گیا ہے۔ کیسے“۔۔۔ جارج نے پوچھا۔ چونکہ فون میں لاؤڈر کا بزن مستقل پریسٹر کر دیا گیا تھا اس لئے کارن کی آواز رہا تک بھی پہنچ رہی تھی۔

”گھرار خان کو تو انتہائی زہریلے سانپ نے ڈس لیا ہے اور صلاح الدین اپنی کار میں داپس جا رہا تھا کہ دپا تک بریک ٹل ہو گئے اور وہ روڈ ایکسیڈنٹ میں موقع پر ہی ہلاک ہو گیا“۔۔۔ کارن نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اودہ گند۔ تم واقعی کچھ دار آدمی ہو۔ لیکن ایسا نہ ہو کہ صلاح الدین کے تم سے ملنے کی رپورٹ ان تک پہنچ جائے“۔۔۔ جارج نے کہا۔

بات یہ کہ جس کار میں آپ گئے تھے اس کار کو بھی اب ڈسپ کرنا پڑے گا۔ اس کے علاوہ آپ کو ایک بار پھر میک اپ کرنا ہو گا“۔۔۔ کارن نے بڑے کھلے لہجے میں کہا تو جارج اور ریٹا دونوں کے چروں پر غصے کے تاثرات ابھر آئے۔ وہ شاید سوچ بھی نہ سکتے تھے کہ کارن، صلاح الدین کے سامنے اسی طرح مکمل کر بات کر دے گا لیکن صلاح الدین کی وجہ سے وہ کچھ نہ کہہ سکتے۔

آپ یہ معاملات ہم پر چھوڑ دیں“۔۔۔ جارج نے غصیلے لہجے میں کہا تو کارن اٹھا اور اس نے صلاح الدین کو ساتھ آنے کا کہا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی کار کے پھاٹک سے باہر جانے اور پھر پھاٹک بند ہونے کی آواز سنائی دی۔

”یہ آدمی احمق ہے۔ اب ہم اور کسی کا آسرا نہیں ہے“۔۔۔ ریٹا نے کہا۔

”اب ہمیں واقعی اسے بھی چھوڑنا ہو گا لیکن اصل مسئلہ یہ ہے کہ اب مشن کیسے مکمل کیا جائے“۔۔۔ جارج نے کہا۔

”دونوں راستے بند ہو گئے۔ اب تیسرا راستہ کہاں سے تلاش کیا جائے“۔۔۔ ریٹا نے کہا۔

”لیکن ہمیں معلوم کیسے ہوا کہ ہم اس دوسرے راستے سے حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ آج تک ہمارا ان سے ٹکراؤ نہیں ہوا پھر یہ ہمارے پیچھے پیچھے چل رہے ہیں۔ پہلے وہ ٹانگیر ہمیں تلاش کرتا رہا اب یہ ہمارے پیچھے رہ کر سرکل تک پہنچ گئے ہیں“۔۔۔ جارج نے کہا۔

”نہیں جناب۔ وہ ہمیشہ عقی رستے سے آتا تھا اور عقی رستے سے ہی واپس جاتا تھا۔ البتہ آپ کے لئے میرے ذہن میں ایک تجویز ہے۔ اگر آپ سننا پسند کریں تو میں بتا دوں“۔ کارس نے کہا۔

”ہاں۔ ضرور بتاؤ“۔ جارج نے کہا۔

”جناب۔ اگر آپ تھوڑی سی زیادہ رقم خرچ کریں تو آپ کو چھاؤنی کے رستے اندر جھگایا جا سکتا ہے“۔ کارس نے کہا۔

”یہ کیسے ممکن ہے۔ تم نے خود ہی معلوم کر کے بتایا تھا کہ تمام معاملات کیپیوٹر انرڈ ہیں۔ کوئی کاغذ تک اندر نہیں جا سکتا۔ ہم کیسے ہم لے کر جائیں گے“۔ جارج نے متنبہ ہوئے جواب دیا۔

”جناب۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں معلوم کر کے بتاؤں کہ یہ کام کیسے ہو سکتا ہے“۔ کارس نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ ضرور معلوم کرو۔ ہم نے بہر حال مشن مکمل کرنا ہے چاہے اس پر ہماری کتنی ہی رقم کیوں نہ خرچ ہو جائے“۔ جارج نے کہا۔

”اوکے۔ میں پھر آپ کو فون کروں گا“۔ دوسری طرف سے

کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی جارج نے دسیور رکھ دیا۔

”اس مشن میں حالات ہر لمحہ بدل رہے ہیں۔ میں تو اسے آسان مشن قرار دے رہی تھی لیکن اب لگتا ہے کہ یہ سب سے مشکل مشن ہوگا“۔ ریٹا نے کہا۔

”مجھے نہیں آتی کہ یہ عمران اور ٹائیگر کیوں ہمارے پیچھے لگ گئے ہیں۔ ان کو خبری کون کر رہا ہے“۔ جارج نے کہا۔

”خبری کس نے کرنی ہے۔ ہم نے لائبریری سے وہ محفوظ چوری کرایا۔ یقیناً اس اہم محفوظ کی چوری کی رپورٹ اعلیٰ حکام کو کی گئی ہو گی اور یہ معاملہ اعلیٰ جس بیورو میں پہنچ گیا لیکن ہم کراؤن سے پہلے ہی لا تعلق ہو چکے تھے۔ پھر سائنس دانوں کی بے ہوشی کا معاملہ سامنے آ گیا۔ ہم نے تو اس لئے انہیں ہلاک نہیں کیا تھا کہ حکومت حرکت میں نہ آ جائے۔ لیکن شاید وہاں ان کی بے ہوشی کی وجہ سے پولیس پہنچ گئی اور وہاں پولیس کی انکوائری پر معلوم ہوا کہ کسی ہمسائے نے ہمیں دیکھ لیا تھا۔ اس طرح ہمارے سنے طیلے سامنے آ گئے اور ٹائیگر ہمیں ہر جگہ ٹریس کرنے لگ گیا۔ ایک بار پھر یہ بات ہمارے حق میں گئی کہ ہم جیگر سے بھی لا تعلق ہو چکے تھے۔ اس کے بعد ہم نے کارس کے ذریعے مشن کو آگے بڑھایا اور صلاح الدین اور گلزار خان کے ذریعے ہم اس جنگل اور دیہے میں پہنچ گئے لیکن یا تو ہمیں دیکھ لیا گیا یا پھر اس گلزار خان نے خبری کی۔ نتیجہ یہ کہ عمران اور اس کا شاگرد ٹائیگر وہاں پہنچ گئے اور کارس نے گلزار خان اور صلاح الدین کو ہلاک کر کے ہمیں فوری طور پر تو محفوظ کر لیا لیکن ہمارے دونوں رستے بند ہو گئے۔ اب ہم نہ چھاؤنی کی طرف سے جا سکتے ہیں اور نہ ہی جنگل کی طرف سے اور بظاہر قیصر کو کوئی راستہ نہیں ہے“۔ ریٹا نے سادہ

کچے ہیں اور اب تو یقیناً اس کی تنظیم مزید مضبوط ہو چکی ہو گی۔  
جارج نے کہا۔

”جہاں لٹری اٹھلی جنس اور سیکرٹ سرس کام کر رہی ہو وہاں ڈوٹ کے تعلقات کیا کر سکیں گے۔ نہیں جارج۔ ہمیں مشن کی تکمیل کے لئے اب بالکل کوئی نیا اور منفرد راستہ اپنانا ہو گا۔“ رینا نے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ جارج اس کی بات کا کوئی جواب دیتا سامنے موجود فون کی گھنٹی بج گئی تو جارج نے ہاتھ بڑھا کر ریسور اٹھا لیا۔

”لیس۔ رچرڈ بول رہا ہوں۔“ جارج نے کہا۔  
”کارس بول رہا ہوں جناب۔“ دوسری طرف سے کارس کی آواز سنائی دی۔

”لیس۔ کیا رپورٹ ہے۔“ جارج نے کہا۔  
”جناب۔ میں نے اپنے طور پر بے حد کوشش کی ہے لیکن کوئی ترکیب کامیاب نہیں ہو سکی۔ چھاننی میں اس وقت ریڈ آرٹ ہے اور جنگل میں بھی لٹری اٹھلی جس کا ایک گروپ باقاعدہ ریڈ سرکل کے قریب ٹیمپ لگائے موجود ہے اور تیسرا کوئی راستہ نہیں ہے۔“ کارس نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”پھر اب کیا کیا جائے۔“ جارج نے کہا۔  
”سیرا تو خیال ہے کہ آپ فی الحال واپس اٹکریڈیا چلے جائیں۔ دو تین ماہ بعد لامحالہ حالات معمول پر آ جائیں گے تو آپ خاموشی

تمام حالات کا تجزیہ کرتے ہوئے کہا۔

”تم نے بہترین انداز میں تجزیہ کیا ہے رینا۔ لیکن ہم نے بہر حال آگے بڑھنا ہے اس لئے ہم سابقہ حالات پر غور کرنے کی بجائے آگے کا سوچیں۔ کارس کی تجویز ہے کہ ہم اندر کے آدمی کو اپنے ساتھ ملائیں لیکن میں اس تجویز کے خلاف ہوں۔ اب اس عمر ان نے یقیناً وہاں سیکرٹ سرس کے آدمی بھی پہنچا دیئے ہوں گے اور جنگل میں بھی اب معاملات کو سختی سے چیک کیا جا رہا ہو گا۔“ جارج نے کہا۔

”تمہارا مطلب ہے کہ اب ہم ایک بار پھر خاموشی سے کارس سے بھی لا تعلق ہو جائیں۔“ رینا نے کہا۔

”ہاں۔ ہمارا تحفظ اسی میں ہے لیکن ہمارے پاس جتنے کسی آدمی کی فپ نہیں ہے۔ البتہ ایک آدمی کے بارے میں میرے ذہن میں آ رہا ہے۔ اس کا نام ڈوٹ ہے۔ وہ سپانوفی نژاد ہے۔ اٹکریڈیا میں میری اس سے آٹھ سال پہلے ملاقاتیں ہوئی تھیں اور اس نے مجھے اپنے بارے میں بتایا تھا اور پھر میں نے اپنے طور پر بھی اس کے بارے میں معلومات حاصل کی تھیں۔ اس آدمی کے فوج میں بہت گہرے تعلقات ہیں کیونکہ یہ اعلیٰ ترین فوجی حکام کو ان کی مرضی کی تمام سہولیات میلا کرتا ہے اور اس کے پاس ایک چھوٹا سا لیکن منظم افراد کا گروپ بھی ہے اور وہ اسمگلنگ کے شے میں خاصا کامیاب ہے اور اب تو اسے مزید آٹھ سال گزر

سے واپس آ کر اپنا مشن مکمل کر سکتے ہیں۔“ کارس نے کہا۔  
 ”ٹھیک ہے۔ تمہاری تجویز اچھی ہے۔“ جارج نے ریتا کی  
 طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا اور ریتا بھی بے اختیار مسکرا دی۔  
 ”اگر آپ کہیں تو میں فوری طور پر چارلزڈ غیارے سے آپ کو  
 کافرستان بھجوا سکتا ہوں۔ وہاں سے آپ اطمینان سے اٹکر یسائیل  
 سکتے ہیں۔“ کارس نے کہا۔  
 ”اوکے۔ پھر ہم کب ایئر پورٹ پہنچ جائیں گے۔“ جارج نے  
 کہا۔

”کوئی پر موجود میرے آدمی ڈیگر سے کہیں کہ وہ آپ کو ایئر  
 پورٹ پہنچا دے گا۔ میں خود وہاں موجود ہوں گا تاکہ آپ کو  
 بحفاظت یہاں سے روانہ کیا جائے اور صرف ایک گھنٹہ کے ہوئی  
 سفر کے بعد آپ کافرستان پہنچ کر مکمل طور پر محفوظ ہو جائیں گے۔  
 البتہ چارلزڈ خلافت کے اخراجات اور اب تک میرے ہونے والے  
 اخراجات ملا کر آپ کو پچاس لاکھ ڈالر کا چیک مجھے دینا ہو گا۔“  
 کارس نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ ہم تیار ہیں۔“ جارج نے کہا۔  
 ”اوکے۔ پھر آپ پہنچ جائیں ایئر پورٹ۔ اب وہیں آپ سے  
 ملاقات ہو گی۔“ کارس نے اطمینان بھرے لہجے میں کہا تو جارج  
 نے بھی اوکے کہہ کر دسیور رکھ دیا۔

”چلو۔ ہمیں فوری طور پر کافرستان پہنچنا ہو گا۔ پھر ہم وہاں

سے نئے جہموں اور نئے میک اپ میں یہاں واپس آئیں گے  
 کیونکہ مجھے فخر ہے کہ صلاح الدین کی موت کی وجہ سے کہیں یہ  
 عمران اور جیکٹر، کارس تک نہ پہنچ جائیں۔ اس طرح جب انہیں  
 معلوم ہو گا کہ ہم کافرستان کے راستے واپس اٹکر یسائیل چلے گئے ہیں  
 اور دو تین ماہ بعد واپس آ جائیں گے تو وہ مطمئن ہو جائیں گے  
 جبکہ ہم واپس آ کر اپنا مشن مکمل کر لیں گے۔“ جارج نے کہا تو  
 ریتا نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

واپس کال کر لیا ہے جبکہ اسے اس بارے میں معلوم ہی نہ تھا۔  
چنانچہ اس نے کار کے ڈیش بورڈ میں موجود ٹرانسمیٹر پر بلیک زیرو کی  
فریکوئنسی ایڈجسٹ کی اور ٹن آؤن کر دیا۔  
”ہیلو۔ ہیلو۔ پرنس کالنگ۔ اوور“..... عمران نے اپنا نام لینے کی  
 بجائے پرنس کا نام لیا کیونکہ پارکنگ ٹکٹ جگہ تھی اور اس کی بات  
سنی جا سکتی تھی۔

”ہیس۔ بلیک انڈنگ یو۔ اوور“..... دوسری طرف سے بلیک  
زیرو نے بھی اپنا نام نہ لیا تھا۔

”کیا تم نے راج محڑہ چھاؤنی سے صفدر اور نعمانی کو واپس بلا  
لیا ہے۔ اوور“..... عمران نے پوچھا۔

”میں نے واپس نہیں بلایا البتہ صفدر کی کال آئی تھی۔ اس کا  
کہنا تھا کہ وہ چند گھنٹے دارالحکومت میں گزارنا چاہتا ہے اور جولیہ کی  
اپنے فلیٹ میں دی جانے والی ہفتہ وار دعوت میں شرکت کرنا چاہتا  
ہے جس پر میں نے اس لئے اجازت دے دی کہ نعمانی وہاں  
موجود ہے اور فوری طور پر کوئی خطرہ سامنے نہ تھا۔ اوور“..... بلیک  
زیرو نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اوکے۔ میں بھی اس وقت جولیہ کے رہائشی پلازہ کی پارکنگ  
میں موجود ہوں۔ جولیہ نے مجھے فون کر کے کال کیا تھا لیکن یہاں  
پارکنگ میں صفدر کی کار دیکھ کر میں چونک پڑا تھا اور اسی لئے میں  
نے جہیں کال کی تھی کہ صورت حال معلوم کر سکوں۔ اوکے۔ اوور

عمران نے کار اس رہائشی پلازہ کے کپاؤڈ گیٹ میں موڑ دی  
جہاں ایک فلیٹ میں جولیہ رہائش پذیر تھی اور اس وقت جولیہ کے  
فلیٹ میں میسرٹ سردس کے قیام ادا کیمن موجود تھے۔ عمران اپنے  
فلیٹ میں موجود تھا کہ جولیہ کا فون آ گیا اور اس نے اسے فوری  
طور پر اپنے فلیٹ پر اس انداز میں بلایا جیسے کوئی حاکم کسی ماتحت کو  
اپنے آفس میں طلب کر رہا ہو اور پھر اس سے پہلے کہ عمران کوئی  
جواب دیتا جولیہ نے ریسور دکھ دیا تھا۔ عمران بھی چونکہ قادرغ تھا اس  
لئے وہ بھی اپنے فلیٹ سے اٹھا اور اس وقت وہ اس رہائشی پلازہ کی  
پارکنگ میں پہنچ گیا تھا جہاں جولیہ کا فلیٹ تھا لیکن جب اس نے  
پارکنگ میں صفدر کی کار کھڑی دیکھی تو وہ بے اختیار چونک پڑا  
کیونکہ صفدر اور نعمانی کو تو وہ راج محڑہ چھاؤنی میں بھجوا چکا تھا لیکن  
صفدر تو یہاں موجود تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ بلیک زیرو نے اسے

کر نہیں پڑا۔

”یہ کس بات پر اتنی زور سے ہنسا جا رہا ہے عمران صاحب۔“

ڈرائیونگ روم میں موجود صالحہ نے کہا۔

”صنذر مجھے مردوں والا لطفیہ سنا رہا تھا۔“ عمران نے کہا تو

ڈرائیونگ روم میں موجود سب افراد کے چہروں پر بے اختیار مسکراہٹ

اُبھر آئی۔

”مردوں والا لطفیہ۔ کیا مطلب۔ کیا لطفیہ بھی جنس کے ساتھ

مخصوص ہوتے ہیں۔“ صالحہ نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”خواتین ایک دوسرے کو جو مخصوص لطفیہ سناتی ہیں انہیں نسوانی

لطفیہ کہا جاتا ہے اور مرد جو لطفیہ اپنے بے تکلف دوستوں کو سناتے

ہیں وہ مردوں والے لطفیہ کہلاتے ہیں۔“ عمران نے صوفے پر

بیٹھتے ہوئے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

”آپ نے خواہ مخواہ تجسس پیدا کر دیا ہے عمران صاحب۔“ طلحہ

یہاں جو مرد موجود ہیں انہیں وہ لطفیہ سنا دیں۔“ صالحہ نے

مسکراتے ہوئے کہا۔

”مس صاحب۔ عمران صاحب مذاق کر رہے ہیں اور تم بھی سنجیدہ

ہو گئی ہو۔“ صنذر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اسی لمحے جولیا ٹرائی

ڈیکلٹی ہوئی کچن سے باہر آئی تو صالحہ اٹھ کر تیزی سے اس کی

طرف بڑھ گئی۔

”یہ آج کوئی خاص معاملہ درپیش ہے کہ سب کے چہروں پر

ایبٹ آئی۔“ عمران نے کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر کے اس نے ڈیش

بورڈ میں دیکھ دیا اور نیچے اتر کر اس نے کار لاک کر دی اور پھر لفٹ

کی طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ تیسری منزل پر موجود جڑیا کے

فلٹیٹ کے بند دروازے پر کھڑا تھا۔ اس نے کال بیل کا بٹن پر نہیں

کر دیا۔

”کون ہے۔“ ڈور فون سے جولیا کی آواز سنائی دی۔

”تم بتاؤ کہ دروازہ کون دستک دے سکتا ہے۔“ عمران نے

اپنے خاص انداز میں کہا تو دوسری طرف سے جواب دینے کی

بجائے بلکی سی کلک کی آواز سنائی دی اور ڈور فون بند کر دیا گیا۔

عمران کے لبوں پر بے اختیار مسکراہٹ اُبھر آئی۔ چند لمحوں بعد

دروازہ کھلا تو دروازے پر صنذر موجود تھا۔

”کمال ہے۔ یہ فلٹیٹ ہے یا جنس بدلنے کا کوئی ٹیکنک۔ آواز

نسوانی تھی مودار مرد ہوا ہے۔“ عمران نے لہجے میں حیرت پیدا

کرتے ہوئے کہا۔

”آپ کی جنس بدلنے سے بہت سوں کا بھلا ہو جائے گا اس

لئے آپ اند آئیے۔“ صنذر نے کہا۔

”اچھا۔ کس کا بھلا ہو گا۔“ عمران نے اندر داخل ہوتے

ہوئے مسکرا کر کہا۔

”سلیمان، جوزف، جوانا اور خاص طور پر تنویر کا۔“ صنذر نے

دروازہ بند کر کے واپس مڑتے ہوئے کہا تو عمران بے اختیار کھلکھلا

سنجیدگی نظر آ رہی ہے۔۔۔۔۔ عمران نے سب ساتھیوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”عمران صاحب۔ چیف نے اب ہمیں نظر انداز کرنا شروع کر دیا ہے۔۔۔۔۔“ صفدر نے کہا تو عمران بے اختیار چونک پڑا۔  
”وہ کیسے۔۔۔۔۔“ عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”میں بتاتی ہوں تمہیں۔۔۔۔۔ صفدر اور نعمانی کو چیف نے راج گڑھ چھوڑنے میں مجھوا دیا ہے کہ وہاں فیر ملکی ایجنٹوں کے حملے کا خطرہ ہے۔ وہاں ملٹری اٹیلی جنس کا ایک پورا سیکشن بھی کام کر رہا ہے۔ صفدر نے وہاں جو معلومات حاصل کی ہیں ان کے مطابق راج گڑھ کے جنگل میں سے لیبارٹری کا دوسرا راستہ جاتا ہے جہاں تم ٹائیگر اور جوزف گھومتے رہے ہو۔ اس کا مطلب ہے کہ چیف نے اصل مشن تو تمہارے ذمے لگا دیا ہے اور صفدر اور نعمانی کو صرف پردہ داری کے لئے وہاں بٹھا دیا ہے اور باقی کسی کو اس بارے میں معلوم ہی نہیں ہے جبکہ سب کو یقین ہے کہ تمہیں اس بارے میں سب کچھ معلوم ہے۔۔۔۔۔“ جولیا نے کہا۔

”ہاں۔ یہ بات درست ہے کہ مجھے سب کچھ معلوم ہے لیکن اگر تمہارے ذہن میں یہ بات ہے کہ اس کیس پر چیف نے مجھے لگایا ہے تو تمہاری یہ رائے غلط ہے۔ میں نے اس لیبارٹری کے بارے میں تمہارے چیف کو اطلاع دی تھی اور میں نے اس سے درخواست کی تھی کہ وہ سیکرٹ سروس کے دو اراکان وہاں تعینات کر

دیں۔ پھر مجھے بتایا گیا کہ صفدر اور نعمانی کو وہاں بھیج دیا گیا ہے لیکن صفدر اس وقت یہاں نظر آ رہا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ چیف نے انہیں ڈالیا ہے۔۔۔۔۔“ عمران نے کہا۔

”میں مس جولیا کی اس ہفتہ وار دعوت میں شرکت کرنے کے لئے چیف سے باقاعدہ اجازت لے کر آیا ہوں۔۔۔۔۔“ صفدر نے اپنے طور پر وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

”تم کسی بھی مشن کے بارے میں ہم سے رابطہ نہیں کرتے۔ تم ہمیں بتاتے تھک نہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ کیا تم سیکرٹ سروس کے ممبران سے نفرت کرتے ہو۔۔۔۔۔“ جولیا نے کہا تو عمران بے اختیار کھٹکھٹا کر غصے میں پڑا۔

”تم ہمارا مذاق اڑا رہے ہو۔۔۔۔۔“ جولیا نے غصیلے لہجے میں کہا۔  
”میں تو خوب سے بھی نفرت نہیں کرتا جو میرا رقیب دو مہینہ۔ اوہ سو رہی۔ رقیب رو سفید ہے۔ اس کے بعد تم خود سوچو کہ تم سے اور ان سب افراد سے میں کیسے نفرت کر سکتا ہوں۔ اصل بات میں نے تمہیں پہلے بھی ہزاروں بار بتائی ہوئی ہے کہ تمہیں بھاری تحفہ آجیں، الاؤنسز ملتے ہیں اور تمہارے پاس ان رقوم کو خرچ کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے اس لئے تم اطمینان سے دھوئیں کھاتے رہتے ہو اور چیف کی کال کا انتظار کرتے رہتے ہو کہ کب کوئی کیس شروع ہو اور اور چیف تمہیں کام پر لگا دے جبکہ میرا حساب الٹا ہے اس لئے مجھے کیس کو ٹریس کرنے کے لئے مسلسل خوار ہونا پڑتا ہے

کلب کے جنرل مسٹر کراؤن سے تھا۔ پھر کراؤن کو پکڑا گیا تو اس کے گرفت میں آنے سے پہلے انہوں نے اس کی دی ہوئی رہنمائی کا بھی چھوڑ دی۔ اس کے بعد جب سائنس دانوں کی بے ہوشی کا مسئلہ سامنے آیا تو ہم نے مضمون کر لیا کہ ان کا رابطہ ریڈیو سٹار کلب کے جیکر سے تھا لیکن پھر جیکر سے بھی انہوں نے بغیر کسی وجہ کے رابطہ کو اختیار کر لیا۔ اس کے بعد معلوم ہوا کہ راج گڑھ جنگل کی چیک پوسٹ پر موجود انچارج گھڑا خان سانپ کے کھٹنے سے ہلاک ہو گیا حالانکہ دلچسپ بات یہ ہے کہ راج گڑھ جنگل میں زہریلے سانپ پائے ہی نہیں جاتے۔ اس طرح جو آدمی لیبارٹری میں بیڑہ کر جنگل کی مانیٹرنگ کرتا ہے اس کا نام صلاح الدین ہے۔ یہ صلاح الدین کار ایکسیڈنٹ میں ہلاک ہو گیا۔ کہا جاتا ہے کہ بریک اچانک فیل ہو گئے لیکن ماہرین نے ایکسیڈنٹ شدہ کار کی چیکنگ کے بعد رپورٹ دی ہے کہ بریک اتفاقاً ٹٹل نہیں ہوئے بلکہ ان کا فیوئل ضائع کر دیا گیا تھا اس لئے جیسے ہی بریکس کو فیوئل نہ ملا تو وہ کام کرنا چھوڑ گئے اور ٹائیگر نے یہ معلوم کر لیا ہے کہ صلاح الدین کا رابطہ دارالحکومت کے ایک کلب کے مالک کا رس سے تھا اور ایکسیڈنٹ سے پہلے بھی وہ کارس سے لٹے آیا تھا۔

عمران نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔  
 ”آپ کا مطلب ہے کہ گھڑا خان اور صلاح الدین کو اس کارس نے ہلاک کیا ہے۔ کیوں؟“..... مصدر نے کہا۔

اور ہوتا رہتا ہوں۔ اب بھی یہی پوزیشن ہے۔ میں کیس ٹریس کرتا پھر رہا ہوں اور تم یہاں اطمینان سے بیٹھے دوغیس بھی کھا رہے ہو اور مجھ پر الزامات بھی لگا رہے ہو۔ اسے کہتے ہیں اونٹ نہ رو یا بلکہ اونٹ پر لدے ہوئے لورے رو پڑے“..... عمران نے کہا تو سب بے اختیار مسکرا دیئے۔

”عمران صاحب۔ کم از کم ہمیں ساتھ ساتھ بتاتے تو رہا کریں۔ ہم آپ کے ساتھ فل کر کام تو کر سکتے ہیں اور آپ ٹائیگر کو حرکت میں لے آتے ہیں اور ہمیں نہیں“..... مصدر نے کہا۔  
 ”ٹائیگر اصل میں انڈر ورلڈ سے متعلق ہے اور کسی بھی کیس کی ابتداء میں معاملات کا زیادہ تر تعلق انڈر ورلڈ سے ہی ہوتا ہے اس لئے ٹائیگر اس معاملے میں زیادہ اچھا مددگار ثابت ہو سکتا ہے۔“  
 عمران نے جواب دیا۔

”اچھا۔ اس کیس کے بارے میں کچھ تو بتائیں“..... اس بار مصدر نے کہا تو عمران نے لائبریری سے غصوٹے کی چوری سے لے کر راج گڑھ جنگل میں جانے تک کے بارے میں مختصر طور پر بتا دیا۔

”لیکن وہ جوڑا چارج اور رہا۔ وہ کہاں ہے؟“..... جولیا نے کہا۔

”وہ واقعی بے حد محتاط لوگ ہیں۔ میں نے ایسے محتاط لوگ پہلے کبھی نہیں دیکھے۔ لائبریری سے کتاب اڑانے میں ان کا رابطہ ایک



”عمران صاحب۔ آپ کا تجزیہ درست ہے۔ لیکن وہ وہاں آ کر کیا کریں گے۔ لیبارٹری کے دو راستے ہیں۔ ایک چھاؤنی کے اندر۔ وہاں فوج بھی کام کر رہی ہے۔ ملٹری انٹیلی جنس کا سیکشن بھی اور سیکرٹ سروس کے دو اہلکار بھی وہاں موجود ہیں۔ پھر لیبارٹری کا راستہ اندر سے کھولا اور بند کیا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہاں ہر چیز کمپیوٹر لائزڈ ہے۔ ایک ہال بھی بغیر چینک کے اندر نہیں لے جایا جاسکتا اس لئے یہ راستہ تو مکمل طور پر محفوظ ہے۔ دوسرا راستہ جنگل کا ہے۔ اس راستے کو بھولی آپ کے گھڑ سٹون اور ریڈ ہاکس سے بند کیا گیا ہے اور اس سارے ایریا کی کیمروں سے مانٹرنگ کی جا رہی ہے۔ وہاں اسب ملٹری انٹیلی جنس کا میپ لگا دیا گیا ہے اس لئے اب یہ راستہ بھی محفوظ ہو گیا ہے۔ اب آپ بتائیں کہ وہ دونوں پاکیشیا واپس آ کر مشن کیسے مکمل کریں گے“..... کمیشننگھیل نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

”اسی بات میں تو اصل راز پنہاں ہے۔ جلوم سب بتاؤ کہ تم نے آرگن میں مکمل کرنا ہو اور حالات جیسی بنا دیئے جائیں تو تم کیا کرو گے“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”میں میزائلوں سے پورے ریڈیٹر مکمل کو ہی اڑا دیتا اور لیبارٹری کے اندر بھی میزائل فائر کر دیتا۔ طاقت کے سامنے کوئی کمپیوٹر نہیں ٹھہر سکتا“..... سب سے پہلے تنویر نے بات کرتے ہوئے کہا تو سب مسکرا دیئے۔

”تاکہ جارح اور رہتا اوہین نہ ہو سکیں“..... عمران نے جواب دیا۔

”اصل کام تو پھر ان دونوں کو تلاش کرنا ہے“..... صفدر نے کہا۔

”یہ دونوں چارٹرڈ طیارے سے کافرستان جا چکے ہیں۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ طیارہ کارس نے بک کرایا اور ایئر پورٹ پر بھی وہ انہیں سی آف کرنے کے لئے موجود تھا“..... عمران نے کہا۔

”کیا مطلب۔ کیا یہ دونوں فرار ہو گئے ہیں“..... اس بار صدیقی نے حیرت بھرے سچے منہ کہا۔

”میرا ذاتی خیال ہے کہ ان دونوں کو وقتی طور پر سکرین سے آف کیا گیا ہے تاکہ ہم مطمئن ہو جائیں اور وہ کام کر سکیں“..... عمران نے کہا۔

”کافرستان سے کیا وہ اکیڑیا چلے گئے ہیں“..... صفدر نے کہا۔

”نہیں۔ کافرستان پہنچ کر وہ غائب ہو گئے ہیں۔ دوسرے انفیلوں میں انہوں نے میک اپ تبدیل کر لئے ہوں گے اور نئے کاغذات تیار کر لئے ہوں گے لیکن ایسا کیوں کر ہوا۔ اگر انہوں نے کافرستان سے اکیڑیا جانا ہوتا تو انہیں میک اپ تبدیل کرنے یا کاغذات بنوانے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ یہ ضرورت انہیں نئے روپ میں پاکیشیا آنے کے لئے تھی“..... عمران نے کہا۔

”چوہان نے کہا۔

”میں نے وہ راستہ چیف سے لہلہا کر دیا ہے۔ اب اس راستے سے چھاؤنی میں داخل نہیں ہوا جا سکتا۔“ عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اب تو تم خود ہی ذہنی چاؤگری کی پونٹی سے کوئی شعبہ نکال سکتے ہو۔“ ڈولیا نے منہ جاتے ہوئے کہا تو عمران سمیت سب بے اختیار ہنس پڑے۔

”اسی لئے تو میں تم لوگوں سے اس وقت تک بات نہیں کرتا جب تک تمام راستے کھل نہ جائیں۔“ عمران نے جواب دیا۔

”آپ چاہتے ہیں کہ تمام راستے آپ خود ہی کھولیں۔ ان کے کھولنے میں آپ ہمیں شامل کیوں نہیں کرتے۔“ صفدر نے کہا۔

”ابھی تک تو میری اس جوڑے سے دن نو دن ملاقات ہی نہیں ہوئی۔ بس اتنا معلوم ہوا ہے کہ راج گڑھ لیبارٹری ان کا مارگٹ ہے اس لئے تمام توجہ اس مارگٹ پر ہے۔“ عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”عمران صاحب۔ اگر آپ اجازت دیں تو اس جوڑے کو ہم شہر میں تلاش کریں۔“ کمپنیشن ٹھیکر نے کہا۔

”کیا لاکھ عمل اختیار کرو گے ان کی تلاش کے لئے۔“ عمران نے پوچھا۔

”یہ بات تو طے ہے عمران صاحب کہ بغیر کسی مقامی گروپ کی

”میرا خیال ہے عمران صاحب کہ اگر ہماری جگہ آپ ہوتے تو آپ یقیناً تیسرا راستہ تلاش کرتے۔“ صفدر نے کہا۔

”تیسرا راستہ کہاں سے آگیا۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”میں نے یہ نہیں کہا کہ تیسرا راستہ موجود ہے۔ میں نے کہا ہے کہ تیسرا راستہ تلاش کیا جاتا اور یہ راستہ ضروری نہیں کہ باقاعدہ زمینی راستہ ہو۔ ہوا کے حصول یا نکاسی کے پوائنٹ۔ لیبارٹری کے آلودہ پانی کی نکاسی۔ کوئی بھی اس قسم کا اور راستہ ہو سکتا ہے۔“

صفدر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”یہ سب پوائنٹس چھاؤنی میں دیئے گئے ہیں اور کسی طرف موجود نہیں ہیں۔“ عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”میں ایک بات کر دوں۔“ اچانک چوہان نے کہا تو عمران سمیت سب چونک کر اسے دیکھنے لگے۔

”ہاں۔ ہاں۔ ضرور کرو۔“ عمران نے کہا۔

”عمران صاحب۔ میں نے وہ جنگل بھی دیکھا ہوا ہے۔“ چھاؤنی بھی۔ البتہ لیبارٹری کے اندر میں نہیں گیا لیکن اس چھاؤنی کی جو پمپیشن ہے اس کا قطعی طرف سے بھی باقاعدہ راستہ موجود ہے جو کالاش پہاڑی علاقے سے نکلتا ہے۔ اگر مجرم کالاش پہاڑی علاقے کے راستے کے ذریعے چھاؤنی کے اندر پہنچ جائیں اور پھر وہاں بے ہوش کر دیئے والی گیس فائر کر دیں تو ان کا کام ہو سکتا

مدد کے یہ جزا مارگٹ کو ہٹ نہیں کر سکا اور اس جڑ سے کا تعقل  
ایکریسیا کی ایک سرکاری ایجنسی سے ہے اس لئے ادارہ حکومت میں  
ایسے گروپس کو فیس کیا جائے جن کا تعقل ایگریسیا سے ہو۔ کچھ  
ٹھیکر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”یہ تو بہت وسیع کام ہے اور اس میں تو مہینوں لگ سکتے ہیں  
جبکہ ایجنٹس اتنی دیر انتظار نہیں کر سکتے۔ دوسری بات یہ کہ یہ کام  
ٹانگر زیادہ اچھے انداز میں اور جلدی کر سکا ہے اور وہ کر بھی  
ہے۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اصل میں تم خود نہیں چاہتے کہ سیکرٹ سروس کے ممبران کام  
کریں تاکہ تم چیف پر ثابت کر سکو کہ صرف تم اور تمہارا شاگرد کام  
کر سکتے ہیں۔“ جولیا نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”میں نے کب تمہیں منع کیا ہے اور میرا تم پر کیا زور چل سکا  
ہے۔ میں تو دیے بھی سیکرٹ سروس کا ممبر نہیں ہوں۔ جہاں تک  
تفصیل کا تعقل ہے وہ میں نے بتا دی ہے۔ اب اگر تمہارا چیف  
تمہاری ڈیوٹی لگائے تو بے شک کام کرو۔ مجھے کیا اعتراض ہو سکا  
ہے۔“ عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”میں بات کرتی ہوں چیف سے۔“ جولیا نے ہی طرح غصیلے  
لہجے میں کہا اور دسیور اٹھا کر تیزی سے نمبر پر فیس کرنے شروع کر  
دیئے۔

”ایکسو۔“ چیف کی مخصوص آواز سنائی دی۔

”جولیا بول رہی ہوں چیف۔“ جولیا نے سؤدہ نہ لہجے میں  
کہا۔  
”میں۔ کس لئے فون کیا ہے۔“ ایکسو نے اپنے مخصوص سر  
لہجے میں کہا۔

”چیف۔ عمران اور سیکرٹ سروس کے تمام ساتھی اس وقت  
میرے فلیٹ میں موجود ہیں۔ عمران نے ہمیں رات گڑھ لیبارٹری  
کے خلاف ایگریسیا کی کراؤز کے ایجنٹوں کے مشن کے بارے  
میں تفصیل بتا دی ہے اور ہم اس مشن پر کام کرنا چاہتے ہیں لیکن  
عمران نے ہماری یہ تجویز مسترد کر دی ہے۔ میں نے اس لئے فون  
کیا ہے کہ آپ ہمیں اپنے طور پر اس مشن پر کام کرنے کی اجازت  
دے دیں۔“ جولیا نے تیز تیز لہجے میں کہا۔

”تم اور تمہارے ساتھی اس مشن پر اپنے طور پر کام کر سکتے ہیں  
لیکن تم نے نہ ہی لیبارٹری کے سسٹم کو دھرب کرنا ہے اور نہ ہی  
کوئی ایسا اقدام کرنا ہے کہ دشمنوں کو اس سے فائدہ اٹھانے کا موقع  
مل جائے۔“ ایکسو نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ہم ان ایجنٹوں کو تلاش کرنے کا کام تو کر سکتے ہیں۔“ جولیا  
نے کہا۔

”لیکن اس شرط پر کہ ان ایجنٹس کو تمہارے بارے میں علم نہ  
ہو سکے۔“ ایکسو نے جواب دیتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ  
اسی رابطہ ختم ہو گیا تو جولیا نے غصیلے اٹھوں سے دسیور دکھ دیا۔ اتنی

بات تو وہ بھی سمجھتی تھی کہ چیف نے انکار کرنے کی بجائے ان کے ہاتھ باندھ دیئے ہیں۔ وہ لیبارٹری پر کام نہیں کر سکتے اور مکمل کر ایجنٹوں کو بھی ٹرینس نہیں کر سکتے۔ اس کا اظہار تو یہی مطلب تھا کہ وہ خاموش رہیں۔

”اب مجھ سے تو کوئی گھٹ نہیں رہا۔ میں نے تو جنہیں سب کچھ بتا دیا ہے۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ہمیں سیکرٹ سرائے سے استعفیٰ دے دینا چاہئے۔ اب ہم اس قابل نہیں رہے کہ کسی مشن پر کام کر سکیں۔“ جولینے نے بغلت پھٹ پڑنے والے لہجے میں کہا۔

”یہ ساری گزریز عمران کی ہے۔“ تنویر نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”سچ کہتے ہیں کہ پانی شیش کی طرف ہی بڑھتا ہے۔“ چیف پر تمہارا بس چلن نہیں اور غصہ مجھ غریب پر نکال رہے ہو۔“ عمران نے کہا۔

”چیف کی بات درست ہے۔ ہمیں خود اس کا احساس کرنا چاہئے کہ پورے دارالحکومت میں جب ہم کبوں اور ہولٹوں میں ان ایجنٹوں کے بارے میں پوچھ گچھ کریں گے تو ظاہر ہے ہمارے بارے میں لوگ مشکوک ہو کر ہماری اصلیت ٹرینس کرنے کی کوشش کریں گے۔ اس طرح ہماری اصلیت سامنے آ سکتی ہے اور جہاں تک لیبارٹری کا تعلق ہے لیبارٹری کا ایک حفاظتی نظام قائم کیا گیا ہے۔ اس میں مداخلت سے واقعی ایجنٹوں کو اپنا کام سرانجام دینے

کا موقع بھی مل سکتا ہے۔“ صفدر نے اپنے طور پر توجہ کرتے ہوئے کہا۔

”اسی لئے تو کہہ رہی ہوں کہ جب کوئی کام ہی نہیں کر سکتے تو ہمیں ان سیکس سے چپے رہنے کا بھی کوئی حق نہیں ہے۔ ہمیں مستعفی ہو جانا چاہئے۔“ جولینے اسی طرح بھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”چیف نے ہمیں اپنے طور پر کام کرنے کی اجازت دے دی ہے لیکن تم سب اس عمران کے چپکے کام کرنا چاہتے ہو اور یہ جان بوجھ کر تمہاری کارکردگی کو زبرد پر رکھنا چاہتا ہے اس لئے اس کی عدم موجودگی میں اپنا لاکھ ٹھلے کرو اور کام شروع کر دو۔ پھر دیکھو کیسے کامیابی نہیں ہوتی۔“ تنویر نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ تو پھر مجھے اجازت دو اور تم اپنا لاکھ ٹھلے کرو۔“ عمران نے اٹھتے ہوئے کہا۔

”جینو اور ہمیں بتاؤ کہ ہم اس مشن پر کیسے کام کر سکتے ہیں۔“ جینو۔۔۔ جولینے نے ایسے لہجے میں کہا جیسے استاد اپنے شاگرد سے ذانت کر بات کرتے ہیں۔

”آخر تنویر درخواست کرے تو پھر میں کچھ نہ کچھ کر سکتا ہوں۔“ عمران نے کہا۔

”کس بات کی درخواست۔“ تنویر نے بھڑکتے ہوئے لہجے میں کہا۔

”اچھا چلو جتا رہا ہوں۔ تو پھر کانوں کے پردے صاف کر کے میری بات سنو۔ اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں ہے۔“ عمران نے کہا تو سب اشتیاق بھرے انداز میں اسے دیکھنے لگے۔

”جیتا نہیں عمران صاحب۔“ صند نے کہا۔

”کل کے اخبار میں اشتہار شائع کر دو کہ ایکریجیا کی کراؤز ایجنسی کے ایکٹس راج گڑھ لیڈارنی جہو کرانے کے لئے ہزاری خدمات حاصل کریں۔ کامیابی کی ضمانت دی جاتی ہے اور۔“ عمران بات کرتے کرتے رک گیا کیونکہ جولیا سمیت سب کے چہرے ہلنے لگ گئے تھے۔ ظاہر ہے وہ سب سمجھ گئے تھے کہ عمران ان کا مذاق اڑا رہا ہے۔

”اور نیچے کوئی فرضی پتہ دے کر اس جگہ کی عمرانی شروع کر دینا۔ پھر وہ جیسے ہی خدمات حاصل کرنے آئیں انہیں پکڑ کر چیف کے حوالے کر دینا اور مشن مکمل۔“ عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تم ناقابل علاج ہو۔ تم زندگی بھر نہیں سدھر سکتے۔ تم سے تو بات کرنا ہی عذاب ہے۔ ہم خود کر لیں گے کام۔ تم چائے ہو۔“ جولیا نے غصے سے سرخ ہوتے ہوئے کہا۔

”ارے۔“ بھائے خوش ہونے کے کہ میں نے اتنا اچھا مشورہ مفت میں دے دیا ہے تم اتنا مجھ پر ناراض ہو رہی ہو۔ حیرت ہے۔ بھلائی کا زمانہ ہی نہیں رہا۔“ عمران نے منہ ہاتھتے ہوئے کہا۔

”اس بات کی کہ بچوں کو سمجھایا جائے کہ وہ کس طرح کام کر سکتے ہیں۔“ عمران نے کہا۔

”تو تمہاری نگر میں ہم بچے ہیں۔ کیوں۔“ عویر نے پوچھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

”چلو بچے نہ کہو اگر جہیں بچوں پر اعتراض ہے حالانکہ بچے تو فرشتوں کی مانند ہوتے ہی معصوم ہیں۔ تم اپنے آپ کو سناؤ جس کیج لو اور سڈوٹ یعنی جانب خم تو ساری عمر طالب علم ہی رہتا ہے۔“ عمران نے کہا تو سب بے اختیار مسکرا دیے۔

”سودی۔“ مجھے تم سے کچھ سیکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔“ عویر نے منہ پھلاتے ہوئے کہا۔

”عویر کی جگہ میں درخواست کرتی ہوں۔“ جولیا نے کہا۔

”اور میں بھی عویر کی جگہ آپ سے درخواست کرتی ہوں۔“ صائد نے بھی فوراً ہی جولیا کی پیروی کرتے ہوئے کہا۔

”اور میں بھی عویر کی جگہ آپ سے درخواست کرتا ہوں۔“ صند نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔

”کمال ہے۔ تم شاید سالہ کی طرف سے انتظار کر رہے تھے۔ فوراً پیروی کی ہے تم نے۔“ عمران نے کہا تو سب بے اختیار کھٹکھٹا کر ہنس پڑے۔

”عمران صاحب پلیز۔ ہمیں گائیڈ کریں۔ ہم اب مزید فارغ نہیں رہ سکتے۔“ کینٹین ٹیکسٹل نے کہا۔

”بھرا خیال ہے کہ عمران صاحب کے سامنے فی الوقت کوئی راستہ نہیں ہے اس لئے یہ ہمیں بھی کچھ نہیں بتا پا رہے۔ کراچی اور کینجی ضرورت سے زیادہ تیز اور مختار ہے۔ اب دیکھیں وہ کافرستان جا کر غائب ہو چکے ہیں۔ لازماً وہ نئے کاغذات، نئے ناموں اور نئے میک اپ میں واپس آئیں گے یا آپکے ہاؤس کے اور دارالحکومت میں لاکھوں کی تعداد میں غیر ملکی موجود ہوں گے اور ہم بغیر کسی خاص کلیو کے انہیں ٹریس بھی نہیں کر سکتے۔ اب ایک ہی صورت ہے کہ ہم چھاؤنی اور جنگ کی تیاری کریں۔ جیسے ہی یہ ایجنٹس کوئی اقدام کریں گے تو یہ ٹریس بھی سکے چا سکیں گے۔“

کیپٹن کلکیل نے انتہائی عبیدہ لہجہ میں کہا تو سب کے جڑے ہوئے چہرے اس کی بات سن کر ہارل ہونا شروع ہو گئے کیونکہ انہیں بھی سمجھ آ رہی تھی کہ عمران کے سامنے بھی کوئی راستہ نہیں ہے اس لئے وہ آئیں یا نہیں شائیں کر رہا ہے۔

”اس کا مطلب ہے کہ انہیں پاکیشیا کے خلاف مشن مکمل کرنے کی کھلی چھٹی دے دیا جائے۔“..... تو پرے منہ دیتے ہوئے کہا۔

”چیف یقیناً اس پر کام کر رہا ہو گا اور جیسے ہی یہ لوگ ٹریس ہوں گے ان پر پوری قوت سے ہاتھ ڈال دیا جائے گا۔“..... مصدر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اوکے۔ ٹھیک ہے۔ اب مزید کیا کیا جا سکتا ہے۔“..... جولیا نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا اور اسی لئے فون کی تھکنی بج

اچی تو جولیا نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا اور سب فون کی طرف متوجہ ہو گئے۔

”جولیا بول رہی ہوں۔“..... جولیا نے کہا۔

”میں جولیا۔ میں سلیمان بول رہا ہوں۔ عمران صاحب آپ کے ہاں ہوں تو ان سے بات کرادیں۔“..... دوسری طرف سے سلیمان کی مودبان آواز سنائی دی تو جولیا نے رسیور عمران کی طرف بڑھا دیا۔

”سلیمان کی کال ہے تمہارے لئے۔“..... جولیا نے کہا اور خود ہاتھ بڑھا کر لاؤڈر کا بٹن پریس کر دیا۔

”نہیں۔ کیوں کال کی ہے۔“..... عمران نے سرولہجہ میں کہا۔

”صاحب۔ ٹائیگر نے فون کیا ہے کہ وہ آپ سے فوری طور پر بات کرنا چاہتا ہے لیکن ٹرانسپیر سے کال لٹک نہیں ہو رہی۔ وہ اس وقت اپنے ہوٹل میں موجود ہے۔“..... دوسری طرف سے سلیمان نے جواب دیا۔

”اچھا ٹھیک ہے۔“..... عمران نے کہا اور ہاتھ بڑھا کر کریڈل دیا لیا اور پھر فون آنے پر اس نے تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیے۔ لاؤڈر کا بٹن چونک پھلے ہی پریسڈ تھا اس لئے دوبارہ اسے پریس کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ دوسری طرف تھکنی بجنے کی آواز سنائی دی اور پھر رسیور اٹھا لیا گیا۔

”ٹائیگر بول رہا ہوں۔“..... ٹائیگر کی آواز سنائی دی۔

”ہاں۔ وہ قحب میں بیٹھتا ہے لیکن اس تک پہنچنے کے لئے  
 چالیس جدوجہد کرنا ہوگی۔“ ٹائگر نے کہا۔

”تم سینٹ کلب کے باہر پہنچ جاؤ۔ وہاں جولیا اور صالح بھی پہنچ  
 رہی ہیں۔ وہ خود ہی سینٹ کلب سے معلومات حاصل کر لیں گی۔ تم  
 نے ان کو اسسٹ کرنا ہے۔“ عمران نے جولیا اور صالح کی طرف  
 دیکھتے ہوئے کہا تو ان دونوں کے چہرے کھل اٹھے۔

”ہاں۔“ ٹائگر نے شاید کچھ کہنا چاہا لیکن پھر رک گیا۔  
 ”میں تم سے زیادہ اس سینٹ کلب کو جانتا ہوں۔ جب یہ صرف  
 قاسم علاج کہلاتا تھا اور اس نے بندرگاہ پر ایک چھوٹا سا ہوٹل بنایا  
 ہوا تھا۔ تم سے زیادہ آسانی سے جولیا اور صالح اسے کور کر لیں  
 گی۔“ عمران نے کہا۔

”لیس ہاں۔ میں سینٹ کلب دس منٹ میں پہنچ جاؤں گا۔“  
 ٹائگر نے کہا تو عمران نے مزید کچھ کہے بغیر دسیور رکھ دیا۔

”سنو جولیا اور صالح۔ میں نے تم دونوں کا انتخاب اس لئے کیا  
 ہے کہ تم دونوں ہر قسم کی پڑچٹیں کو آسانی سے کور کر سکتی ہو۔ سینٹ  
 کلب سے ملاقات ہر کسی کے بس کا روٹ نہیں ہے۔ وہ انتہائی دہی  
 اور شکی آدمی ہے۔ اس لئے ٹائگر کو اس تک پہنچنے کے لئے خاصی  
 طرحی جدوجہد کرنا پڑ جاتی اور اس کے باوجود یہ بات طے نہ تھی کہ  
 وہ اس سے مل بھی سکتا ہے یا نہیں لیکن تم نے اپنے آپ کو سوئس  
 ظاہر کرنا ہے اور صالح بھی تمہاری ساتھی ہو گی۔ سینٹ کلب فوراً تم

”علی عمران ایم ایس سی۔ ائی ایس سی (آکسن) بولی رہا ہوں۔  
 کیا ایئر جنسی ہے تمہاری۔“ عمران نے عجیبہ لہجے میں کہا۔

”ہاں۔ میں نے کافرستان کی انڈر ورلڈ سے اطلاعات حاصل  
 کی ہیں اور ان اطلاعات کے مطابق ہمارے مطلوبہ افراد نے وہاں  
 کے معروف گروپ مہانتہ گروپ کی حمایت کی ہے اور مہانتہ گروپ  
 کی پاکستان میں سینٹ کلب گروپ نمائندگی کرتا ہے۔ سینٹ کلب گروپ  
 دارالحکومت کے بدنام کلب سینٹ کلب سے متعلق ہے۔ اس کا چیف  
 سینٹ کلب قاسم ہے جو اس کلب کا چیف مین بھی ہے اور جزل منجر بھی۔  
 سینٹ کلب قاسم کو یقیناً ان انگریزین اور یمنوں کے بارے میں معلوم ہو  
 گا۔“ ٹائگر نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

”تو سینٹ کلب قاسم سے بات کرنے کے لئے کیا تمہارے ساتھ فوجی  
 دستہ بھیجا جائے۔“ عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

”صرف آپ کی اجازت کی ضرورت ہے ہاں۔“ ٹائگر نے  
 جواب دیتے ہوئے کہا۔

”یہ کہیں کرل فریدی کا ساتھی سینٹ کلب قاسم تو نہیں ہے۔ میرا خیال  
 جاز۔“ عمران نے چونک کر کہا۔

”نہیں ہاں۔ وہ تو کافرستان میں ہے ہاں۔“ ٹائگر نے  
 کہا۔

”اس سینٹ کلب قاسم سے بات کرنے کے لئے تمہیں کہاں جانا“  
 گا۔“ عمران نے پوچھا۔

سے ملاقات کے لئے تیار ہو جائے گا۔۔۔ عمران نے کہا۔

”میرا خیال ہے کہ مس جولیا اور صالح کی بجائے میں اور توں وہاں چلے جائیں۔۔۔“ صفد نے قدرے جھپکنے ہوئے انداز میں کہا۔

”تم جو کچھ سوچ رہے ہو معاملات ویسے نہیں ہیں۔ ہمارے مخالف ایجنٹ انتہائی محتاط لوگ ہیں۔ سینو کلب میں معمولی سی چیز بھی ہوئی تو وہ سینو کاسٹ گروپ سے فوراً لا تعلق ہو جائیں گے اور ہم ایک بار پھر پہلے کی طرح حملہ اندیزے میں داخل ہو جائیں گے۔۔۔“ عمران نے کہا اور اس بار سب نے اس انداز میں سر ہلاتے ہوئے جیسے وہ عمران کی بات بخوبی سمجھ گئے ہوں۔

سیاہ رنگ کی کار خاصی تیز رفتاری سے دارالحکومت کے شمال مغرب کی طرف جانے والی سڑک پر دوڑتی ہوئی آگے بڑھی چلی جا رہی تھی۔ کار کی ڈرائیونگ سیٹ پر ایک مقامی آدمی تھا جبکہ عقبی سیٹ پر جارج اور ریت گرینٹ لینڈ کے باشندوں کا مخصوص سیک پ کے ہوئے موجود تھے۔ دونوں نے جہیز کی پیشکش اور جہیز کی پیشکش پہنی ہوئی تھیں۔ ریتا کی آنکھوں پر سرخ رنگ کے شیشوں والی گھنگلی تھی۔

”جھمیں راؤ ہاشم کے گھر کا علم ہے مسٹر ڈرائیور۔۔۔“ جارج نے ریت لینڈ کی زبان اور لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

”نہیں سر۔ بہت اچھی طرح۔ میں کئی بار ان کے ہاں جا چکا ہوں۔ سیٹھ صاحب کے خصوصی مہمانوں کو لے کر۔۔۔“ ڈرائیور نے نہانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا تو جارج نے اطمینان بھرے



ڈرائیور کار اندر لے گیا۔ حویلی اندر سے کافی دسج و عریض تھی۔ ایک طرف بڑا سا چرچ تھا جس میں دو بڑی اور جدید مائل کی گاڑیاں موجود تھیں۔ پورچ میں کار رکھتے ہی جارن اور ریٹا دونوں کار سے نیچے اترے تو اسی لمحے سامنے آدھے میں سوٹ پہنے ہماری جسم کا ایک آدمی نظر آیا۔ وہ بڑا آدھے کی بیڑھیاں اتر کر تیزی سے جارن اور ریٹا کی طرف بڑھا جو بڑے اشتیاق آمیز انداز میں اس قدم پر دوڑ کی بنی ہوئی حویلی کو دیکھ رہی تھی۔

”میرا تمام ایمان ہے اور میں رافا صاحب کا متحجر ہوں۔ میں آپ کو اس حوٹلی میں خوش آمدید کہتے ہوں۔ تشریف لے آئیں۔“

آنے والے نے سر جھکا کر انتہائی متوجہانہ لہجے میں کہا تو جارج اور رینا دونوں نے اس کا شکریہ ادا کیا اور پھر اس کی رہنمائی میں وہ ایک بڑے کمرے میں پہنچ گئے جسے سنٹ روم کے انداز میں سجایا گیا تھا۔ وہاں دیواروں پر بڑی بڑی موچھوں والے آدمی کی قہ آدم تصویریں موجود تھیں اور پھر چند لمحوں بعد دروازے کا پردہ بنا اور بڑی بڑی سفید موچھوں اور دہلے پتے لیکن تیر کی طرح سفید جسم کا مالک اندر داخل ہوا۔ اس کے سر پر موجود بال بھی نہف کی طرح سفید تھے۔ موچھوں اور جھنڈوں کے بال بھی سفید تھے لیکن اس کا چہرہ اس قدر صحت مند تھا کہ جیسے وہ نوجوان ہو۔ اس کے اندر داخل ہوتے ہی جارج اور رینا دونوں اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔

”میں راکو ہاشم ہوں۔“ آنے والے نے بھاری سے لہجے میں

انداز میں سر ہلا دیا۔

"کتنا فاصلہ رہ گیا ہے"..... رجا نے پوچھا۔

”میزم۔ ہم اس وقت کارشان سے چالیس کلومیٹر دور ہیں۔ یہاں سے دس کلومیٹر کے بعد دوسری سڑک جو مغرب کی طرف جاتی ہے پر مڑیں گے اور پھر تیس کلومیٹر کے سفر کے بعد کارشان جائے گا۔“ ڈرائیور نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا اور رہنا نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر تقریباً ایک گھنٹے کے سفر کے بعد وہ ایک خاصے بڑے اور کافی وسیع حدود میں پھیلے ہوئے شہر میں داخل ہو گئے اور پھر تھوڑا فاصلہ طے کرنے کے بعد وہ ایک قلعہ نما مکان کے جہازی سائز کے گیٹ کے سامنے پہنچ گئے۔ ڈرائیور نے کار روکی اور پھر نیچے اتر کر اس نے لٹکری کے بنے ہوئے بڑے سے پھانگ نما دروازے پر لٹکری کھنڈی کو زور زور سے بھجایا تو اس بڑے پھانگ کی ایک چھوٹی کھنڈی کھل گئی اور ایک شخص یو فوگام پہنے اور کاندھوں پر مشین گن لٹکاے باہر آ گیا۔ وہ بڑے غور سے کار اور اس میں بیٹھے ہوئے جانچ اور رہنا کو دیکھ رہا تھا۔

”سیٹھ قاسم کے مہمان ہیں“..... ڈرائیور نے کہا تو آنے والے کے جسم نے سیٹھ قاسم کا نام سن کر بے اختیار ایک جھوک سا دکھایا۔  
”ادو اچھا۔ میں پھاٹک کھولتا ہوں“..... اس دربان نے کہا۔  
تیزی سے سڑک کھڑکی کے اندر چلا گیا جبکہ ڈرائیور واپس آ  
ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ چند لمحوں بعد بڑا پھاٹک کھل گیا۔

اور پھر دروازے کے قریب رک کر اس نے دروازے کی سائیز پر دیوار پر موجود سوکے پورے پر موجود ایک جن پر بس کیا اور پھر دروازے سے باہر نکل کر اس نے دروازہ بند کر دیا جبکہ اس دوران راؤ ہاشم نے گلاس اٹھا کر شراب کا ایک گھونٹ لیا اور پھر گلاس واپس رکھ دیا۔

”ہاں۔ اب بتائیے راج گڑھ میں آپ کو کیا کام ہے۔۔۔ راؤ ہاشم نے جارج سے مخاطب ہو کر کہا۔

”راج گڑھ کے جنگل میں جہاں قدیم دور میں ایک مندر تھا اس کے نیچے تہہ خانوں میں ان دنوں حکومت پاکیشٹا نے ایک لیبارٹری قائم کر رکھی ہے جس کا راستہ راج گڑھ فوجی چھاؤنی میں ہے جبکہ دوسرا راستہ اوپر جنگل میں تھا لیکن اب وہاں بھی فٹری اٹھیلی جس نے باقاعدہ ویکپ لگا رکھا ہے۔ ہم نے اس لیبارٹری میں موجود فارمولے کی کاپی حاصل کرنی ہے۔۔۔ جارج نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”کس فارمولے کی۔۔۔ راؤ ہاشم نے پوچھا۔

”میزائل اپ ڈیٹ اس کا کوڈ نام ہے۔۔۔ جارج نے جواب

دیتے ہوئے کہا۔

”آپ خود لیبارٹری میں جانا چاہتے ہیں یا صرف فارمولے کی

کاپی آپ کو چاہئے۔۔۔ راؤ ہاشم نے کہا۔

”جو بھی آسانی سے ہو سکے۔۔۔ جارج نے کہا۔

کہا۔

”میرا نام روبرٹ ہے اور یہ میری ساتھی ہے ڈوکی۔ جارج نے اپنا اور رینا کا نام بتاتے ہوئے کہا اور راؤ ہاشم نے جارج اور رینا دونوں کے ساتھ بڑے مگر خوشاند انداز میں مصافحہ کیا۔ البتہ اس کی نظر میں اس طرح رینا پر نمی ہوئی تھیں جیسے لوبہ مقناطیس سے چسٹ جاتا ہے۔

”ٹھنکو۔۔۔ راؤ ہاشم نے ایک جھلکا کھاتے ہوئے کہا اور پھر وہ ان دونوں کے سامنے صوفے پر بیٹھ آیا۔ جارج اور رینا بھی سامنے والے صوفے پر بیٹھ گئے۔ اسی لمحے وہ میجر اندر داخل ہوا۔ اس نے ٹرے میں شراب کی ایک بوتل اور تین گلاس رکھے ہوئے تھے۔ اس نے سائیز پر موجود میز پر ٹرے رکھی اور پھر بوتل کھول کر اس نے تینوں گلاس آدھے آدھے بھرے اور پھر بوتل کا ڈسکن بند کر کے اس نے ایک ایک گلاس ان تینوں کے سامنے رکھا اور پھر ٹرے اور بوتل اٹھائے خاموشی سے واپس مڑ گیا۔

”سنو۔۔۔ راؤ ہاشم نے کہا تو میجر اس طرح جھلکا کھا کر مڑا جیسے کسی نے اسے کوزا مار دیا ہو۔

”نہیں سر۔۔۔ میجر نے انتہائی موزبانہ لہجے میں کہا۔

”ہم نے گفتگو کرنی ہے جو باہر کسی کو حائل نہیں دینی چاہئے۔

راؤ ہاشم نے بڑے بارعب لہجے میں کہا۔

”نہیں سر۔۔۔ میجر نے کہا اور ایک بار پھر مڑ کر وہ آگے بڑھا

ہوتی ہے لیکن بہر حال وہ اس راج گڑھ والے مندر کے نیچے ایک چھوٹے سے تہہ خانے میں جا لگتی ہے۔ اس تہہ خانے میں کوئی مشینی فکرو موجود نہیں ہے بلکہ اس میں کاشو کاڑ رکھا گیا ہے جہاں سے آسانی سے لیبارٹری میں داخل ہوا جا سکتا ہے لیکن لیبارٹری میں یہ فارمولا کہاں ہے اور اندر موجود سائنس دانوں کا کیا ہوگا یہ کام بیٹھہ قاسم کا ہے۔ اگر آپ وہاں جائیں تو میرا آدمی کاشو آپ کے ساتھ جائے گا اور اگر بیٹھہ قاسم کے آدمی جائیں گے تو پھر بھی کاشو ساتھ جائے گا۔ اب آپ جیسے کہیں..... راؤ ہاشم نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”لیکن لازماً یہ راستہ حکومت نے بند کر دیا ہوگا۔ وہ کیسے کھلا روکا ہے.....“ جارج نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”یہ راستہ نہیں ہے۔ قدیم دور کی سرنگ ہے جس کا علم ہمارے آدمیوں کے علاوہ اور کسی کو نہیں ہے لیکن چونکہ پہلے اس سرنگ سے ہمارا کوئی مفاد وابستہ نہیں تھا اس لئے ہم نے اس کی کبھی پروا نہیں کی اب جب بیٹھہ قاسم نے ہمیں بتایا کہ ہم اگر راج گڑھ لیبارٹری تک پہنچنے کا کوئی ذریعہ پیدا کر سکتے ہیں تو ہمیں نہ مانگا معاوضہ ملے گا تو ہم نے اپنے خاص آدمی کاشو سے بات کی۔ کاشو کو ہم پہاڑوں کا کیڑا کہتے ہیں۔ اسے پہاڑوں کے اندر بنے ہوئے کرکیس، سرنگیں اور راستوں کو سر کرنے کا بے حد شوق ہے۔ اس نے ہمیں اس سرنگ کے بارے میں بتایا تو ہم نے اسے فوری طور

”دونوں ہی باتیں ہمارے لئے ممکن ہیں.....“ راؤ ہاشم نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”پھر ہم لیبارٹری میں جا کر خود وہاں سے فارمولا واپس لانا زیادہ پسند کریں گے.....“ جارج نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ایک کروڑ ڈالر رقم خرچ ہوگی جو آپ کو پیشگی دینا ہوگی اور اس کے ساتھ ساتھ مس ڈوگی بھی ایک روز یہاں میری حویلی میں میری خاص مہمان کے طور پر رہے گی.....“ راؤ ہاشم نے دینا کی طرف شوق بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”مجھے منظور ہے لیکن ڈوگی واپسی پر آپ کے ساتھ رہے گی۔ البتہ رقم ہم آپ کو بیٹھہ قاسم کی ضمانت پر پیشگی دے سکتے ہیں لیکن پہلے آپ کو ہمیں بتانا ہوگا کہ آپ ہمیں کس راستے سے لیبارٹری میں لے جائیں گے اور وہاں کے حفاظتی انتظامات کا کیا ہوگا.....“ جارج نے کہا۔

”بیٹھہ قاسم کو معلوم ہے کہ راج گڑھ سے ملحقہ علاقہ جسے چتوڑ گڑھ کہا جاتا ہے وہ ہماری ملکیت ہے۔ چتوڑ گڑھ میں بھی ایک مندر تھا جو کہ اب قائم ہو چکا ہے لیکن اس کے تہہ خانوں سے ایک سرنگ راج گڑھ کے مندر کے تہہ خانوں میں جا کر ملتی ہے اور بیٹھہ قاسم نے جب مجھے فون کر کے اس معاملے میں آپ کی مدد کرنے کے لئے کہا تو میں نے اپنے خاص آدمی کاشو کو اس سرنگ کی چیکنگ کے لئے بھجوایا۔ اس نے واپس آ کر بتایا کہ سرنگ کو کوئی



”ٹھیک ہے۔ آپ درست فرما رہے ہیں۔ سیٹھ قاسم نے ہمیں پہلے ہی بتا دیا تھا“..... چارج نے کہا۔

”اوکے۔ پھر کل آپ سے ملاقات ہوگی۔ کاشو کو میں ابھی کال کر لیتا ہوں۔ کل وہ یہاں موجود ہو گا“..... راؤ ہاشم نے اٹھتے ہوئے کہا تو چارج اور ریٹا بھی اٹھ کھڑے ہوئے۔ راؤ ہاشم ان سے مصافحہ کرنے کے بعد چلتا اور تیز جہز قدم اٹھاتا ہوا دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے دروازے کے ساتھ دیوار پر موجود سوکھ بورڈ پر ایک ٹیبن پڑھیں کیا اور پھر دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔

”آؤ ریٹا“..... چارج نے کہا اور دروازے کی طرف بڑھنے لگا لیکن دروازے سے باہر نکلتے ہی میجر تیزی سے چلتا ہوا ان کے پاس پہنچ گیا اور پھر چند لمحوں بعد وہ دونوں ایک بار پھر کار میں سوار واپس دارالحکومت کی طرف بڑھے چلے جا رہے تھے۔

سیاہ رنگ کی جدید ماڈل کی کار خاصی تیز رفتاری سے دارالحکومت سے مشرق کی طرف مضافات میں جانے والی سڑک پر دوڑتی ہوئی آگے بڑھی چلی جا رہی تھی۔ ڈرائیونگ سیٹ پر بولیا اور سائینڈ سیٹ پر صالحہ بیٹھی ہوئی تھی۔ دونوں نے جہز کی چیمٹس اور اوپر بلیک لیدر کی لیڈر جیکٹس پہنی ہوئی تھیں جبکہ پیروں میں ہند جوگر تھے۔

”عمران صاحب نے ساری ٹیم میں سے خصوصی طور پر ہمیں بھیجا ہے۔ اس کی اصل وجہ ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آئی“۔  
صالحہ نے کہا تو بولیا بے اختیار ہنس پڑی۔

”ان فنڈوں، بدعاشوں اور جرائم پیشہ افراد کی ذہنیت کے مطابق مردوں کی نسبت عورتیں آسان شکار ثابت ہوتی ہیں اس لئے وہ ان سے ملنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے جبکہ وہ بھی تم جیسی

توبصورت لڑکی۔۔۔ جولیا نے کہا تو صالحہ بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

”بے چارے مرد جو تمہیں دیکھ کر یہی سمجھیں گے کہ تم یوندرٹی سے سپدھی کلب آ رہی ہو۔ اب انہیں کیا معلوم کہ کس قیامت سے ان کا پالا پڑ رہا ہے۔ سارے جسم کی ہڈیاں تڑا کر باقی عمر پڑے ہائے بائے کرتے رہیں گے۔۔۔۔۔ صالحہ نے کہا تو جولیا بھی بے اختیار ہنس پڑی۔

”تم نے بدلہ چکانے میں ایک لمحہ بھی دیر نہیں لگائی۔ بہر حال تمہیں اب معلوم ہو گیا ہے کہ عمران نے ہمیں اس سببہ قاسم کے پاس کیوں بھیجا ہے۔۔۔۔۔ جولیا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”بدلہ نہیں۔ یہ حقیقت ہے۔ بہر حال تمہاری بات کا مطلب ہے کہ عمران صاحب نے ہمیں چارہ ہٹا کر بھیجا ہے۔۔۔۔۔ صالحہ نے کہا۔

”اوہ نہیں۔ تم غلط سمجھ رہی ہو۔ ہم نے اس سے ان غیر ملکی ایجنٹوں کے بارے میں معلومات حاصل کرنی ہیں۔ ہمیں اس لئے بھیجا گیا ہے کہ ہم مردوں کی نسبت آسانی سے اس تک رسائی حاصل کر لیں گی۔۔۔۔۔ جولیا نے کہا۔

”اوکے۔ اب بات سمجھ میں آ گئی ہے۔ ویسے ایک بات بتاؤ جولیا۔ عمران صاحب تم پر اس قدر اعتماد کرتے ہیں کہ آنکھیں بند کر کے تمہیں بڑے سے بڑے میدان کارزار میں جھونک دیتے

۔ اور پھر انہیں مکمل یقین ہوتا ہے کہ تم اس میدان سے کامیاب فرمائی۔ اس قدر اعتماد کے باوجود جب شادی کی بات ہوتی ہے تو جائے مذاق کے اور کچھ ان کے منہ سے نہیں نکلتا۔ اس کی کیا وجہ ہے۔۔۔۔۔ صالحہ نے کہا تو جولیا بے اختیار ہنس پڑی۔

”تمہیں ابھی عمران کی فطرت اور مزاج کا اندازہ ہی نہیں ہوا۔ بڑے چھپیں ایک بات بتاؤں کہ عمران کے بار بار کہنے کی وجہ سے مدد کے دل میں تمہارے لئے نرم گوشہ پیدا ہو گیا ہے اور تمہارے دل میں مصدور کے لئے۔ کیا میں غلط کہہ رہی ہوں۔۔۔۔۔ جولیا نے کہا۔

”تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔ مصدور کے لئے واقعی میرے دل میں نرم گوشہ خود بخود پیدا ہو گیا ہے۔ میرے نہ چاہنے کے باوجود اور یہ مارا سلسلہ عمران صاحب کے بار بار کہنے کی وجہ سے ہوا ہے لیکن بڑی دلی بات کہ دوسروں کو تو وہ اس حد تک لے جاسکتے ہیں لیکن خود کسی حد تک بھی نہیں جاتے۔۔۔۔۔ صالحہ نے باقاعدہ بحث کرتے ہوئے کہا۔

”مصدور مرد ہے اور تم عورت۔ اب بتاؤ کیا مصدور نے تمہیں اس نگر سے دیکھا ہے جس نظر سے مرد عورتوں کو دیکھتے ہیں۔۔۔۔۔ جولیا نے عجیبہ لہجے میں کہا۔

”نہیں جولیا۔ مصدور کی نظروں میں کبھی میں نے ہوں نہیں کبھی۔ بلکہ میں نے محسوس کیا ہے کہ اس کی کوشش ہوتی ہے کہ

اسے مجھ سے کم مخاطب ہونا پڑے اور جس قدر ہو سکے وہ میری طرف کم دیکھے۔ کیا اس کی کوئی خاص وجہ ہے؟..... صالح نے کہا۔  
 ”ہاں۔ اس کی خاص وجہ ہے۔ چہچہ نے اپنی نیم کی زبردست انداز میں کی ہے کہ انہیں، میرے اخلاقی اصولوں کے انتہائی سخت سانچے میں ڈھال دیا ہے۔ ہم دونوں عورتیں ہیں لیکن عورت ہونے کے باوجود ہمیں اپنے ساتھی مردوں کے لئے ایسے جذبات کبھی محسوس نہیں ہوئے جیسے جوان عورتوں کے جوان مردوں کے لئے ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ ہمارا اپنا خود ساختہ کنٹرول نہیں ہے بلکہ ہماری سوچ ہی اس انداز میں ڈھال دی گئی ہے۔“..... جولیا نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اس کا یہ مطلب بھی تو ہو سکتا ہے کہ ہمیں عام ماہرل لائف سے بنا دیا گیا ہے۔ اب وہ انجوائے منٹس جو عام لوگ محسوس کرتے ہیں وہ ہمیں محسوس ہی نہیں ہوتیں۔“..... صالح نے کہا تو جولیا نے چمک کر اس کی طرف دیکھا۔

”یہ تم کیا کہہ رہی ہو صالح۔ کیا تمہیں اپنی زندگی یا اپنے ساتھیوں کی زندگی میں کبھی مصنوعی پن کا احساس ہوا ہے؟.....“..... جولیا نے کہا۔

”نہیں۔ مصنوعی پن کا تو واقعی کبھی احساس نہیں ہوا۔“..... صالح نے کہا۔

”اس کا مطلب ہے کہ یہ زندگی مصنوعی نہیں ہے۔ قدرتی اور

اصل ہے۔ البتہ جو لوگ غیر اخلاقی ماحول میں زندگی بسر کرتے ہیں، غیر اخلاقی انداز میں سوچتے ہیں ان کی زندگی مصنوعی ہوتی ہے۔“..... جولیا نے کہا۔

”حیرت ہے جولیا۔ میں بعض اوقات سوچتی ہوں کہ کیا کوئی فرد اپنے آپ کو اس قدر تبدیل کر سکتا ہے۔ تم جس ماحول میں پیدا ہوئی، جس ماحول میں تم نے پرورش پائی، تعلیم حاصل کی وہ قطعاً مختلف ماحول تھا۔ اس کے بعد تم یہاں آئی اور پھر یہیں رہ گئی۔ یہاں کا ماحول قطعاً مختلف ہے۔ تم نے اپنے آپ کو یہاں کس طرح ایڈجسٹ کیا۔ کیا تمہیں اپنا وطن، اپنے رشتہ داروں کی یاد نہیں آتی۔ خاص طور پر اس وقت جب رات کو تم اکیلی ہوتی ہو۔“ صالح نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

”تم سوال اس انداز میں کرتی ہو جیسے سوالات کی بوچھاڑ کر رہی ہو۔ اب میں اس ماحول میں زیادہ اپنے آپ کو ایڈجسٹ پاتی ہوں۔ سوسائز لینڈ کا ماحول تو اب میرے ذہن میں انگلی ماحول کے طور پر نظر آتا ہے۔ میں کئی بار بڑے شوق سے وہاں بھی گئی ہوں لیکن وہاں قدم قدم پر میں نے اپنے آپ کو اجنبی محسوس کیا ہے اور جیسے چمکی کو پانی میں جا کر ہی سکون ملا ہے اسی طرح مجھے بھی پاکیشیا پہنچ کر ہی سکون ملا ہے۔“..... جولیا نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”کمال ہے۔ ایسے معاملات میں واقعی انسانی عقل بے کار ہو

ہوئی تھی۔

”کیا پوزیشن ہے معاملے کی“..... جولیا نے ایک خال سائڈ کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ صالحہ بھی خاموشی سے ان کے ساتھ چل رہی تھی۔

”سینئر قاسم اپنے مخصوص آفس میں موجود ہے لیکن وہ کسی سے ملتا نہیں ہے۔ تمام کام اس کے سیکرٹری کرتے ہیں۔ ملاقاتیں بھی ان سے ہوا کرتی ہیں“..... ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ وہ اپنے آفس میں موجود ہے“۔ جولیا نے چونک کر کہا۔

”اس کا ایک اسٹنٹ سیکرٹری میرا دوست ہے۔ اس سے معلوم ہوا ہے اور یہ بات تو سارا دارالحکومت جانتا ہے کہ سینئر قاسم سوائے چند مخصوص لوگوں کے اور کسی سے نہیں ملتا“..... ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”لیکن ہم نے تو نہ صرف اس سے ملنا ہے بلکہ اس سے پوچھ گچھ بھی کرنی ہے۔ تم بتاؤ کیا کرنا چاہئے“..... جولیا نے کہا۔

”مس جولیا۔ ہاس نے آپ کو بھیجا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ آپ کو کیوں بھیجا ہے لیکن سینئر قاسم تک آپ کی آمد کی اطلاع ہی نہیں پہنچے دی جائے گی اور یہی اصل مسئلہ ہے کہ اس کے خصوصی آفس کے بارے میں کوئی نہیں جانتا کہ کہاں ہے“..... ٹائیگر نے کہا۔

جانی ہے“..... صالحہ نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی جولیا نے کار کا رخ دائیں ہاتھ پر جانے والی سڑک پر موڑ دیا۔ سڑک کے کنارے ایک بہت بڑا بورڈ نصب تھا جس پر سینٹر کلب کی نہ صرف تصویر دی گئی تھی بلکہ نام بھی لکھا ہوا تھا اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ ایک چار منزلہ وسیع و عریض عمارت تک پہنچ گئے۔ عمارت کا کپڑاؤ خاصا وسیع و عریض تھا اور خاصی تعداد میں کاریں اندر جا کر پارکنگ کی طرف مڑ رہی تھیں۔

”ٹائیگر کہاں ہوگا“..... صالحہ نے ابھر اصرار دیکھتے ہوئے کہا۔

”یہیں کہیں موجود ہوگا“..... جولیا نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے کار کپڑاؤ ڈائریکٹ میں داخل کر کے ایک طرف بنی ہوئی وسیع و عریض پارکنگ کی طرف موڑ دی جس میں ابھی خاصی تعداد میں کاریں موجود تھیں۔ جولیا نے کار کو ایک خالی جگہ پر روکا اور پھر وہ دونوں کار سے نیچے اتریں۔ جولیا نے کار کو لاک کیا اور اسی نے ایک آدمی نے آگے بڑھ کر پارکنگ کارڈ جولیا کے ہاتھ میں دے دیا۔ جولیا نے کارڈ لے کر اپنی جیکٹ کی جیب میں ڈال لیا۔

”مس جولیا۔ میں حاضر ہوں“..... اچانک ایک طرف سے ٹائیگر کی ہلکی سی آواز سنائی دی۔ لہجہ مؤدبانہ تھا۔ جولیا اور صالحہ اس کی آواز سن کر مڑیں تو وہ ان کے عقب میں میک اپ میں موجود تھا۔ اس نے کشش رنگ کا سوٹ پہنا ہوا تھا۔ اس پر گہرے سرخ رنگ کی ڈاٹی جس پر پیلے رنگ کے پھول بنے ہوئے تھے، پہنی



ہے چرکنا انداز میں کھڑا تھا۔ اس کا سر مچھا اور چھوٹی چھوٹی آنکھوں میں تیز سرفی اور چہرے پر پتھر کی جھلکی نمایاں تھی اور اس کی نظریں جویلا، صاف اور آن کے پیچھے چلنے ہوئے ٹائیکر پر جمی ہوئی تھیں۔

”میں مس..... ایک لڑکی نے جویلا اور صاف کے کاؤنٹر کے قریب بیٹھنے پر ان سے مخاطب ہو کر کہا جبکہ وہ آدمی اس طرح بیٹھ بیٹھ کھڑا نہیں دیکھ رہا تھا لیکن وہ خاموش رہا تھا۔

”سیٹھ قاسم سے کہو کہ فائیو برڈز ملنا چاہتی ہیں..... جویلا نے بڑے ہاتھ سے لہجے میں کہا اور جویلا کا فقرہ سن کر خاموش کھڑے اس آدمی کے چہرے پر غصہ سسڑا ہٹ ابھرا آئی تھی۔

”سوری مس۔ سیٹھ صاحب کسی سے نہیں ملتے اور نہ ہی ملاقات کا وقت دیتے ہیں۔ آپ ان کے کسی سیکر سے مل لیں..... لڑکی نے معذرت خواہانہ لہجے میں کہا۔

”اس کا وہ سیکر کون ہے جس کا رابطہ اس سے ہے..... جویلا نے کہا۔

”مارٹن مس صاحب..... لڑکی نے جواب دیا۔

”اس مارٹن کا آفس کہاں ہے..... جویلا نے کہا تو لڑکی نے فون کا ریسیور اٹھانے کے لئے ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ اس آدمی نے آگے بڑھ کر اس لڑکی کو ایسا کرنے سے روک دیا۔

”سنو۔ خاموشی سے واپس چلی جاؤ۔ کوئی کسی سے نہیں ملتا۔

”اس صورت میں تم کیسے ہوتے تو کیا کرتے..... جویلا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”میں تو اس کے سبوروں سے بات کرتا اور پھر ان کی مدد سے اس تک رسائی حاصل کرتا لیکن اس میں دقت کافی لگ سکتا تھا۔ فوری طور پر یہ کام نہیں ہو سکتا..... ٹائیکر نے کہا۔

”اوکے۔ آؤ ہمارے ساتھ اور دیکھو کہ ہم کس طرح سیٹھ قاسم تک پہنچتی ہیں..... جویلا نے کہا اور اس کے ساتھ ہی دو مین گیٹ کی طرف بڑھنے لگی۔ صاف بھی اس کے ساتھ تھی۔ ٹائیکر نے شاید کچھ کہا چاہا لیکن پھر اس نے ہونٹ بھیجنے لگے۔ مین گیٹ پر موجود دربان نے سر جھکا کر ان کا استقبال کیا اور دروازہ کھول دیا۔ اندر وسیع و عریض ہال تقریباً ایک چوتھائی بھرا ہوا تھا۔ باقی خالی تھا اہل سیارہ رنگ کے لباس میں لمبوں دس پارہ مشین منوں سے مسلح افراد وہاں موجود تھے۔ وہ مختلف کونوں میں کھڑے خاموشی سے آنے جانے والوں اور وہاں بیٹھے ہوئے لوگوں کو اس انداز میں دیکھ رہے تھے جیسے ایک ایک آدمی کی نظروں ہی نظروں میں منکرینگ کر رہے ہوں۔ جویلا اور صاف ہال میں داخل ہو کر چند لمحوں کے لئے رک گئیں اور انہوں نے ایک طائرانہ نظر ہال پر ڈالی اور پھر ایک طرف بے ہوئے وسیع و عریض کاؤنٹر کی طرف بڑھ گئیں جہاں پانچ لڑکیاں کام کر رہی تھیں جبکہ کاؤنٹر کے کونے میں ایک لمبے قد اور بھاری جسم کا آدمی جس نے سیارہ رنگ کا لباس پہنا ہوا تھا پھیلا۔

جاؤ۔ ورنہ۔۔۔ اس آدمی نے فرماتے ہوئے لہجے میں کہا۔

”تم کون ہو؟۔۔۔ جولیا نے چونک کر اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”میرا نام جیری ہے اور تمہیں انتہائی شرافت سے آخری بار رہا ہوں کہ واپس چلی جاؤ ورنہ تمہاری لاشیں بھی غائب کر دی جائیں گی۔ نہ سینٹھ کا سقم سے ملے گا اور نہ ہی مارٹن کیونکہ تم میرا نظروں میں شکوک ہو۔ جاؤ۔۔۔۔۔ جیری نے سائیڈ ہولسٹر پر موجود ریوالور کے دستے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بڑے غصیلے لہجے میں کہا۔

”اگر اس کو گولی مار دی جائے تو تمہیں تو کوئی اعتراض نہ ہو گا۔۔۔۔۔ جولیا نے اس لڑکی سے مخاطب ہو کر کہا جو اس سے بات نہ رہی تھی اور پھر اس سے پہلے کہ وہ کوئی جواب دیتی یا جیری کچھ کہے جولیا کا ہاتھ انتہائی تیزی سے جیب سے باہر آیا اور دوسرے نے بال ٹارگٹ کی تیز آوازوں کے ساتھ ہی جیری کے حلق سے نیچے والی چیخ اور پھر اس کے پشت کے بل جھپٹی دیوار سے کرا کر دیت کے خالی ہوتے ہوئے بارے کی طرح کاؤنٹر کے اندر گرنے کی آواز سنائی دی تو ہال میں یقیناً گھمبیر خاموشی طاری ہو گئی۔

”اب کرو فون۔۔۔۔۔ جولیا نے بڑے اطمینان بھرے لہجے میں اس لڑکی سے کہا جو بہت نیکی کھڑی تھی اور یہی حال کاؤنٹر کے پیچھے موجود باقی لڑکیوں کا تھا اور جولیا کے بولنے ہی جیسے خاموشی طوفان

کی طرح پھٹ پڑی۔ ہر طرف شور مچا رہا تھا اور ساتھ ہی ایک طرف سے دو سیاہ پوش کاؤنٹر کے طرف آنے لگے۔

”کرو فون مارٹن کو؟۔۔۔۔۔ جولیا نے یقیناً چیخ کر کہا تو لڑکی نے تیزی سے رسیور اٹھا لیا۔

”لوگ جاؤ۔ خبردار اگر آگے بڑھے تو؟۔۔۔۔۔ یقیناً صالو نے چیخ کر آنے والے سیاہ پوشوں سے کہا تو وہ یقیناً رک گئے۔

”تمہارے اس جیری نے بلیو برڈز کی توہین کی تھی جبکہ تم دیکھنا ابھی تمہارا سٹجر مارٹن نیچے پیر دوڑتا ہوا ہمارے استقبال کے لئے یہاں آئے گا۔۔۔۔۔ صالو نے چیختے ہوئے کہا۔

”تم۔ تم کون ہو؟۔۔۔۔۔ ان میں سے ایک سیاہ پوش نے قدرے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”بلیو برڈز۔۔۔۔۔ صالو نے جواب دیا تو وہ ہونٹ ہنچنے کر خاموش ہو گئے جبکہ لڑکی نے رسیور اٹھا کر نمبر پریس کر دیئے۔

”کاؤنٹر سے یہی بولی رہی ہوں۔ دو عورتیں اور ایک مرد یہاں کاؤنٹر پر آئے ہیں۔ ان میں سے ایک عورت غیر ملکی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ وہ بلیو برڈز ہیں اور سینٹھ صاحب سے ملنا چاہتے ہیں۔ جب میں نے انہیں بتایا کہ سینٹھ صاحب کسی سے نہیں ملتے تو انہوں نے آپ سے ملنے کی بات کی۔ میں آپ سے بات کرنے کے لئے رسیور اٹھا ہی رہی تھی کہ جیری نے مجھے روک دیا اور انہیں واپس جانے کا کہا جس پر اس غیر ملکی لڑکی نے اس جیری کا سینڈ

گوئیوں سے چھلنی کر دیا ہے۔ اس کی لاش کاؤنٹر کے اندر پڑی ہوئی ہے۔ اب آپ جیسے کہیں..... لڑکی نے رک رک کر اور سبے ہوئے لہجے میں پوری تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”جیری کو مارنے کے باوجود وہ ابھی تک زندہ ہیں“..... دوسری طرف سے چیخ کر کہا گیا۔

”نہیں۔ نہیں سر“..... لڑکی نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”میں خود آ رہا ہوں“..... مارٹن نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو لڑکی نے زہیور رکھ دیا۔

”چیف مارٹن خود آ رہے ہیں“..... لڑکی نے کہا تو صالٹ نے قاتلانہ نظروں سے ان دونوں سیاہ پوشوں کی طرف دیکھا اور وہ ہونٹ بچھینچے داہن مڑ گئے اور دوبارہ اسی جگہ پر کھڑے ہو گئے جہاں پہلے کھڑے تھے۔ بال پر سکوت طاری تھا۔ تھوڑی دیر بعد لفٹ نیچے آ کر رکی۔ اس کا دروازہ کھلا اور ایک گینڈے کی طرح پلا ہوا آدمی باہر آیا۔ اس نے گھبرے نیلے رنگ کا سوت پٹا ہوا تھا اور اس کے چوڑے چہرے پر چھوٹی چھوٹی لیکن آکڑی ہونٹی مونچھیں نمایاں نظر آ رہی تھیں۔

”کہاں ہے جیری“..... آنے والے نے جولیا، صالٹ اور اس کے پیچھے کھڑے ٹائیگر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”ادھر کاؤنٹر کے اندر اس کی لاش پڑی ہے“..... لڑکی نے سبے ہوئے لہجے میں کہا۔

”تم نے اسے ہلاک کیا ہے۔ تم نے۔ حیرت ہے۔ اور ہاں۔ یہ لیو برڈکون ہیں“..... مارٹن نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

”کیا تم نے ساری ہاتھیں یہیں ہاں میں کھڑے کھڑے کرنی ہیں۔ کیا اکیلے آفس میں بات کرتے ہوئے ڈرتے ہو“..... جولیا نے یقین کاٹ کھانے والے لہجے میں کہا تو مارٹن کے چہرے پر یقین ختم کی لہریں پھیل گئی۔

”ٹھیک ہے۔ آؤ میرے ساتھ۔ وہیں آفس میں ہی تم سے بات ہوگی۔ اور سنو۔ جیری کی لاش اٹھا کر برقی بھٹی میں ڈلو دو“۔ مارٹن نے کہا اور واپس لفٹ کی طرف مڑ گیا۔

”آپ دوسری لفٹ سے جائیں گے۔ یہ لفٹ صرف چیف کے لئے مخصوص ہے“..... لڑکی نے جولیا اور اس کے ساتھیوں کو بھی اس لفٹ کی طرف بڑھتے دیکھ کر کہا جس میں وہ مارٹن گیا تھا۔

”ہمارے ساتھ کوئی آدمی نہیں جو ہمیں وہاں تک پہنچا دے“۔ جولیا نے مڑ کر ایسے انداز میں مسکراتے ہوئے کہا جیسے اب تک ان کے درمیان کوئی غلط بات ہی نہ ہوئی ہو۔

”گولی۔ ان کے ساتھ جاؤ“..... لڑکی نے ایک طرف خاموش کھڑے ایک نوجوان سے مخاطب ہو کر کہا۔

”میں مس۔ آئیے مس“..... اس نوجوان نے چونک کر کاؤنٹر گرل کو جواب دیا اور پھر جولیا سے مخاطب ہو گیا۔ دوسری لفٹ کے ذریعے وہ تیسری منزل پر پہنچے۔ وہاں چار مسلح سیاہ پوش موجود تھے

اور بھی وضاحت کروں۔“ جولیا نے منہ ہاتے ہوئے کہا تو مارٹن کے جسم نے اس طرح ہلکا سا جھٹکا کھایا جیسے اچانک اسے بجلی کا جھٹکا لگا ہو۔

”اوہ۔ اس کا مطلب ہے کہ تم بہت کچھ جانتی ہو۔ بہر حال بولو۔ کیا چاہتی ہو؟“ مارٹن نے کہا۔ اس کا لہجہ اب پہلے کی نسبت خاصا نرم ہو گیا تھا۔

”سیٹھ قاسم کے ساتھ تمہارا رابطہ ہے اور ہم نے اس سے ملنا ہے۔“ جولیا نے کہا۔

”سوری۔ سیٹھ کسی سے نہیں ملتا حتیٰ کہ پاکیشیا کے صدر سے بھی نہیں۔ جو بات ہے مجھے بتاؤ۔ وہ سیٹھ قاسم تک پہنچ جائے گا۔“ مارٹن نے کہا۔

”فون پر ہماری بات کرادو۔“ جولیا نے کہا۔

”سوری۔ اس کے کچیش آفس میں فون نہیں ہے۔“ مارٹن نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تو پھر پیغام کیسے پہنچے گا؟“ جولیا نے چہرے پر حیرت کے اثرات پیدا کرتے ہوئے کہا۔

”وہ جب خیر آفس میں ہوتا ہے تو پھر وہاں کے فون پر بات کرتا ہے۔“ مارٹن نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”میرا خیال ہے کہ پھر پیغام دینا ہی بے کار ہے کیونکہ لمبیہ برڈز جس الزام سے اسے بچانا چاہتے ہیں وہ الزام اس تک پیغام پہنچنے

لیکن گوگی کے ساتھ ہونے کی وجہ سے انہوں نے جولیا اور اس کے ساتھیوں کو سمجھ نہ کہا اور گوگی انہیں راہداری کے تقریباً درمیان میں موجود دروازے کے قریب لے جا کر خود رک گیا۔

”تشریف لے جائیں۔“ گوگی نے کہا تو جولیا نے ہاتھ بڑھا کر دروازے پر دباؤ ڈالا تو دروازہ کھلتا چلا گیا اور جولیا اندر داخل ہو گئی۔ اس کے پیچھے صالحہ اور آخر میں تاجنگر اندر داخل ہوا۔ یہ ایک خاصا وسیع کمرہ تھا جسے بہترین انداز اور اعلیٰ فرنیچر سے سجایا گیا تھا لیکن کمرہ خالی تھا۔ وہ مارٹن وہاں موجود نہ تھا اور پھر اس سے پہلے کہ جولیا اور صالحہ صوفوں پر بیٹھیں سائیڈ دیوار میں موجود ایک دروازہ کھلا اور مارٹن اندر داخل ہوا۔

”بیٹھو۔“ مارٹن نے میز کے پیچھے ریوالونگ چیئر پر بیٹھتے ہوئے بڑے خشک اور کھردرے لہجے میں کہا تو جولیا، صالحہ اور تاجنگر تینوں سائیڈ صوفوں پر بیٹھنے کی بجائے میز کی دوسری طرف موجود کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

”تم نے اس طرح کھلے عام چہری کو ہلاک کر کے ناقابل معافی جرم کیا ہے۔ تمہیں وہیں ہال میں ہی گولیوں سے بھون دیا جاتا لیکن میں تمہیں اس لئے یہاں لے آیا ہوں کہ میں معلوم کر سکوں کہ تم نے لمبیہ برڈز کا نام کہاں سے سن لیا ہے اور کیوں یہ نام لے کر یہاں آئی ہو؟“ مارٹن نے کہا۔

”اس کے ذائقے کا فرسٹاں سے ملنے ہیں۔ کافی ہے یا کچھ

سے پہلے ہی اس کے سر پر پہنچ چکا ہوگا۔۔۔۔۔ جولیا نے اٹھتے ہوئے کہا۔

”جھٹو۔ جھٹو۔ تم کمر اٹرام کا بات کر رہی ہو۔ تمہاری باتیں اور تمہارا رویہ کچھ عجیب سا ہے۔ سچ بتاؤ کہ کون ہو تم۔۔۔۔۔ مارٹن کے لہجے میں تحیر تھی۔

”مجھے کہا گیا ہے کہ سینٹھ قاسم سے کہہ دوں کہ وہ ایلریمین کراؤز ایجنسی کے ایجنٹوں کی مدد بند کروے ورنہ فٹری اسٹیل جنس اس تک کسی بھی لمحے پہنچ سکتی ہے۔۔۔۔۔ جولیا نے کہا تو مارٹن کا منہ یلغخت کھلے کا کھلا رو گیا۔

”یہ۔ یہ تم کیا کہہ رہی ہو۔ کیا۔ کیا مطلب۔۔۔۔۔ مارٹن نے انتہائی ہلکے آواز سے لہجے میں کہا۔

”جاؤ اور ہا کر یہ پیغام سینٹھ تک پہنچا دو۔ شاید وہ اور تم سب سچ بتاؤ اور ہمیں آ کر بتاؤ کہ پیغام پہنچ گیا ہے یا نہیں تاکہ ہم ہیڈ کوارٹر کو رپورٹ دے سکیں۔۔۔۔۔ جولیا نے کہا تو مارٹن ہونٹ بھینچے چند لمحے ساکت بیٹھا رہا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے وہ فانی طور پر کسی فیصلے پر نہ پہنچ رہا ہو۔

”ٹھیک ہے۔ آؤ میرے ساتھ۔ میں تمہاری ملاقات سینٹھ سے کرا دیتا ہوں۔ پھر سینٹھ جانے اور تم۔۔۔۔۔ مارٹن نے یلغخت ایک جھٹکے سے اٹھ کر کمرے ہوتے ہوئے کہا۔

”یہ تم نے عقل مندانہ فیصلہ کیا ہے۔ تم واقعی ذہین آدمی ہو۔

میں ہیڈ کوارٹر کو جو رپورٹ دوں گی اس میں خصوصی طور پر تمہاری تعریف کروں گی۔۔۔۔۔ جولیا نے بھی اٹھتے ہوئے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اپنا اسلحہ ہمیں چھوڑ دو ورنہ راستہ نہیں کھلے گا۔۔۔۔۔ مارٹن نے اس کی بات کا جواب دینے کی بجائے سخت لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

”اوکے۔۔۔۔۔ جولیا نے جیب سے مشین پمفل نکال کر میز پر رکھتے ہوئے کہا اور پھر اس کی پیروی کرتے ہوئے صاف اور ٹائنگر نے بھی جیبوں سے مشین پمفل نکال کر میز پر رکھ دیئے۔

”مزید تو کوئی اسلحہ نہیں ہے۔۔۔۔۔ مارٹن نے کہا۔

”ہمیں۔۔۔۔۔ جولیا نے جواب دیا۔

”آؤ۔۔۔۔۔ مارٹن نے کہا اور اس سائیڈ دروازے کی طرف بڑھ

گیا جہاں سے وہ کمرے میں داخل ہوا تھا۔ جولیا، صاف اور ٹائنگر تینوں اس کے پیچھے اس دروازے سے دوسری طرف موجود کمرے میں پہنچے تو وہ انہیں لئے ہوئے اس کمرے کے عقبی طرف موجود ایک دروازے میں لے گیا۔ دروازے کے دوسری طرف ایک چھوٹی سی راہداری تھی جس کے آخر میں ایک لوہے کا دروازہ تھا جو بند تھا۔ مارٹن نے قریب جا کر اس پر اپنا دایاں ہاتھ رکھ کر زور سے دبا دیا اور پھر ہاتھ ہٹا کر اس نے بائیں ہاتھ اسی جگہ پر رکھ کر دبا دیا تو دروازے کے اوپر موجود ایک کمرہ نما آلے میں سے سرخ رنگ کی تیز روشنی نکل کر مارٹن، جولیا اور اس کے ساتھیوں پر ایک لمحے کے

لئے پڑی اور پھر بچھ گئی۔ اس کے ساتھ ہی دروازہ خود بخود کھلتا چلا گیا۔ دوسری طرف ایک بند گیلری سی تھی جس کے اندر سیز میاں بیچے جا رہی تھیں۔ وہ سب مارٹن کی رہنمائی میں سیز میاں اترتے ہوئے نیچے ایک بند دروازے کے سامنے جا کر رک گئے۔ دروازے کے ساتھ ایک کپ سے فون نہیں نکالا ہوا تھا۔ مارٹن نے وہ فون نہیں کپ سے نکالا اور اس پر موجود نمبر پر پلس کر دیئے۔

”مارٹن بول رہا ہوں سپر ہاس“..... مارٹن نے کہا مگر اس کا لہجہ بے حد مودبانہ تھا۔

”نہیں۔ سپر ہاسٹر۔ تینوں دروازے کے باہر موجود ہیں اور آپ سے ملاقات میں انتہائی اہم پیغام دینا چاہتے ہیں“..... مارٹن نے دوسری طرف سے بات سن کر مودبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔ چونکہ فون نہیں ملاؤر نہ تھا اس لئے دوسری طرف کی آواز اس کے علاوہ جولیا اور اس کے ساتھی نہ سن سکتے تھے۔

”اوکے سپر ہاس“..... مارٹن نے ایک بار پھر دوسری طرف سے بات سن کر کہا اور پھر فون نہیں کو کپ میں نکالا کر وہ پیچھے ہٹا۔

”میں جا رہا ہوں۔ ابھی دروازہ کھل جائے گا۔ امداد سپر ہاس سیٹھ قاسم موجود ہیں“..... مارٹن نے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ واپس مڑ کر سیز میاں جڑھتا ہوا اوپر چلا گیا۔ چند لمحوں بعد وہ نظر آنا بند ہو گیا۔ اسی لمحے ابھی سی کلک کی آواز کے ساتھ ہی سامنے موجود دروازہ کھلتا چلا گیا۔ یہ ایک مستطیل شکل کا کمرہ تھا جس کے آخر

میں آفس ٹیبل تھی جس پر ایک دیبا چلا سا آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ اس کا چہرہ گھوڑے کی طرح لمبوتر تھا۔ آنکھیں چھوٹی لیکن چمکدار تھیں۔ اس نے براؤن رنگ کا سوٹ پہنا ہوا تھا۔ اس کی نظریں جولیا اور اس کے پیچھے آنے والی صالحہ اور ٹائیگر پر جمی ہوئی تھیں۔

”ہیلو“..... اس دہلے پتے آدمی نے اپنی باریک لیکن چھری کی دھار کی طرح تیز آواز میں کہا۔

”تم ہو سیٹھ قاسم“..... جولیا نے سیٹی کی طرح منہ گول کرتے ہوئے کہا۔ اس کے لہجہ میں ابھی سی عداوت تھی۔

”ہاں۔ میں ہوں“..... اس آدمی نے کہا۔

”میں کبھی تھی کہ تم بھی کافرستان کے سیٹھ قاسم کی طرح بہت سونے ہو گے کیونکہ اب ذہن میں سیٹھ قاسم کا نام آتے ہی اس کا مونا پا نظر آنے لگ جاتا ہے“..... جولیا نے مسکراتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ کرسی پر بیٹھ گئی۔

”تم کرنل فریدی والے سیٹھ قاسم کی بات کر رہی ہو“..... سیٹھ قاسم نے کہا۔

”تم جانتے ہو کرنل فریدی کو“..... جولیا نے چونک کر کہا۔

”اس کا مطلب ہے کہ تم دونوں عورتوں کا تعلق پاکیشیا سیکرٹ سروس سے ہے“..... سیٹھ قاسم نے کہا تو جولیا اس طرح ہنس پڑی جیسے سیٹھ قاسم نے کوئی مضحکہ خیز بات کر دی ہو۔

”ہمارا تعلق بیو برڈز سے ہے“..... جولیا نے منہ ہٹاتے ہوئے

— 4 —

”دیکھو۔ تمہارے ساتھ جو آدمی بیٹھا ہے یہ ٹائگر ہے۔ جب تم مارن کے کمرے میں داخل ہوئے تھے تو میں نے یہاں تمہارے چہرے دیکھے تھے۔ کمرے میں موجود مخصوص ریز کی وجہ سے یہاں تمہارے چہرے بغیر میک اپ کے نظر آ رہے تھے اور ٹائگر کو میں بہت اچھی طرح پہچانتا ہوں۔ چونکہ یہ لڑکی واقعی غیر ملکی تھی اس لئے میں نے مارن کو پیغام دے دیا کہ تمہیں مجھ تک پہنچا دیا جائے۔ ٹائگر کے بارے میں مجھے معلوم ہے کہ یہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کے لئے کام کرنے والے علی عمران کا شاگرد ہے لیکن میں جانتا چاہتا ہوں کہ تم دونوں کون ہو۔ جہاں تک بلیو برڈز کا تعلق ہے تو میں نے بلیو برڈز کے چیف دشمنو سکار سے بات کر لی ہے۔ اس نے مجھیں نہیں بھیجا۔ اس کے بعد یہاں آ کر تم نے جب کرنل فریدی اور اس کے ساتھی موٹے سیٹھ قاسم کی بات کی تو میں سمجھ گیا کہ تم دونوں کا تعلق پاکیشیا سیکرٹ سروس سے ہی ہو سکتا ہے اور اسی وجہ سے تم اب تک زندہ بھی ہو۔ سنو۔ میں کسی سرکاری انجینئر سے لڑنا نہیں چاہتا اس لئے تم کھل کر بات کرو کہ تم کیا چاہتی ہو۔“ دہلے گئے سیٹھ قاسم نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

”تم نے ہارٹن کے کمرے میں ہونے والی باتیں سن لی ہیں یا نہیں؟“..... جولیا نے کہا۔

”سن لی ہیں“..... سیٹھ قاسم نے جواب دیا۔

”تو پھر تم نے یہ بھی سنا ہو گا کہ میں نے مارش سے کہا تھا کہ تم ایکریمن ایجنسی کراؤز کے ایجنٹوں کی مدد نہ کرے ورنہ ملٹری ایکٹیوٹس چھپیں کسی بھی وقت گھیر سکتی ہے۔“ جولیا نے جواب دیا۔

”ہاں۔ مٹا ہے مٹا نے۔ لیکن“..... سیٹھ قاسم ہات کرے کرتے رک گیا۔

کر کے رک گیا۔  
 ”ہمارا تعلق ملٹری انجیلی جنس سے ہے۔ نیکوٹ سروس سے نہیں۔  
 مائیکر ہمارا گائیڈ ہے اور ہمارے چیف کرنل شہامند نے عمران کو  
 فون کر کے اسے ہمارے ساتھ بھیجا ہے۔“..... جولیا نے بڑے  
 اطمینان بھرے لہجے میں کہا۔

”لیکن مٹری انٹیلی جنس غیر ملکیوں کو کیسے رکھ سکتی ہے“..... سیدھے

قاسم نے اچھے ہوئے لہجے میں کہا۔  
 ”تو کیا سیکرٹ سروس غیر عیقلوں کو روکھ سکتی ہے۔ میں سچش میک  
 اپ میں ہوں۔“..... جزیل نے کہا تو سیٹھ قاسم نے اس انداز میں  
 ایک ٹول مل سانس لیا جیسے کسی خاص نتیجے پر پہنچ گیا ہو۔

ایک طرفیں ماس کیا جسے قاضی جیو پانچویں نے دیا تھا۔ اب بتاؤ کہ کیوں تم یہاں آئے ہو؟..... سیٹھ قاسم نے کہا۔

اور کتنی بار بتاؤں کہ تم ایکریٹین ایجنسی کراؤز کے ایجنٹوں جو کہ ایک مرد اور ایک عورت پر مشتمل ہیں، کے حق میں یہاں پاکیشیا میں کافرستان کے مہماند گروپ کے کہنے پر کام کر رہے ہو جبکہ

تصہیں معلوم ہے کہ وہ پاکیشیا کی ایک اہم سرکاری لیبارٹری کے خلاف کام کر رہے ہیں۔۔۔ جولیا نے کہا۔

”یہ سب غلط ہے۔ مہاترہ گاندھی سے ہمارا تعلق ضرور ہے لیکن ہم ایسے کسی پراجیکٹ پر کام نہیں کر سکتے جس کا تعلق حکومت یا ملک سے ہو۔ ہم تو اسٹانک جس میں اسلحہ، فٹپاٹ اور اس ہارپ کے دوسرے کاروبار ہیں، میں ملوث ہو سکتے ہیں لیکن ملک اور قوم کے مفاد کے خلاف ہم کبھی کام نہیں کرتے۔۔۔۔۔ سیٹھ قاسم نے کہا۔

”اس قدر حوالوں کے باوجود تمہیں یہ بات کچھ میں نہیں آ رہی کہ ہم صرف اندازوں کی بناء پر تمہارے پاس نہیں آئے۔ ہمارے پاس صدقہ اطلاعات ہیں اور ہم نے کوئی بات تم سے اس لئے نہیں چھپائی کہ اگر تم حکومت سے تعاون کرو تو فٹری آٹھلی جنس کو اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے کہ تم کیا کرتے ہو اور کیا نہیں کرتے۔ اس کے باوجود تم ایسی باتیں کر رہے ہو۔۔۔۔۔ جولیا کا لہجہ یکفخت سخت ہو گیا۔

”میں نے بھی جواب دے دیا ہے کہ ہم ایسے کسی معاملے میں ملوث نہیں ہیں اور جو کچھ میں نے کہا ہے وہی درست ہے۔“ سیٹھ قاسم نے بھی بڑے سرد لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تو تم ایک غیر ملکی جڑے کی خاطر اپنا سارا سیٹ اپ، اپنی زندگی اور اپنے سب آدمیوں کی زندگیوں ختم کرانے پر تے ہوئے ہو۔ کیوں۔۔۔۔۔ جولیا نے کہا لیکن اس بار سیٹھ قاسم نے جواب

دینے کی بجائے میز پر رکھے ہوئے اپنے ہاتھ کو ہلکا سا جھکا دیا تو یکفخت میز کے ان کناروں سے جس طرف جولیا اور اس کے ساتھی بیٹھے ہوئے تھے تاریکی رنگ کی میز روشنی نکلی اور اس کے ساتھ ہی جولیا اور اس کے ساتھیوں کے ذہنوں پر جیسے یکفخت گھپ اندھیرا سا چھا گیا لیکن یہ اندھیرا صرف چند لمحوں کے لئے تھا۔ چند لمحوں بعد جب ان کے ذہن میں دوبارہ روشنی نمودار ہوئی تو جولیا اور اس کے ساتھی یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ وہ اس آفس نما کمرے کی بجائے ایک تہہ خانے نما کمرے میں کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے لیکن ان کے جسم مکمل طور پر بے حس و حرکت تھے۔ کمرہ خالی تھا۔ وہاں نہ کوئی آدمی تھا اور نہ ہی کوئی اسلحہ یا فیر فیر۔

”یہ سب کیا ہے۔ ہم کہاں ہیں؟“ جولیا کے منہ سے ایک ایک کر لٹکا۔

”کسی تہہ خانے میں ہیں۔۔۔۔۔ ناٹیکر کی آواز سنائی دی تو جولیا نے گردن موزی تو وہ مڑ تو گئی لیکن حرکت بے حد آہستہ تھی جیسے سوسائٹن فلم چلتی جا رہی ہو۔

”اس اجتن نے ایسا کیوں کیا ہے۔۔۔۔۔ جولیا نے قدرے غصیلے لہجے میں کہا۔

”تم نے محفل کو بے حد غول کر دیا تھا اور سارے بچے کھول کر سامنے رکھ دیئے تھے۔ یہ اس کا نتیجہ ہے۔“ صالحہ نے کہا۔

”یہ بات نہیں۔ اگر میں ایسا نہ کرتی تو ہزاری لاشیں کسی برقی



تصدیق نہ ہو سکے گی۔ پھر..... جولیا نے کہا تو جانگر کا چہرہ اپنی تعریف سن کر بے اختیار کل اٹھا لیکن اس سے پہلے کہ وہ کوئی جواب دیتا اپنا یک دمھا کے سے اس تہ خانے کا سامنے کا دروازہ کھلا اور تین آدمی اندر داخل ہوئے۔ ان تینوں نے سیاہ لباس پہنے ہوئے تھے اور ان کے کاندھوں سے مشین گنیں لٹک رہی تھیں۔ ان میں سے ایک نے ایک پلاسٹک کی کرسی اٹھائی ہوئی تھی جو اس نے جولیا اور اس کے ساتھیوں کی کرسیوں سے کافی فاصلے پر رکھ دی اور خود پیچھے ہٹ کر دروازے کے ساتھ دیوار سے لگ کر کھڑا ہو گیا۔ چند لمحوں بعد دروازہ ایک بار پھر کھلا اور دہا پتلا سیٹھ قاسم اندر داخل ہوا۔ اس کے لبوترے چہرے پر کربہ مسکراہٹ نمایاں تھی اور چہرے پر طنز پر تاثرات سجے ہوئے تھے۔ وہ قدم بڑھاتا ہوا اس کرسی پر جو اس کے لئے ہی رکھی گئی تھی، بیٹھ گیا۔ اس کے ساتھ ہی ان تینوں مسلح افراد نے مشین گنیں کاندھوں سے اتار کر ہاتھوں میں پکڑ لیں اور آگے بڑھ کر سیٹھ قاسم کے پیچھے آ کر کھڑے ہو گئے۔ ان میں سے ایک کرسی کے مین پیچھے ایک سیٹھ قاسم کے دائیں طرف اور ایک بائیں طرف کھڑا تھا اور ان کا انداز ایسا تھا جیسے ابھی چند لمحوں بعد وہ جولیا اور اس کے ساتھیوں پر فائرنگ کھولنے والے ہوں۔

”تمہیں حیرت تو ہوگی کہ تم کو میں نے کرسیوں پر رہی سے یا کسی زنجیر سے باندھا کیوں نہیں۔ تو تمہیں یہ بتا دوں کہ جن ریز

بھٹی میں راکھ کی جا چکی ہو تھیں یا کسی گنڈوں میں بہہ رہی ہوتیں۔ نہیں اب وہ ہمیں زندہ سلامت واپس بھجوانے کا پابند ہے کیونکہ اسے معلوم ہے کہ ہم ہیلڈ کو اڈر کے حکم پر اس کے پاس آئے ہیں اور اگر ہم زندہ سلامت واپس نہ گئے تو پھر اس کا سب کچھ تباہ ہو سکتا ہے۔“ جولیا نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”مس جولیا نے بڑے اچھے انداز میں اس خطرناک اور گرگ باراں دیدہ ٹائپ مجرم کو کور کیا ہے۔ جہاں تک اس اقدام کا تعلق ہے میرا خیال ہے کہ اس نے ایسا اس لئے کیا ہے کہ ایک تو وہ ملٹری انٹیلی جنس سے معلومات حاصل کر سکے کہ کیا واقعی ہمارا تعلق ملٹری انٹیلی جنس سے ہے یا نہیں۔ ایسے لوگوں کے آدمی وہاں موجود ہوتے ہیں اور اگر اسے وہاں سے ہمارے بارے میں تصدیق نہ ہوئی تو یہ ہمیں ہلاک کرنے کا حکم دے دے گا اور اگر تصدیق ہوگئی تو یہ اس غیر ملکی جوڑے کو واپس کافرستان مہماندگروپ کے پاس پہنچا کر پھر ہمیں زندہ سلامت شہر کے کسی پارک میں پھینکا دے گا اور غیر ملکیوں کی امداد سے صاف انکار کر دے گا اور وہ غیر ملکی جوڑا پاکیشیا میں موجود نہیں ہوگا اس لئے ہم اس پر کوئی الزام بھی ثابت نہیں کر سکیں گے۔“ جانگر نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ تم نے درست تجربہ کیا ہے۔ تم بالکل عمران کی طرح سوچتے ہو۔ گنڈ۔ لیکن اب ظاہر ہے کہ ملٹری انٹیلی جنس سے ہماری

بکریٹ سروں تہارے پیچھے آئے لیکن ان چوبیس گھنٹوں میں کسی نے تہارے بارے میں یہاں بوجھ گچھ نہیں کی اور اس کے ساتھ ساتھ میں نے نیشل میک اپ وائر سے تہارا میک اپ بھی چیک کرایا ہے۔ تم میک اپ میں نہیں ہو بلکہ تم واقعی سوکس خزاو ہو اس لئے تہاری ساری باتیں غلط ثابت ہوئی ہیں۔ اب تم خود بتاؤ گی کہ تم کون ہو اور تہارا کس ایجنسی سے تعلق ہے کیونکہ سوکس حکومت کو تو اسی لیبارٹری سے کوئی دلچسپی نہیں ہو سکتی اور نہ ہی سوکس حکومت میزائلوں کی وڈز میں شامل ہے۔۔۔۔۔ سیٹھ قاسم نے تفصیل سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”جو کچھ میں نے بتایا ہے وہ درست ہے۔ تہارا آدمی جس نے تمہیں یہ بات بتائی ہے کہ ہمارا کوئی تعلق ملٹری انٹیلی جنس سے نہیں ہے، ہمارے بارے میں علم نہیں رکھتا ہو گا کیونکہ ایجنسی میں ایک گروپ تو نہیں ہوتا۔ لاکھاد گروپس ہوتے ہیں اور ان کی کارروائیاں بھی ایک دوسرے سے خفیہ ہوتی ہیں۔۔۔۔۔ جولیا نے کہا۔

”جو کچھ بھی ہے بہر حال اب تہاری موت یقینی ہے۔ جو ہو گا ہم خود نمٹ لیں گے۔۔۔۔۔ سیٹھ قاسم نے اچانک کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

”سنو۔ انہیں ہٹاک کر کے ان کی لاشیں برقی بجلی میں ڈال دینا۔۔۔۔۔ سیٹھ قاسم نے ایک سیاہ پوش سے کہا اور خود مڑ کر تیزی

کے ذریعے تمہیں بے ہوش اور بے حس کیا گیا تھا تو ان ریز کی فائرنگ کے بعد ہوش تو چوبیس گھنٹوں کے بعد آتا ہے لیکن جسم کی صحیح حرکت چار روز بعد جا کر نارمل ہوتی ہے اور یہ بھی بتا دوں کہ تمہیں چوبیس گھنٹوں کے بعد ہوش آیا ہے اور تم جتنی مرضی آئے کوشش کر لو لیکن تم اٹھ کر کھڑے نہیں ہو سکتے۔۔۔۔۔ سیٹھ قاسم نے طنزیہ انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

”تم نے ہمیں بے ہوش کر کے اس وقت میں اپنے مقاصد پورے کر لئے ہیں یا نہیں۔۔۔۔۔ جولیا نے پہلے کی طرح اطمینان بھرے لہجے میں کہا۔

”کون سے مقاصد۔۔۔۔۔ سیٹھ قاسم نے چونک کر اور حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”یہی کہ تم ان غیر ملکی ایجنٹوں کے ثبوت مٹانے کے لئے جتنی طور پر انہیں ملک سے باہر بھجوا دو اور سنو۔ اگر تم نے ایسا کیا بھی ہے تو یہ بات ذہن میں رکھنا کہ ہم نے بہر حال ان کا سراغ لگا لینا ہے لیکن ساتھ ساتھ تہاری نگرانی بھی ہوتی رہے گی۔۔۔۔۔ جولیا نے جواب دیا۔

”میں ایسا ضرور کرنا اگر تہارے بارے میں تصدیق ہو جاتی کہ تہارا تعلق واقعی ملٹری انٹیلی جنس سے ہے جبکہ ملٹری انٹیلی جنس سے میں نے کنفرم کر لیا ہے کہ تہارا کوئی تعلق اس سے نہیں ہے۔ اس کے بعد اب تک میں نے تمہیں اس لئے زندہ رکھا ہے کہ شاید

سے دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس کے پیچھے دو مشین گن  
بردار واپس چلے گئے۔ اب اس تہ خانے میں صرف ایک مشین گن  
بردار رہ گیا تھا۔ اس کے چہرے پر طنز یہ مسکراہٹ تھی۔

”تم نے اگر کوئی دعا کی مانگی ہو تو مانگ لو۔“ اس آدمی نے  
ایسے لہجے میں کہا جیسے دعاؤں کی مہلت دے کر اس نے ان پر  
بہت بڑا احسان کر دیا ہو۔

”دعا کی تو ہم مانگ لیں گے لیکن ہمیں مرنے سے پہلے دو  
گھنٹ پانی چاہو۔“ جولیا نے کہا۔

”سوری۔ میں تمہیں ہلک کرنے سے پہلے یہاں سے باہر نہیں  
جاسکتا اور اب وقت ختم ہوا۔ مرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔“ اس  
آدمی نے منہ بناتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے مشین  
گن کو کاندھے سے لگا لیا۔

”تھمرا نام کیا ہے۔“ اس بار ٹائیگر نے پوچھا۔

”میرا نام جبیک ہے۔ جبیک۔ دوسری دنیا میں بھی اس نام  
سے خوف کھاتے رہتا۔“ اس آدمی نے کہا۔

”کیا تم میں اتنی بھی انسانیت نہیں ہے کہ کسی انسان کو مارنے  
سے پہلے دو گھنٹ پانی پی پلا دو۔ ہم حرکت نہیں کر سکتے۔ اس کے  
باوجود تم ہم سے ڈر رہے ہو۔“ اس بار صالحہ نے کہا۔

”میں تم جیسے کیڑے کمزوروں سے ڈروں گا۔ یہ کیا کہہ رہی ہو۔  
اگر سینٹر قاسم کا حکم نہ ہوتا تو میں تم دونوں کو مارنے کی بجائے اپنے

پاس رکھ لیتا۔ بہر حال میں تمہیں پانی پلا دیتا ہوں۔“ جبیک نے  
کہا اور مشین گن کا بندھ سے لٹکا کر دو دروازے کی طرف  
بڑھتا چلا گیا۔ چند لمحوں بعد دو دروازہ کھول کر باہر چلا گیا۔ دروازہ  
اس کے عقب میں بند ہو گیا۔

”پانی پینے سے ہمارے جسم میں حرکت آ جائے گی۔ اس کے  
بعد اس آدمی کو زندہ رکھ کر اس سے پوچھ سمجھ کرنی ہے۔“ جولیا  
نے تیز تیز لہجے میں کہا تو صالحہ اور ٹائیگر دونوں نے اثبات میں سر  
ہلا دیے اور پھر چند لمحوں بعد دروازہ ایک دھماکے سے کھلا اور جبیک  
اندر داخل ہوا۔ اس کے دونوں ہاتھوں میں پانی کی ایک ایک بڑی  
بوتل موجود تھی۔

”میں نے سوچا کہ جب پانی پی کر مرنا ہی ہے تو اچھی طرح پی  
لو۔“ جبیک نے اس انداز میں مسکراتے ہوئے کہا جیسے وہ سب  
چٹک مٹانے کے لئے یہاں جمع ہوں۔ جولیا اور اس کے ساتھیوں  
نے کوئی جواب نہ دیا۔ جبیک نے پہلے جولیا جو سائیز پر بھیجی ہوئی  
تھی اور اس کے بعد صالحہ اور آخر میں ٹائیگر کے قریب آ کر اس  
نے دوسرے ہاتھ میں پکڑی ہوئی بوتل نیچے رکھی اور پہلے ہاتھ میں  
موجود بوتل کا ڈسکن بٹا کر اس نے بوتل کا دہانہ جولیا کے منہ سے  
لگا دیا۔ جولیا نے غصاٹ پانی چٹا شروع کر دیا۔ چند لمحوں بعد جولیا  
نے منہ ہٹایا تو جبیک نے بھی بوتل ہٹائی۔

”اوہ۔ بہت پیاسی تھی تم۔“ جبیک نے آدمی بوتل کو دیکھتے

ہوئے کہا اور پھر آگے بڑھ گیا۔ اس نے اس بار بوتل کا دہانہ صاف  
کے منہ سے لگا دیا اور باقی آدمی بوتل صاف ہی کی۔

”تم بھی بیباک تھی“..... جبکہ نے خالی بوتل کو ایک طرف  
پھینکے ہوئے کہا اور پھر مڑ کر اس نے جولیہ کے ساتھ زمین پر پڑی  
دوسری بوتل اٹھائی اور اسے لے کر وہ ٹائیگر کی طرف بڑھ گیا۔

”اب تمہیں پوری بوتل پینا پڑے گی“..... جبکہ نے کہا اور  
بوتل کا دھکن ہٹا کر اس کا دہانہ ٹائیگر کے منہ سے لگا دیا۔ ٹائیگر  
نے بھی آدمی بوتل پی کر منہ ہٹا لیا کیونکہ بوتل سائز میں خاصی بڑی  
تھی اور پوری بوتل بیک وقت نہ پی جاسکتی تھی۔

”میں نے کہا تھا کہ پوری بوتل پینا پڑے گی۔ نہیں پیچہ تو یہ  
لو“..... جبکہ نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے بوتل اس کے  
سر پر کر کے اتار دی اور بوتل میں موجود باقی سارا پانی اس کے سر  
پر اڑا کر دیا۔

”ہا۔ ہا۔ ہا۔ اب برقی بجلی میں تم کچھ دیر بعد جلو گے۔ یہ  
فائدہ ہو گیا تمہیں“..... جبکہ نے خالی بوتل ایک طرف پھینک کر  
پچھے ہٹتے ہوئے کہا لیکن دوسرے لمبے وہ چلتا ہوا اچھل کر پشت  
کے بل سامنے فرش پر جا گرا۔ ٹائیگر نے اچانک اس کے سینے پر  
پوری قوت سے ہاتھ مار دیا تھا۔ نیچے گرتے ہی جبکہ نے نگلی کی  
ی تیزی سے اٹھنے کی کوشش کی لیکن دوسرے لمبے اس کے حلق سے  
ایک بھیاک چٹخ نکلی جبکہ ٹائیگر نے اچھل کر پوری قوت سے

دونوں جڑ اس کے سینے پر مارے اور ایک بار پھر اچھل کر ایک  
طرف جا کھڑا ہوا۔ جبکہ کا جسم چند لمحوں کے لئے سٹا اور پھینکا  
اور پھر سکت ہو گیا۔ ٹائیگر نے اس کے کانہ سے ابھی بھی لٹکی  
ہوئی مشین گن اتاری اور جولیہ اور صاف کی طرف مڑ گیا۔ وہ دونوں  
اب اٹھنے کی کوشش کر رہی تھیں۔

”آپ ابھی ٹھیک ہو جائیں گی۔ اسے سنبھال لیتا۔ میں باہر کی  
چیکنگ کرتا ہوں“..... ٹائیگر نے کہا۔

”تم کیسے اچانک اس قدر فٹ ہو گئے“..... جولیہ نے حیرت  
بھرے لہجے میں کہا۔

”میرے سر پر جیسے ہی پانی پڑا میں یکدم فٹ ہو گیا“۔ ٹائیگر  
نے کہا۔

”اوہ۔ تو یہ بات ہے۔ ٹھیک ہے۔ تم جاؤ۔ ہم اسے سنبھال  
لیں گی“..... جولیہ نے کہا اور ٹائیگر سر ہلاتا ہوا کمرے سے باہر نکل

گیا جبکہ جولیہ اور صاف دونوں اب تھوڑی سی حرکت کرنے کے قابل  
ہو گئی تھیں۔ جولیہ نے بے اختیار اچھلتا شروع کر دیا اور اسے اچھلتا  
دیکھ کر صاف نے بھی اس کی پیروی شروع کر دی اور اس طرح  
اچھلتے سے ان کے جسموں میں حرکت بہر حال شروع ہو گئی اور  
تھوڑی دیر بعد وہ دونوں بھی ٹائیگر کی طرح فٹ ہو گئیں۔

”ہمیں باہر ٹائیگر کے ساتھ جانا چاہئے۔ وہ اکیلا کہیں پھنس نہ  
جائے“..... صاف نے کہا۔

”بھلی بات یہ کہ ہمارے پاس اسلحہ نہیں ہے۔ دوسری بات یہ کہ ٹائیگر عمران کا شاگرد ہے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ میرے احترام میں خود آگے بڑھ کر کام نہیں کر رہا ورنہ عمران بھی اس کی کارکردگی پر خود حیران رہ جاتا ہے اس لئے اس کی نگرمت کرو۔“ جولیا نے کہا اور پھر واقعی صالحی اس وقت بے اختیار اچھل پڑی جب دروازہ کھلا اور ٹائیگر دبلے پتلے سینٹھ قاسم کو بے ہوشی کے عالم میں کاندھے پر اٹھائے اندر داخل ہوا۔

”یہ سینٹھ قاسم ہے۔ یہ کہاں سے ہاتھ لگ گیا تمہارے۔“ جولیا نے حیران ہو کر کہا۔

”یہ عمارت اس کی رہائش گاہ ہے۔ یہاں سے ایک راستہ سینٹھ کلب کے نیچے تھہ خانوں میں جاتا ہے۔ یہ اپنے آفس میں بیٹھا ہوا تھا اور فون پر کسی سے باتیں کر رہا تھا کہ میں نے اس کے سر پر شیشین گن کا دست مار کر اسے بے ہوش کر دیا اور پھر اسے اٹھا کر یہاں لے آیا۔ وہاں اس کے دو گارڈز تھے جنہیں میں نے گرنین توڑ کر ہلاک کر دیا ہے۔“ ٹائیگر نے سینٹھ قاسم کو ایک کرسی پر ڈالتے ہوئے تیز تیز لہجے میں تفصیل جاتے ہوئے کہا۔

”اس کو ہاتھ منے کے لئے دی جا رہے۔ وہ کہاں سے ڈھوڑیں۔“ جولیا نے کہا۔

میں اپنی جلیٹ سے اس کے ہاتھ باندھ دیتا ہوں۔“ ٹائیگر نے کہا اور پھر اس نے اپنی جلیٹ اتاری اور سینٹھ قاسم کے دونوں

ہاتھ اس کے عقب میں کر کے اس نے جلیٹ سے انہیں اچھی طرح باندھ دیا۔ اس کے ساتھ ہی ٹائیگر نے اس کے چہرے پر تھپڑ مارنے شروع کر دیئے۔

”آؤ صالحی ہم یہاں سے اسلحہ بھی لے لیں اور یہاں کا راولڈ بھی لٹا لیں۔ ٹائیگر جانتا ہے کہ اس سے کیا اور کیسے پوچھ گچھ کرنی ہے۔“ جولیا نے کہا اور دروازے کی طرف مڑ گئی۔ صالحی بھی سر ہلاتی ہوئی اس کے پیچھے دروازے کی طرف بڑھنے لگی۔ ٹائیگر مسلسل سینٹھ قاسم کے لمبوترے چہرے پر تھپڑ مارے چلا جا رہا تھا اور پھر چند تھپڑوں کے بعد ہی سینٹھ قاسم نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھول دیں اور اسی لمحے ایک زوردار تھپڑ کھا کر اس کے منہ سے تھج نکل گئی۔ سینٹھ قاسم نے ایک جھٹکے سے اٹھنے کی کوشش کی لیکن ٹائیگر نے ہاتھ سے جھٹکا دے کر اسے واپس کرسی پر بٹھا دیا۔

”تم۔ تم کون ہو۔ کیا مطلب۔ تم۔ تم۔“ سینٹھ قاسم نے انتہائی بولکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”مجھے تو تم جانتے ہو۔ میرا نام ٹائیگر ہے۔ پہلے میں اپنی ساتھی خواتین کے احترام میں خاموش رہا ہوں لیکن اب وہ یہاں موجود نہیں ہیں اس لئے اب میں تمہارے اس دبلے پتلے جسم کی ایک ایک ہڈی توڑ دوں گا۔“ ٹائیگر نے فراتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے کوٹ کی اندرونی جیب سے ایک تیز دھار خنجر نکالا لیکن دوسرے لمحے وہ بجلی کی سی تیزی سے مڑا اور اس کا خنجر اس

کے ہاتھ سے نکل کر بجلی کے کوندے کی طرح اٹھ کر بیٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے جینک کی شدہ رگ میں دستے تک اترتا چلا گیا۔ ٹائیگر، سینٹھ قاسم کی آنکھوں اور چہرے پر ابھر آنے والے ہائزوت اور اس کے مرکز نگاہ کو دیکھ کر ہی سمجھ گیا تھا کہ اس کے عقب میں بے ہوش پڑے ہوئے جینک کو ہوش آ گیا ہے۔ جینک نیچے گر کر چند لمبے خرخراتا رہا اور پھر اس کا جسم ایک جھٹکے سے ساکت ہو گیا تو ٹائیگر نے آگے بڑھ کر اس کے حلق سے تھخر نکالا اور جینک کے لباس سے دونوں اطراف سے اچھی طرح صاف کیا اور پھر مڑ کر وہ کرسی پر بیٹھنے ہوئے سینٹھ قاسم کی طرف دیکھنے لگا جس کے چہرے پر اب ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔

”تم۔ تم کیا چاہتے ہو۔ تم کیسے رہا ہو گئے۔ تم تو بے حس و حرکت تھے۔ پھر تم کیسے ٹھیک ہو گئے۔“ سینٹھ قاسم نے رک رک کر کہا۔

”سنو سینٹھ قاسم۔ یہاں تمہارے آدمی ہلاک کر دیئے گئے ہیں اور تمہیں میں نے تمہارے خصوصی آفس سے انخوا کیا ہے۔ وہاں ویسے بھی تمہارا کوئی آدمی موجود نہ تھا اور نہ ہی کوئی آسکا تھا۔ تم نے خود ہی میرے بارے میں بتایا تھا تو سنو۔ میرے پاس وقت نہیں ہے۔ اگر تم زندہ رہنا چاہتے ہو تو سب کچھ بتا دو ورنہ معلومات تو میں حاصل کر لوں گا لیکن تمہاری لاش تک لوگوں کو نہیں ملے گی۔“ ٹائیگر نے کہا۔

”تم کیا پوچھنا چاہتے ہو۔“ سینٹھ قاسم نے چند لمبے خاموش رہنے کے بعد پوچھا۔

”کراؤز ویلجی کے ایجنٹوں کو تم نے کہاں رکھا ہوا ہے اور ان کی کیا مدد کر رہے ہو۔“ ٹائیگر نے کہا۔

”اگر میں سب کچھ بتا دوں تو کیا تم مجھے مجبور دو گے۔“ سینٹھ قاسم نے کہا۔

”ہاں۔ کیونکہ تم ہمارے لئے ایک چھوٹی مچھلی ہو۔ انڈر ورلڈ بے حد وسیع دنیا ہے اور تمہاری حیثیت انڈر ورلڈ میں ایک کبھی سے بھی کم ہے اور کبھی تو کسی بھی وقت ماری جا سکتی ہے۔“ ٹائیگر نے کہا۔

”میں نے انہیں کافرستان کے دوستوں کے کہنے پر چار بارغ کالونی کی کوشی نمبر ایک سو ایک میں ٹھہرایا ہوا ہے۔ وہ میری ذاتی کوشی ہے۔ باقی وہ کیا کرتے پھر رہے ہیں اور کیا نہیں اس سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ہی مجھے کوئی دلچسپی ہے کیونکہ میں نے آج تک کبھی ایسے معاملات میں ہاتھ نہیں ڈالا۔“ سینٹھ قاسم نے کہا تو ٹائیگر کو محسوس ہوا کہ سینٹھ قاسم درست کہہ رہا ہے کیونکہ واقعی آج تک اس نے ایسے معاملات میں ہاتھ نہیں ڈالا تھا۔ وہ صرف اسٹنگل اور دیگر چھوے جرائم میں ملوث رہتا تھا۔

”کوئی فون نمبر ہے وہاں کا۔“ ٹائیگر نے پوچھا تو سینٹھ قاسم نے نمبر بتا دیا۔

ہمے وہ نیچے گرا تو اس کی کھوپڑی کئی حصوں میں تقسیم ہو چکی تھی اور اس کا مغز فرش پر بکھر چکا تھا۔ ٹائگر نے ایک طرف پڑی ہوئی اپنی بیٹ اٹھائی۔ اسی لمحے اسے باہر سے دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دیں تو وہ چونک پڑا لیکن دوسرے لمحے وہ مطمئن ہو گیا کیونکہ قدموں کی مخصوص آوازیں سے ہی وہ سمجھ گیا تھا کہ آنے والی جولیا اور صالحہ ہیں۔

”آجائیں مس جولیا“..... ٹائگر نے اونچی آوازیں کہا کیونکہ اس نے محسوس کر لیا تھا کہ آوازیں دروازے کے قریب پہنچ کر آہستہ ہو گئی تھیں۔ ظاہر ہے جولیا اور صالحہ دونوں تربیت یافتہ اجنٹ تھیں وہ ویسے ہی منہ اٹھائے بے دھڑک اندر کیسے داخل ہو سکتی تھیں۔ پہلے ٹائگر بھی اسی طرح بے دھڑک اندر داخل ہونے کی وجہ سے سیٹھ قاسم کو ضربیں لگانے کا موقع دے چکا تھا لیکن شاید اس کے خیال میں ہی نہ تھا کہ سیٹھ قاسم اتنے کم وقت میں بیٹ کھول لے گا۔

”کیا ہوا ہے۔ یہ سیٹھ قاسم یہاں۔ کیا ہوا ہے۔ ہم نے دور سے چیخ مٹی تھی“..... جولیا نے اندر داخل ہو کر ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔ اس کے پیچھے صالحہ بھی اندر آ گئی تھی اور پھر ٹائگر نے تمام تفصیل بتا دی۔

”ہم نے اس دوران یہاں کی تلاش لی ہے لیکن یہاں ہمارے مطلب کی کوئی چیز نہیں ہے۔ میرا خیال ہے کہ اب ہمیں یہاں سے

”میں فون لے آتا ہوں یہاں“..... ٹائگر نے کہا اور واپس دروازے کی طرف مڑ گیا۔ اس نے قریب ہی ایک کمرے میں فون دیکھا تھا۔ اس کمرے میں داخل ہو کر اس نے فون کا کنکشن دیوار میں نصب سائٹ سے علیحدہ کیا اور پھر فون سیٹ اٹھا کر اور تار اکٹھی کر کے وہ مڑا اور واپس اس کمرے کی طرف بڑھتا چلا گیا جہاں سیٹھ قاسم موجود تھا لیکن پھر جیسے ہی وہ دروازے میں داخل ہوا شائیں کی آواز کے ساتھ ہی کوئی چیز ٹائگر کے ہاتھ پر پڑی اور ٹائگر چیخا ہوا اچھلا اور فون اس کے ہاتھ سے نکل کر ایک دھماکے سے دور جا گرا۔ اس کے ہاتھ پر اس قدر زور وار ضرب پڑی تھی جیسے کسی نے کوڑا مار دیا ہو اور وہ اس اچانک ضرب سے بے اختیار چیخا ہوا اچھل کر منہ کے بل نیچے گرا ہی تھا کہ شائیں کی آواز کے ساتھ ہی ایک بار پھر کوڑے جیسی ضرب اس کی پشت پر پڑی لیکن ٹائگر اس دوران گھوم کر اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا اس لئے اس نے سیٹھ قاسم کو دیکھ لیا تھا جس کے ہاتھ میں ٹائگر کی ہی بیٹ تھی جس سے اس نے اس کے ہاتھ عقب میں کر کے ہانہ سے تھے اور پھر ضرب کھانے کے باوجود ٹائگر یکجہت بجلی کی سی تیزی سے اچھلا اور پھر اس سے پہلے کہ سیٹھ قاسم سیٹھ ٹائگر کا ہاتھ اس کی گردن پر پڑا اور دوسرے لمحے کمرہ سیٹھ قاسم کے حلق سے نکلنے والی انتہائی کرہنک جھج سے گونج اٹھا اور پھر ایک زور دار دھماکے سے سیٹھ قاسم کا سر پورٹی قوت سے سائینڈ دیوار سے ٹکرایا اور دوسرے

نکل کر اس ایکریمن جوڑے کو کور کرنا چاہئے۔۔۔۔۔ جولیا نے کہا تو صالحہ اور ٹائیگر نے اثبات میں سر ہلا دیئے اور پھر ٹائیگر کی رہنمائی میں ایک خفیہ راستے سے جب باہر آئے تو انہوں نے اپنے آپ کو سیٹھ کلب کی مقبی طرف دیکھا اور پھر تھوڑی دیر بعد دو کاریں تیزی سے دوڑتی ہوئیں دارالحکومت کی طرف واپس چلی جا رہی تھیں۔ ان میں سے ایک کار ٹائیگر کی تھی جس میں وہ اکیلے تھا جبکہ دوسری کار میں جولیا اور صالحہ سوار تھیں۔ چونکہ چار باغ کالونی دارالحکومت کے مضافات میں اس طرف ہی تھی جدھر سے وہ آ رہے تھے اس لئے شہر میں داخل ہونے سے پہلے ہی وہ چار باغ کالونی میں داخل ہو گئے۔ ٹائیگر کی کار آگے تھی اور وہی ان کی رہنمائی کر رہا تھا کیونکہ جولیا اور صالحہ نے آج سے پہلے اس کالونی کا نام تک نہ سنا تھا۔ کالونی جدید تعمیر شدہ تھی اور اس میں کوشیاں بھی خاصی جدید انداز کی تھیں اور پھر دونوں کاریں کوشی نمبر ایک سو ایک سے کچھ فاصلے پر رک گئیں اور ٹائیگر اپنی کار سے پیچھے اترا اور جولیا کی طرف بڑھ گیا۔

”آپ بیٹھی رہیں۔ میرے پاس بے ہوش کر دینے والی میس کے کپسولی ہیں۔ میں انہیں غائر کر دیتا ہوں۔ پھر اندر جا کر صورت حال معلوم کر آؤں گا۔۔۔۔۔ ٹائیگر نے کہا تو جولیا نے اثبات میں سر ہلا دیا اور ٹائیگر سڑ کر تیز تیز قدم اٹھاتا سڑک پار کر کے دوسری طرف بڑھ گیا۔

”عمران خوش قسمت ہے کہ اسے ٹائیگر جیسا شاگرد ملا ہے۔“ سائڈ سیٹ پر بیٹھی صالحہ نے کہا تو جولیا بے اختیار ہنس پڑی۔

”عمران نہیں۔ ٹائیگر خوش قسمت ہے کہ اسے عمران جیسا استاد ملا ہے۔۔۔۔۔ جولیا نے کہا تو صالحہ اس کے جواب پر بے اختیار ہنس پڑی۔

”تم یہ کہنا چاہتی تھی کہ وہ عورت خوش قسمت ہوگی جسے عمران جیسا شوہر ملے گا۔۔۔۔۔ صالحہ نے چپٹے ہوئے کہا۔

”نہیں۔ بلکہ میرے خیال میں وہ عورت دنیا کی سب سے بر قسمت ہوگی جو عمران کی بیوی بنے گی۔۔۔۔۔ جولیا نے سنجیدہ لہجہ میں کہا تو صالحہ حیرت بھری نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

”کیوں۔ وجہ۔۔۔۔۔ صالحہ نے بے اختیار ہو کر پوچھا۔

”اس لئے کہ عمران کو اپنی اماں بی بی اور اپنی بہن شریا کے علاوہ اور کسی عورت سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ عورت اس کے لئے ایسے ہے جیسے پلاسٹک کی بنی ہوئی گڑیا۔ جس میں اس کے خیال کے مطابق نہ تو کوئی جذبات ہوتے ہیں اور نہ ہی اس کی کوئی اہمیت ہوتی ہے اس لئے شادی کے بعد بھی عمران صرف رسم بھجائے گا اور بس۔۔۔۔۔ جولیا نے جواب دیا۔

”ٹائیگر آ رہا ہے۔۔۔۔۔ صالحہ نے کہا تو جولیا چونک کر اسے دیکھنے لگی۔

”مس جولیا۔ کوشی خالی ہے۔ وہاں کوئی کار بھی موجود نہیں



نے تو ہماری ڈیوٹی نہیں لگائی جو ہم چیف کو رپورٹ کریں۔ اس جوڑے کا پتہ چل گیا ہے۔ اب عمران خود ہی اسے گھیر لے گا۔“  
 صالح نے کہا تو جولیا نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر کارٹنارٹ کر کے اس نے آگے بڑھائی اور اسے موڑ کر اس سڑک کی طرف بڑھ گئی جو دارالحکومت کی طرف جاتی تھی۔

”ہے۔ البتہ وہاں ایسا سامان موجود ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہاں ایک جھڑا رہائش پذیر ہے۔“ ٹائیگر نے کہا۔  
 ”فون چیک کیا ہے۔ شاید کوئی پیغام ٹیپ ہوا ہو۔“ جولیا نے کہا۔

”میں مس جولیا۔ لیکن فون عام سا ہے۔ اس میں ایسا کوئی سسر موجود نہیں ہے اور مس جولیا۔ میں نے پاس کو فون کر کے سمارٹ تفصیل بتا دی ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ میں اس کو بھی کی گمرانی کروں جبکہ آپ اور مس صالحہ واپس چلی جائیں۔“ ٹائیگر نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”تم نے سب کچھ خود ہی کر لیا۔ کیوں؟“ جولیا نے برا سارہ بتاتے ہوئے کہا۔

”اس لئے مس جولیا کہ اگر میں آپ سے درخواست کرتا کہ آپ اور مس صالحہ واپس چلی جائیں تو آپ یقیناً انکار کر دیتیں۔“ ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”میں عمران کے حکم کی پابند نہیں ہوں۔ مجھے چیف سے بات کرنا ہوگی۔“ جولیا نے کہا۔

”نہیک ہے۔ میں نے پاس کا پیغام آپ تک پہنچا دیا ہے۔ اب آپ کی مرضی۔“ ٹائیگر نے جواب دیا اور ایک طرف موجر اپنی کار کی طرف بڑھ گیا۔

”چلو جولیا۔ ہمارا اب یہاں رکتا واقعی بے کار ہے اور چن

تائی تھی اس سے خارج بھی سمجھ گیا تھا کہ لیبارٹری میں موجود افراد کو اور باہر چھاؤنی میں موجود فوجیوں اور لشکری اہلی جنس کے افراد کو اس سرگرمی کے بارے میں سرے سے علم ہی نہیں ہے۔ البتہ ایک راستہ لیبارٹری کے عقب میں سے نکلتا تھا جو کچھ آگے جا کر مکمل جاتا تھا۔ اسے لیبارٹری والوں نے باقاعدہ سیلڈ کر دیا تھا اور اسے سیلڈ کرنے کے لئے گلاز سٹون ہی استعمال کیا تھا جو ریٹ جاکس سے بھی زیادہ مضبوط تھا۔ چنانچہ خارج نے راؤ ہاشم کو اس کی مطلوبہ رقم کا گارنٹھ چیک دے دیا اور یہ وعدہ بھی کیا کہ وہ اپنی پوری جاس کا نام اب ڈوگی رکھا گیا تھا ایک رات اس کی مہمان رہے گی۔ راؤ ہاشم نے تو یہ شرط پہلے پوری کرنے کی ضد کی تھی لیکن خارج نے صاف جواب دے دیا تھا اور پھر بھاری رقم کو ہاتھ سے جانے دیکھ کر راؤ ہاشم نے اس شرط کو تسلیم کر لیا تھا۔ یہ جیپ راؤ ہاشم کی تھی کیونکہ جس علاقے میں وہ جا رہے تھے وہاں جیپ سواری کے لئے زیادہ مناسب تھی۔ جس کار میں خارج اور راؤ ہاشم کے پاس آئے تھے وہ کار سیٹھ قاسم کی طرف سے دی گئی رہائش گاہ کے ساتھ ہی انہیں میپا کی گئی تھی اور کوشی میں سیٹھ قاسم کا آدمی روگر اسے چلا کر یہاں لے آیا تھا۔ کل بھی وہ روگر کے ساتھ ہی یہاں آئے تھے اور پھر واپس چلے گئے تھے۔ آج بھی وہ دونوں روگر کے ساتھ آئے تھے۔ البتہ انہوں نے روگر کی رہنمائی میں جدید ترین اسلحے کی خفیہ مارکیٹ سے لیبارٹری کو تیار کرنے کے لئے مخصوص

جیپ خاصی تیز رفتاری سے چوتھ گڑھ کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ ڈرائیونگ سیٹ پر دو بٹے پتلے جسم اور درمیانے قد کا مالک کاشو موجود تھا۔ کاشو کا چہرہ دیکھ کر فوراً میں محسوس ہوتا تھا جیسے کسی انسان کے جسم پر چوہے کا چہرہ لگا دیا گیا ہو اور اس کا انداز بھی بالکل کسی چوہے جیسا ہی تھا۔ وہ اس انداز میں بار بار ادھر ادھر دیکھتا جیسے کسی گلی یا لٹھا میں اڑنے والی خیل کی جھپٹ سے بچنا چاہتا ہو۔ جیپ کی عقبی سیٹ پر خارج اور راؤ ہاشم موجود تھے۔ وہ وعدے کے مطابق راؤ ہاشم کی رہائش گاہ پر دوسرے روز پہنچ گئے تھے۔ کاشو وہاں پہلے سے موجود تھا اور پھر خارج نے کاشو سے تفصیلی بات کی تو وہ بالکل مطمئن ہو گیا کہ کاشو ڈائج نہیں دے رہا بلکہ واقعی قدیم دور کی بنائی گئی اسلحہ سرگرم موجود ہے جو دو بڑے مندروں کے درمیان خفیہ طور پر بنائی گئی تھی اور جو تفصیل کاشو نے

پوچھا۔

”رات کو جناب۔۔۔ کاشو نے جواب دیا۔

”کیوں۔ رات کو کیوں۔۔۔ جارج نے چنگ کر کہا۔

”جناب۔ سرنگ راستے میں دو خمن بگھوں سے ٹوٹی ہوئی ہے اس لئے ہمیں سب سے آخری حصے میں جس سے آگے سرنگ صبح سالم ہے داخل ہونا پڑے گا اور جناب اوپر پہاڑی کی بلند چوٹی پر فوجی چیک پوسٹ بنی ہوئی ہے جہاں سے چاروں طرف دوربینوں سے چنگ کی جاتی ہے۔ اگر ہم دن کے وقت وہاں پہنچے تو ہم لازماً لن کی نظروں میں آ جائیں گے۔۔۔ کاشو نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تو کیا رات کو وہ چنگ بند کر دیتے ہیں۔۔۔ جارج نے کہا۔

”نہیں جناب۔ لیکن رات کو وہ باقاعدگی سے چنگ نہیں کرتے اور رات کو سیاہ لباس پہن کر ہم لن کی نظروں سے بچ سکتے ہیں کاسیاب جو جا نہیں گئے۔۔۔ کاشو نے جواب دیا۔

”لیکھ ہے۔ تم درست کہہ رہے ہو۔ لیکن جب انہیں سرنگ کا علم ہی نہیں ہے تو وہ ہمیں وہاں دیکھ کر کیوں چنکیں گے اور ہم ویسے بھی مقامی میک اپ میں ہیں۔۔۔ اس باروٹانے کہا۔

”میک اپ۔ اس سارے علاقے میں بہت کم لوگ رتے ہیں اور بہت کم لوگ آتے جاتے ہیں اور چھاؤنی میں بھی اسی علاقے کے

اطوار بھی خرید لیا تھا۔ یہ ایک جدید انداز کی پتی تھی جسے وائرلیس کے ذریعے کنٹرول کر کے فائر کیا جاسکتا تھا اور یہ اس قدر طاقتور ہم تھا کہ لیبارٹری تو کیا اس پوری پہاڑی کو ہی فضا میں اڑا کر راکھ بنا دیتا اس لئے جارج کو یقین تھا کہ یہ ہم نہ صرف لیبارٹری بلکہ چھاؤنی کو بھی ساتھ ہی چاہ کر دے گا اور یہ ہم اس قدر چھوٹا تھا کہ جارج کے کونٹ کی جیب میں آسانی سے سما گیا تھا۔ البتہ جارج نے خاص طور پر ایسے ہم کا انتخاب کیا تھا جس کو خاصے قاصطے سے آپریٹ کیا جاسکے کیونکہ اسے معلوم تھا کہ ہم بلاست ہوتے ہی فوج اور دوسرے لوگ اس پورے علاقے کو گھیر لیں گے۔ البتہ اب اس نے جس وسیع رینج کے ہم کا انتخاب کیا تھا اس کی رینج اس قدر تھی کہ لیبارٹری سے تقریباً دس کلومیٹر کے قاصطے سے بھی اسے آپریٹ کیا جاسکتا تھا اور یہ خاصاً محفوظ قاصطے تھا۔

”تم کس وقت چوڑ گڑھ پہنچو گے۔۔۔ جارج نے کاشو سے پوچھا۔

”جناب۔ تین گھنٹے حرید لگیں گے۔۔۔ چوڑے کی شکل والے کاشو نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اس کا مطلب ہے کہ ہم سہ چوڑ گڑھ پہنچ جائیں گے۔ جارج نے کہا۔

”میں سر۔۔۔ کاشو نے جواب دیا۔

”اور لیبارٹری میں کس وقت داخل ہوں گے۔۔۔ جارج نے

لوگوں کو رکھا گیا ہے اس لئے جو لوگ پہاڑی کی چوٹی پر بیٹھ کر دور بینوں سے چینگ کرتے ہیں وہ فوراً اجنبیوں کو پہچان کر اہلٹ ہو جاتے ہیں۔ اگر میں اکیلا جاؤں تو وہ مجھے دیکھ کر کوئی خوش نہیں لیں گے لیکن آپ دونوں اجنبیوں کو دیکھ کر ہی وہ چرکتا ہو جائیں گے اس لئے ہم رات کو حرکت میں آئیں گے۔۔۔۔۔ کاشو نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

”تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔۔۔۔۔ جارج نے کہا تو کاشو نے ایسے انداز میں سر ہلا دیا جیسے جارج کا شکریہ ادا کر رہا ہو۔ پھر تین گھنٹوں بعد وہ دونوں چوڑ گڑھ میں راؤ ہاشم کی حویلی میں پہنچ گئے۔ راؤ ہاشم کبھی کبھار یہاں آتا تھا لیکن یہاں ملازموں کی پوری فوج رکھی ہوئی تھی۔ یہاں انہیں ایک قدیم انداز کے آرامتہ کمرے میں بٹھا دیا گیا اور پھر ایک ملازم نے ان کے سامنے انتہائی قیمتی شراب لا کر رکھ دی۔

”آپ آرام فرمائیں جناب۔ میں رات کو حاضر ہوں گا۔ اس دوران آپ نے حویلی کے باہر نہیں جانا تاکہ آپ کی یہاں موجودگی کی بات کھل نہ جائے۔“ کاشو نے کمرے میں آ کر کہا۔

”ٹھیک ہے۔ ہم اس بات کو سمجھتے ہیں۔“ جارج نے کہا تو کاشو سلام کر کے باہر چلا گیا۔

”کیا ہم اپنے مشن میں کامیاب ہو جائیں گے۔۔۔۔۔“ ریتا نے کہا تو جارج چونک پڑا۔

”کیا مطلب۔ کیا تمہیں کوئی شک ہے۔۔۔۔۔ جارج نے کہا۔“ شک تو نہیں لیکن مجھے ایسا احساس ہوتا ہے کہ ہم جیسے خود کوئی کام نہیں کر رہے بلکہ دوسروں کے پابند ہو گئے ہوں۔“ ریتا نے کہا۔

”تم بے فکر رہو۔ اصل مسئلہ اس لیبارٹری میں داخل ہونے اور پھر صحیح سلامت باہر نکلنے کا ہے۔ ان لوگوں نے لیبارٹری میں ہمارا داخلہ ہر طرف سے بند کر دیا تھا لیکن تیسرے قاسم کی وجہ سے راؤ ہاشم ملا اور ہمارا کام ہو گیا۔ وہ کام جس کے لئے ہم اس قدر پریشان تھے۔ اب جیسے ہی ہم لیبارٹری میں داخل ہوں گے پھر ہم پر کوئی پابندی نہیں ہوگی۔“ جارج نے کہا۔

”پھر ایک بات بتا دوں۔ مجھے یہ راؤ ہاشم واقعی پسند نہیں آیا۔ وہ اس طرح آکر کر چلتا ہے اور آکر کر بات کرتا ہے جیسے وہ آسمان سے اترا ہوا ہو اور دوسرے لوگ زمین پر ریختے والے کیڑے ہوں۔“ ریتا نے منہ ہاتھتے ہوئے کہا۔

”تم بے فکر رہو۔ مشن مکمل ہو جائے پھر راؤ ہاشم سے رقم بھی واپس لیں گے اور اس کا خاتمہ بھی کرنا ہو گا تاکہ سیکرٹ سروس یا ملٹری انٹیلی جنس ہمارے پیچھے انکریسا نہ آسکیں۔“ جارج نے کہا تو ریتا نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا۔

چونکہ عمران نے مگرانی کا حکم دیا تھا اس لئے وہ اس حکم کی معمولی سی خلاف ورزی بھی نہ کر سکتا تھا اس لئے جیسے بھی ہو اسے بہر حال اس وقت تک یہاں رہنا تھا جب تک کہ ایکریٹین ایجنٹ واپس نہ آ جائیں لیکن کچھ دیر بعد ہی وہ بے اختیار چمک پڑا جب اس نے نیلے رنگ کی ایک کار اس مطلوبہ کوٹھی کے گیٹ پر رکتے دیکھی۔ وہ وہاں سے کافی فاصلے پر تھا لیکن وہ بچ جس پر وہ بیٹھا تھا اس زاویے پر تھا کہ ٹائیگر کو سب کچھ صاف نظر آ رہا تھا۔ کار رکتے ہی اس میں سے ڈرائیور نیچے اترا اور پھاٹک کی طرف بڑھ گیا۔ ٹائیگر نے چپک کر لیا تھا کہ کار میں اس ڈرائیور کے علاوہ اور کوئی آدمی موجود نہ تھا۔

”یہ اس غیر ملکی جڑے کو کہاں مچھڑ آیا ہو گا؟“..... ٹائیگر نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اس دوران وہ ڈرائیور چھوٹا پھاٹک کھول کر اندر جا چکا تھا۔ ٹائیگر اٹھا اور سڑک کر اس کے تیزی سے اس کوٹھی کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ ابھی ٹائیگر کچھ فاصلے پر تھا کہ ڈرائیور پھاٹک سے باہر آ گیا تو ٹائیگر اوٹ میں ہو گیا لیکن ڈرائیور کار میں بیٹھا اور چند لمحوں بعد کار سڑک پر پھاٹک کے اندر چلی گئی تو ٹائیگر دوڑتا ہوا آگے بڑھا۔ جب وہ پھاٹک کے قریب پہنچا تو اس نے پھاٹک کھلا ہوا دیکھا۔ کوٹھی خاصی بڑی تھی اور ٹائیگر کو کار خاصے فاصلے پر پورچ میں رکتی ہوئی نظر آئی۔ پھاٹک کی سائیڈ میں چھوٹا سا گاڑو روم تھا۔ ٹائیگر بجلی کی سی تیزی سے آگے بڑھا اور گاڑو روم

چلایا اور صاف کے واپس چلے جانے کے بعد ٹائیگر نے اپنی کار کو ٹیک کر کے اپنی مطلوبہ کوٹھی سے کچھ دور ایک پبلک پارکنگ میں لے جا کر پارک کر دیا۔ وہ سمجھتا تھا کہ اس کوٹھی میں رہنے والے چونکہ تربیت یافتہ ایجنٹ ہیں اس لئے وہ سڑک سے ہٹ کر دیسے ہی کھڑی ہوئی گاڑی کی وجہ سے مشکوک ہو سکتے ہیں اور مشکوک ہونے کے بعد ظاہر ہے ان پر قابو پانا آسان کام نہ رہ جاتا اس لئے اس نے کار پبلک پارکنگ میں روکی اور اسے لاک کر کے وہ اس کوٹھی سے کافی فاصلے پر ایک بچ پر بیٹھ گیا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے وہ بیدل چلتے چلتے تھک گیا ہو اور اب آرام کرنے کے لئے بچ پر بیٹھ گیا ہو۔ آنے جانے والے لوگ اسے سرسری نظروں سے دیکھ کر آگے بڑھ جاتے تھے۔ ٹائیگر بیٹھا سوچ رہا تھا کہ نبھانے وہ لوگ کہاں گئے ہیں اور کب ان کی واپسی ہو گی لیکن ظاہر ہے اسے

طرح باندھ دیا۔ اس کے بعد اس نے اس کے چہرے پر تھپڑوں کی بارش کر دی اور چند تھپڑ کھانے کے بعد ڈرائیور چلتا ہوا ہوش میں آ گیا تو ٹائیگر نے پیچھے ہٹ کر ایک کرسی اٹھائی اور ڈرائیور کی کرسی کے سامنے رکھ کر اس پر بیٹھ گیا۔ پھر اس نے کوٹ کی اندرونی جیب سے تیز رفتار ہتھیار نکال کر ہاتھ میں پکڑ لیا۔

”تم۔ تم کون ہو۔ کیا مطلب۔ یہ۔ یہ۔ کیا مطلب۔“ ڈرائیور نے ہوش میں آتے ہی اچانک بولکھائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”کیا نام ہے تمہارا۔“ ٹائیگر نے پوچھا۔

”مم۔ مم۔ میرا نام روگر ہے۔ روگر۔ مم۔ مگر تم کون ہو۔ مجھے کیوں باندھ رکھا ہے۔“ روگر نے جواب دیا لیکن اس بار اس کے لہجے میں ہولکھاہٹ کا عنصر قدرے کم تھا۔ ویسے ٹائیگر اسے دیکھ کر ہی سمجھ گیا تھا کہ روگر کا تعلق زیر زمین دنیا سے ہے۔ وہ اپنے اعزاز سے ہی ٹپلے رہے گا جرائم پیشہ آدمی نظر آ رہا تھا۔

”یہاں جو غیر ملکی جوڑا رہتا ہے تم اسے کہاں چھوڑ آئے ہو۔“ ٹائیگر نے سرد لہجے میں پوچھا۔

”مگر تم کون ہو۔ کیوں یہ سب اس اعزاز میں پوچھ رہے ہو۔“ روگر نے اس بار پوری طرح سنبھلے ہوئے لہجے میں کہا۔

”اوکے۔ تم نے ایک سوال کیا ہے اس لئے تمہاری ایک آنکھ نکال دیتے ہوں۔ دوسرے سوال پر دوسری آنکھ اور پھر ناک، کان، انگلیاں باری باری ہر سوال پر کاٹا چلا جاؤں گا۔“ ٹائیگر نے

میں داخل ہو کر وہ دروازے کی سائیلز میں دیوار سے پشت لگا کر کھڑا ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے چانک بند ہونے کی آواز سنی اور پھر قدموں کی آواز گاڑ روم کی سائیلز سے اندر کی طرف جاتی ہوئی سنائی دی۔ جب قدموں کی آواز سنائی دینا بند ہو گئی تو ٹائیگر گاڑ روم سے باہر آیا۔ ڈرائیور عمارت کے اندر چلا گیا تھا۔ ٹائیگر تیز قدم اٹھاتا اندرونی عمارت کی طرف بڑستا چلا گیا اور پھر اس نے احتیاط سے چیکنگ شروع کر دی۔ تھوڑی دیر بعد اس نے ڈرائیور کو سٹنگ روم میں جینے کر شراب پیتے ہوئے چیک کر لیا۔ وہ پوئل اور گھاس لے کر سٹنگ روم میں بیٹھا ہوا تھا اور بڑے اطمینان بھرے انداز میں گلاس میں شراب ڈال کر اس کی چمکیاں لے رہا تھا۔ ٹائیگر نے دروازے کے باہر دیوار پر زور سے ہاتھ مارا۔

”یہ۔ یہ کیسی آواز ہے۔“ ڈرائیور کی حیرت بھری آواز سنائی دی اور چند لمحوں بعد ٹائیگر کی توقع کے عین مطابق ڈرائیور بجلی کی سی تیزی سے باہر آیا ہی تھا کہ پلٹ کر ٹائیگر کے سینے سے جا لگا۔

ٹائیگر کا بازو اس کی گردن کے گرد موجود تھا۔ ڈرائیور نے اپنے آپ کو چھڑانے کی خاصی جدوجہد کی لیکن چند لمحوں بعد اس کا جسم ڈھیلا پڑ گیا تو ٹائیگر اسے گھینٹا ہوا اندر لے گیا اور اسے ایک کرسی پر ڈال کر وہ مڑا اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ سنور سے دی کا ایک گچھا تلاش کر لینے میں کامیاب ہو گیا۔ دی کا گچھا لے کر وہ واپس سٹنگ روم میں آیا اور اس نے دی سے ڈرائیور کو کرسی کے ساتھ اچھی

کہا۔

”میں نے جو سوال کیا تھا اس کا جواب دو۔ کہاں چھوڑ آئے ہو اس غیر ملکی جوڑے کو“..... ٹائیگر نے دوبارہ سوال دہراتے ہوئے کہا۔

”رانا پور میں رانا ہاشم کی حویلی میں“..... روگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”وہ وہاں کیوں رو گئے ہیں“..... ٹائیگر نے کہا۔

”روبر صاحب نے مجھے کہا کہ تم واپس جاؤ۔ ہم نے رانا ہاؤس کے ڈرائیور کے ساتھ کہیں جانا ہے اور میں واپس چلا آیا۔“

روگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”کہاں جانا تھا انہوں نے۔“ بولو“..... ٹائیگر نے کہا۔

”مجھے نہیں معلوم۔ میں تو باہر تھا اور وہ اندر تھے اور میں ان

سے پوچھ بھی نہیں سکتا تھا“..... روگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ان دونوں کے حلیے تفصیل سے بتاؤ“..... ٹائیگر نے کہا تو روگر نے جب حلیے بتانا شروع کئے تو ٹائیگر چونک پڑا کیونکہ روگر

مقامی آدمی کا طبع تھا۔

”تم طبع تو مقامی آدمی کا بتا رہے ہو جبکہ وہ غیر ملکی تھے۔“

آخری وارننگ دے رہا ہوں ورنہ دوسری آنکھ بھی نکال دوں گا۔“

ٹائیگر نے فرماتے ہوئے کہا۔

”وہ دونوں یہاں سے مقامی ملیں میں لی گئے ہیں۔ ان دونوں

فرماتے ہوئے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ روگر کچھ بولنا چاہتا تھا پھر والا ہاتھ تیزی سے حرکت میں آیا اور روگر کے حلق سے نکلنے والی کرناک چٹ سے کمرہ گونج اٹھا۔ ٹائیگر نے پھر کی ٹوک سے اس کی آنکھ کا ذہیلا باہر نکال دیا تھا۔ روگر تکلیف کی شدت سے مسلسل دائیں بائیں سر مار رہا تھا۔ اس کی پے در پے چیخوں سے کمرہ گونج رہا تھا لیکن ٹائیگر اطمینان سے بیٹھا ہوا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ روگر جیسے مولے دماغ کے آدمیوں کی زبان کھولنے کے لئے ان پر ایسا تشدد کیا جاتا تاخیر ہے ورنہ یہ لوگ زبان نہیں کھولتے۔ تھوڑی دیر بعد روگر کی چیخیں آہستہ ہوتے ہوئے کراہوں میں تبدیل ہو گئیں۔

”تم۔ تم کالم ہو۔ یہ۔ یہ تم نے ظلم کیا ہے۔ ظلم کیا ہے۔“ روگر نے کراہتے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے پر شدید تکلیف کے تاثرات جیسے ثبت ہو کر رہ گئے تھے۔

”اب اگر دوسرا سوال کیا تو دوسری آنکھ بھی نکال دوں گا۔ صرف جواب دو اور وہ بھی درست جواب کیونکہ مجھے فوراً معلوم ہو جاتا ہے کہ تمہارا کون سا لفظ جھوٹ ہے اور کون سا سچ۔ اگر سچ بولو گے تو ایک آنکھ سے بھی تم زندگی گزار سکتے ہو لیکن اندھے ہو گئے تو پھر تم خود کچھ سکتے ہو کہ تمہارا کیا حشر ہو گا“..... ٹائیگر نے کہا۔ اس کے لہجے میں انتہائی سرد مہری تھی۔

”پپ۔ پپ۔ پپ۔ پپ۔ میں سب بتا دوں گا۔ مجھے اندھا مت کرو۔ اندھا مت کرو“..... روگر نے اس بار روتے ہوئے لہجے میں

کہا۔

”لیس باس“..... ٹائیگر نے جواب دیا۔

”تم رانا چار کی طرف مڑنے والی سڑک کے موڑ پر پہنچو۔ میں خود وہاں آ رہا ہوں“..... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی راہیل ختم ہو گیا تو ٹائیگر نے ریسور رکھا اور سڑک کی تیز تیز قدم اٹھاتا بیرونی پھاٹک کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی کار خاصی تیز رفتاری سے رانا پور والے موڑ کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ آدھے گھنٹے کی مسلسل ڈرامائیجک کے بعد وہ رانا پور والے موڑ پر پہنچ گیا۔ اس نے کار ایک سائیڈ پر کر کے روک دی۔ دوسرے لمحے وہ یہ دیکھ کر چونک پڑا کہ ایک بوڑھا آدمی موٹر سائیکل کو پیدل چلاتا ہوا آ رہا ہے۔ اس کی حالت خراب ہو رہی تھی۔ چہرہ پسینے سے تر تھا اور وہ ہانپ بھی رہا تھا۔

”کیا ہوا جناب“..... ٹائیگر نے جلدی سے کار سے اتر کر اس بزرگ آدمی کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

”جین اتر گئی ہے بیٹے۔ بڑی دور سے کھینچا چلا آ رہا ہوں اور رانا پور جاتا ہے۔ چند منٹیں زندہ بچنے بھی پاؤں گا یا نہیں“..... بزرگ نے بڑے مایوسانہ لہجے میں کہا تو ٹائیگر نے آگے بڑھ کر موٹر سائیکل اس بزرگ کے ہاتھ سے لے کر اسے اسٹیڈ پر کھڑا کیا اور پھر وہ اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے کار کی ڈگی میں موجود مگنٹو شکل کٹ باکس اٹھایا اور اسے لاکر موٹر سائیکل کے قریب رکھ

نے یہاں میک اپ کیا تھا“..... روگر نے جلدی جلدی جواب دیا۔

”اچھا ہٹاؤ تفصیل“..... ٹائیگر نے انہات میں سر ہلاتے ہوئے کہا تو روگر نے تفصیل بتا دی اور پھر ٹائیگر نے اس سے رانا ہاشم کی حویلی اور وہاں موجود افراد کے بارے میں تفصیل معلوم کی اور جب اسے یقین ہو گیا کہ روگر اب مزید کچھ نہ بتا سکے گا تو اس نے ہاتھ میں پکڑا ہوا خنجر اس کے دل میں اتار دیا اور روگر چند لمحے ترپنے کے بعد ہی ختم ہو گیا تو ٹائیگر نے خنجر واپس کھینچا۔ اسے روگر کے لباس سے صاف کیا اور پھر اسے کوٹ کی اندرونی جیب میں ڈال کر وہ مڑا اور ساتھ والے کمرے کی طرف بڑھ گیا جہاں فون موجود تھا۔ فون عام سا تھا۔ اس میں میموری والا سسٹم موجود نہ تھا اس لئے ٹائیگر نے اطمینان سے ریسور اٹھایا اور نمبر پر لبس کرنے شروع کر دیئے۔

”علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں۔“

دوسری طرف سے عمران کی مخصوص تلفت آواز سنائی دی۔

”ٹائیگر بول رہا ہوں باس“..... ٹائیگر نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”کوئی خاص بات“..... عمران نے اس بار سنجیدہ لہجے میں کہا تو ٹائیگر نے روگر کے اکیلے آنے سے لے کر اس سے کی جانے والی مگنٹو تفصیل سے بتا دی۔

”رانا ہاشم کی حویلی میں چھاپہ مارنا ضروری ہے“..... عمران نے



”مجھے محترم۔ اب آپ اس پر سوار ہو کر جائیں۔ انشاء اللہ اب  
 چین جیسے اترے گی“..... ٹائیگر نے بزرگ آدمی سے کہا تو ان کا  
 چہرہ اس طرح کھل اٹھا جیسے ٹائیگر نے انہیں دنیا بھر کی دولت دے  
 دی ہو۔

”بہت شکریہ ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے حفظ و ایمان میں رکھے۔  
 تمہیں خوشیاں عطا کرے اور تمہیں“..... بزرگ نے بڑے غلوں  
 سے دعائیں دینا شروع کر دیں اور پھر سوڑ سائیکل پر سوار ہو کر  
 آگے بڑھنے سے پہلے انہوں نے باقاعدہ ٹائیگر سے مصافحہ کیا اور  
 ایک بار پھر دعائیں دیتے ہوئے آگے بڑھنے لگے لیکن پھر اچانک  
 رک گئے۔

”اوہ۔ میں نے اپنا پریشانی میں تم سے پوچھا ہی نہیں کہ تم  
 یہاں کیوں رکے ہوئے ہو۔ کوئی گڑبڑ ہے“..... بزرگ نے کہا تو  
 ٹائیگر مسکرا دیا۔

”آپ رانا پور میں رہتے ہیں“..... ٹائیگر نے کہا۔

”ہاں۔ میری وہاں کرپانے کی دکان ہے۔ تم نے میرے سوال  
 کا جواب نہیں دیا“..... بزرگ نے کہا۔

”میرے ایک دوست نے آنا ہے۔ پھر ہم دونوں نے رانا پور  
 میں رانا ہاشم کی حویلی میں جانا ہے“..... ٹائیگر نے جواب دیتے  
 ہوئے کہا۔

”رانا ہاشم۔ اوہ۔ دو تو۔ دو تو۔ اوہ۔ ٹھیک ہے۔ تمہارا شکریہ۔

کر اکر دوں بیٹھ گیا۔

”بیٹے۔ تمہارا لباس خراب ہو جائے گا“..... بزرگ نے کہا۔

”مجھے کچھ نہیں ہوتا۔ البتہ آپ ذرا چھاؤں میں ہو جائیگا۔

آپ کی طبیعت خراب ہے۔ میں کوشش کرتا ہوں اللہ تعالیٰ رحمت  
 کرے گا“..... ٹائیگر نے کہا اور بائیں کھول کر اس نے سکڑا  
 ڈرائیور نکالا اور چین کا کور کھولنا شروع کر دیا۔ اسے موڑ سائیکل کی  
 چھوٹی موٹی مرمت کرنے کا بھی علم تھا کیونکہ کار لینے سے پہلے اس  
 کے پاس کافی عرصہ تک موڑ سائیکل رہی تھی اور اس نے باقاعدہ  
 ایک مسٹری سے اس بارے میں تفصیلی لیچر لیا تھا اور کسی حد تک  
 اس کے ساتھ شکر کچھ روز کام بھی کیا تھا۔ اسی طرح اس نے کار  
 لینے کے بعد کار کے انجن، اس میں ہونے والی اتفاقی اور عمدہ  
 خرابیوں اور ان کی مرمت کے بارے میں بھی باقاعدہ ماہرین سے  
 تفصیلی معلوم کی تھی اور وہ جانتے ان کے ساتھ شکر کام بھی کیا تھا  
 تاکہ اگر راستے میں کہیں کوئی خرابی ہو جائے تو اسے ٹھیک کیا جاسکے  
 اور یہی ٹریننگ اکثر اس کے کام آتی رہتی تھی۔ سوڑ سائیکل کا چین  
 واقعی اترا ہوا تھا۔ اس کا جوڑ ڈھیلہ پڑ گیا تھا جیسے ٹائیگر نے کچھ روز  
 کی کوشش کے بعد درست کر لیا۔ پھر چین چڑھا کر اس نے اس کو  
 چیک کیا۔ وہ درست اور چمٹ تھی اور اس کے دو ہارو اترنے کا  
 اندیشہ نہ تھا۔ اس نے مطمئن ہو کر کور لگائے اور پھر اٹھ کر اس نے  
 موڑ سائیکل سٹارٹ کر دیا۔

بیچے جا کر کار روک دی اور پھر کار سے اتر آیا۔ عمران نے بھی کار کا دروازہ کھولا اور کار سے باہر آ گیا۔

”حویلی میں خا سے افراد ہوں گے اس لئے ہمیں اندر بے ہوش کر دینے والی گیس فائر کرنی ہے۔“ عمران نے کہا۔

”آپ یہاں رکھیں۔ میں یہ کام کر آتا ہوں۔ میرے پاس گیس پمپ موجود ہے۔“ ٹائیگر نے کہا۔

”چلو ہمیں چھوٹا چھانک کھلوانا ہو گا ورنہ حویلی کی دیواریں بہت اونچی ہیں۔ ویسے گیس پمپ میرے پاس بھی ہے۔“ عمران نے کہا۔

”آپ فکر مت کریں۔“ ٹائیگر نے کہا۔

”ٹھیک ہے چلو۔ یہاں رکنے سے بہتر ہے کہ میں بھی تمہارے

ساتھ جاؤں۔ کاریں یہیں چھوڑ دو۔ واپسی پر لے لیں گے۔“ عمران نے کہا تو ٹائیگر واپس کار کی طرف مڑا۔ اس نے کار کی سائیڈ سیٹ

اٹھا کر نیچے پڑے ہوئے باکس میں سے گیس پمپ نکالا۔ اس کا میگزین چیک کیا اور پھر اسے جیب میں ڈال کر اس نے کار لاک

کی اور سڑک کی طرف بڑھ گیا۔ عمران بھی کار لاک کر کے اس کے ساتھ تھا۔ تھوڑی دور جانے پر انہیں حویلی کی اونچی دیواریں نظر

آنے لگیں۔ حویلی کا بڑا چھانک سڑک پر ہی تھا۔ ٹائیگر اور عمران چھانک کے سامنے پہنچ کر رک گئے۔ ٹائیگر نے آگے بڑھ کر نفی

ہوئی زنجیر کو زور سے کھینچا تو چھوٹا چھانک کھلا اور ایک نوجوان

اب مجھے اجازت۔“ بزرگ آدمی نے کہا اور پھر اس طرح تیزی سے آگے بڑھ گئے جیسے اب یہاں مزید ٹھہرنے سے انہیں کسی طرح کا خطرہ لاحق ہو گیا ہو اور ٹائیگر ان کے اس انداز پر بے اختیار مسکرا دیا کیونکہ وہ سمجھ گیا تھا کہ رانا ہاشم کی شہرت اس علاقے میں اچھی نہیں ہے اور چونکہ بزرگ آدمی مستقل وہیں رہتا تھا اس لئے اس نے رانا ہاشم پر کوئی ریمارک پاس نہ کیا تھا لیکن ان کے انداز نے بتا دیا تھا کہ وہ کیا کہنا چاہتا تھا۔ ٹائیگر نے مکینیکل کن باکس واپس ڈوکی میں رکھ کر ڈوکی بند کر دی اور پھر اسے دور سے عمران کی سپورٹس کار آتی دکھائی دی۔ ٹائیگر نے ہاتھ لہرا کر اسے اشارہ کیا تو سپورٹس کار اس کے قریب آ کر رک گئی۔ عمران کار میں اکیلا تھا۔

”آؤ۔“ عمران نے ایک لمبے کے لئے رک کر کہا اور پھر اپنی کار موڑ کر رانا پور کی طرف بڑھا دی۔ ٹائیگر بھی اپنی کار میں بیٹھا اور دوسرے لمبے وہ بھی رانا پور کی طرف بڑھ گیا۔ دارالحکومت کے نواح میں ہی عمران نے ایک دکان کے باہر کار روکی تو دکان کا نوجوان مالک اٹھ کر کار کے قریب آ گیا۔ ٹائیگر کی کار بھی عقب میں رک گئی تھی۔ ٹائیگر سمجھ گیا تھا کہ عمران رانا ہاشم کی حویلی کے بارے میں معلومات حاصل کر رہا ہے۔ تھوڑی دیر بعد عمران نے کار آگے بڑھا دی اور پھر ایک موٹر لائٹ کر اس نے سڑک کے کنارے موجود ایک باغیچے میں جا کر روک دی۔ ٹائیگر نے بھی اس کے

باہر آ گیا۔ اس نے باقاعدہ یونیفارم پہنی ہوئی تھی اور کاندھے سے مشین گن لٹکی ہوئی تھی۔

”یہ رانا ہاشم کی حویلی ہے“..... ٹائٹلر نے سخت لہجے میں پوچھا۔

”رانا صاحب اندر موجود ہیں“..... اس نوجوان کے جواب دینے سے پہلے ہی عمران نے جلدی سے پوچھا۔

”ہاں۔ مگر تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو“..... نوجوان نے تدرے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”اندر چلو۔ تمہیں بتاتے ہیں“..... ٹائٹلر نے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ وہ نوجوان کچھ کہتا ٹائٹلر کا ہاتھ اس کی گردن پر پڑا اور دوسرے لمحے وہ نوجوان جیسے اڑتا ہوا اندر جا گیا۔ ٹائٹلر کبھی کی سی تیزی سے آگے بڑھا۔ نوجوان کی گردن میں چونکہ بل آ گیا تھا اس لئے وہ ویسے ہی بے حس و حرکت زمین پر پڑا ہوا تھا۔ عمران بھی اس کے پیچھے اندر آ گیا۔

”کون ہے بھارو“..... گاڑو روم کے اندر سے ایک آواز سنائی دی اور ٹائٹلر تیزی سے مڑ کر گاڑو روم کے دروازے کی طرف بڑھ گیا جبکہ عمران دوڑتا ہوا حویلی کے برآمدے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ ٹائٹلر کو دروازے میں ہی وہ آدی مل گیا جس کو نوجوان بھارو سے پوچھ رہا تھا۔ ٹائٹلر کا بازو گھوما اور وہ آدی چیختا ہوا اچھل کر پشت کے بل گاڑو روم کے اندر جا گیا۔ نیچے گرتے ہی اس نے تیزی سے اٹھنے کی کوشش کی لیکن ٹائٹلر کبھی کی سی تیزی سے اندر

گھسا اور اس نے اٹھتے ہوئے آدی کے سینے پر لات مار دی اور مبین دلی پر پڑنے والی زور دار ضرب نے اسے صرف چند لمحوں تک ترپنے کی مہلت دی اور پھر وہ ساکت ہو گیا۔ کمرے میں اس کے علاوہ اور کوئی آدی نہ تھا اس لئے ٹائٹلر مڑا اور گاڑو روم سے باہر آیا تو عمران دوڑتا ہوا واپس آ رہا تھا۔ ٹائٹلر کو عمران نے ہتھی سے ناک پکڑ کر سانس روک کے اشارہ کیا تو ٹائٹلر نے سانس روک لی۔ عمران بھی ٹائٹلر کے قریب کھلی فضا میں آ کر کھڑا ہو گیا اور پھر تھوڑی دیر بعد عمران کے اشارے پر ٹائٹلر نے آہستہ سے سانس لیا اور پھر زور زور سے سانس لینے لگا جبکہ عمران تیزی سے مڑ کر چھوٹے پچالک کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے پچالک کو بند کر کے اندر سے کنڈا اچھا دیا۔

”یہ تو قسم ہو گیا ہے“..... عمران نے مڑ کر اس نوجوان کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”دوسرا گاڑو روم میں ہلاک ہو گیا ہے“..... ٹائٹلر نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ آؤ۔ اب ہم نے اس رانا ہاشم کو تلاش کرنا ہے۔“

”تم کسی سنور سے دی لے آؤ“..... عمران نے کہا اور ایک بار پھر وہ اندرونی عمارت کی طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد ایک کچی ہوئی خواب گاہ میں ایک سفید اور اکڑی ہوئی مونچھوں والے ایک آدی کو عمران نے دیکھ لیا۔ وہ کرسی پر بیٹھا شراب پی رہا تھا کہ بے ہوش ہو گیا۔ عمران سمجھ گیا کہ یہی رانا ہاشم ہو گا۔ تھوڑی دیر بعد ٹائٹلر بھی

وہاں آ گیا۔ اس کے ہاتھ میں ری کا بڈل موجود تھا۔ پھر ٹائیکر اور عمران نے مل کر رانا ہاشم کو کرسی پر ری کی مدد سے اچھی طرح جکڑ دیا۔

”تم باہر کا خیال رکھو میں اس سے پوچھ گچھ کرتا ہوں۔“ عمران نے کہا۔

”نہیں ہاس۔۔۔۔۔“ ٹائیکر نے مودبانہ لہجے میں جواب دیا اور سڑ کر بیرونی دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ عمران نے جیب سے ایک شیشی نکالی، اس کا ڈھکن بنایا اور شیشی کا دہانہ رانا ہاشم کی ناک سے لگا دیا۔ چند لمحوں بعد اس نے شیشی ہٹائی اور اس کا ڈھکن لگا کر اس نے اسے واپس جیب میں رکھ لیا اور خود پیچھے ہٹ کر خالی کرسی پر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد رانا ہاشم کے جسم میں حرکت کے آثار نمودار ہونے لگے اور پھر اس نے آنکھیں کھول دیں۔ کچھ دیر تک اس کی آنکھوں میں وحشت سی چھائی رہی۔ پھر وہ چونک کر سیدھا ہوا اور اس نے لاشعوری طور پر اٹھنے کی کوشش کی لیکن ظاہر ہے بندھا ہونے کی وجہ سے وہ صرف گھسما کر ہی رہ گیا۔

”یہ۔۔۔۔۔ یہ کیا مطلب۔۔۔۔۔ تم کون ہو۔ یہ مجھے کس نے باندا ہے۔ کیوں باندا ہے۔ کس میں اتنی جرأت ہے کہ رانا ہاشم کو باندا سکے۔۔۔۔۔“ رانا ہاشم جیسے پیچھے پوری طرح ہوش میں آتا گیا اس کی آواز بلند ہوتی چلی گئی۔

”تم نے اپنا نام تو بتا دیا۔ اب یہ بھی بتا دو کہ وہ غیر ملکی جوڑا

کہاں ہے جو چار باغ کالونی سے یہاں آیا تھا۔۔۔۔۔ عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

”تم۔۔۔۔۔ تم کون ہو۔۔۔۔۔“ رانا ہاشم نے یکثرت غصیلے لہجے میں کہا۔ ”تمہارے دونوں گارڈز مارے جا چکے ہیں اور حویلی میں موجود تمام ملازمین بھی بے ہوش ہو چکے ہیں اور اگر میں تمہیں گولی مارنا چاہوں تو یہاں تمہارا حمایتی کوئی نہیں ہے لیکن تم ایک چھوٹی پھلی ہو اس لئے میں تمہیں زندہ چھوڑ سکتا ہوں بشرطیکہ تم کچ بول دو۔ ورنہ۔۔۔“ عمران نے کہا۔

”مگر تم بولکو۔ تم یہاں اندر کیسے آ گئے۔ یہ سب تم کیا کر رہے ہو۔۔۔۔۔“ رانا ہاشم نے اسی طرح اگڑے ہوئے لہجے میں کہا۔ ”ٹھیک ہے۔ مت جانا۔ ہم تمہارے ملازمین سے معلوم کر لیں گے۔ تم چھٹی کرؤ۔۔۔۔۔“ عمران نے جیب سے مشین پائل نکالتے ہوئے انتہائی سرد لہجے میں کہا تو پہلی بار رانا ہاشم کا چہرہ مشین پائل دیکھ کر ڈھیلا پڑ گیا۔

”مگر تم مجھے کیوں مارنا چاہتے ہو۔ میرا تم سے کیا تعلق ہے۔“ رانا ہاشم نے کہا۔

”تم نے ملک کے دو دشمن ایجنٹوں کی مدد کی ہے اور ملک کی اہم لیبارٹری چاہ کرنے میں تعاون کیا ہے اس لئے تمہاری سزا موت ہے لیکن اب بھی وقت ہے۔ تم سب کچھ بتا کر اپنی جان بچا سکتے ہو۔ ہلو۔۔۔۔۔“ عمران نے تیز لہجے میں کہا۔

”میں نے کسی کی مدد نہیں کی اور نہ ہی کوئی غیر ملکی جوڑا میرے پاس آیا ہے۔“ رانا ہاشم نے اڑے ہوئے لہجے میں کہا۔

”اوکے۔ میں نے تو سوچا تھا کہ تم فوت پھوٹ سے بچ جاؤ۔ لیکن“ عمران نے کہا، ”وہ اس نے ساتھ ہی اس نے مشین بعل کا دہانہ رانا ہاشم کی کینچی پر رکھ کر زور سے دبا دیا۔“

”سنو۔ میں دس تک گنوں گا۔ اگر تم نے بچ نہ بولا تو میں ٹریگر دبا دوں گا اور تم ہمیشہ کے لئے زندگی کی لٹافوں سے محروم ہو جاؤ گے۔“ عمران نے زہریلے لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رک رک کر گنتی گنا شروع کر دی۔ ابھی گنتی پانچ تک پہنچی تھی کہ رانا ہاشم کا جسم یکھٹ کاٹنا شروع ہو گیا۔

”بتاتا ہوں۔ بتاتا ہوں۔ رک جاؤ۔ سختی آنکھ پر پہنچی تھی کہ رانا ہاشم نے یکھٹ پھٹ پڑنے والے لہجے میں کہا۔“

”بھولے جاؤ۔ جہاں تم رکے یا جھوٹ بولا تو گنتی وہیں سے شروع ہو جائے گی۔ بولو۔“ عمران نے سخت لہجے میں کہا۔

”سیٹھ قاسم نے دو غیر ملکیوں کو بھیجا تھا۔ مرد کا نام روبرٹ اور عورت کا نام ڈوکی تھا۔ ڈوکی بے حد خوبصورت اور مناسب جسم کی عورت ہے۔ انہوں نے مجھے کہا کہ وہ راج گڑھ لیبارٹری میں داخل ہو کر وہاں سے کوئی فارمولا حاصل کرنا چاہتے ہیں اور میں ان کی مدد کروں۔ میں نے ان سے ایک کروڑ ڈالر طلب کئے اور ساتھ ہی شرط لگا دی کہ ڈوکی یہاں حویلی میں ایک دو راتیں رہے

گی۔ میں انہیں لیبارٹری میں داخل کرا دوں گا۔ انہوں نے میری شرطیں مان لیں تو میں نے انہیں بتایا کہ راج گڑھ کے عقب میں میرا علاقہ چھوڑ گڑھ اس سے ملتا ہے۔ چھوڑ گڑھ میں بھی قدیم دور کا ایک مندر تھا جس میں سے ایک خفیہ سرگ راج گڑھ والے مندر میں جاتی ہے۔ میرا آدمی کاٹھواں علاقے کا چوہا ہے۔ وہاں سے آ جائے پھر وہ انہیں وہاں لے جائے گا۔ چنانچہ انہوں نے کاٹھواں سے فون پر بات کرنے کے لئے کہا تو میں نے کاٹھواں کو یہاں طلب کر لیا۔ وہ دونوں دوسرے روز یہاں آ گئے۔ اس بار وہ دونوں مقامی میک اپ میں تھے۔ کاٹھواں آیا ہوا تھا۔ کاٹھواں سے انہوں نے تفصیلی بات چیت کی اور پھر انہوں نے مجھے چیک دیا اور ڈوکی کا وعدہ بعد میں پورا کرنے کا کہا اور کاٹھواں کے ساتھ چھوڑ گڑھ چلے گئے۔“ رانا ہاشم نے تفصیل سے ساری بات بتادی تو عمران نے اس سے مزید پوچھ گچھ کی اور پھر چھوڑ گڑھ میں اس کی حویلی اور وہاں کے انچارج کے بارے میں بھی تمام تفصیل معلوم کر لی۔ اس نے وہاں کا فون نمبر بھی معلوم کر لیا تھا۔

”تم نے ملک و قوم سے چند روپوں اور ایک عورت کی خاطر غدار کی ہے اس لئے تمہاری سزا موت ہے۔“ عمران نے حشراتِ مجرمے لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ٹریگر دبا دیا تو رانا ہاشم کے منہ سے چیخ بھجی نہ نکل سکی اور اس کی کھوپڑی کئی حصوں میں تقسیم ہو کر فرش پر بکھر گئی اور عمران مڑ کر دروازے کی

”رات کو سرکار۔ دن کو تو پہاڑی چوکی پر چینگ ہوتی ہے۔“  
کاشو نے جواب دیا۔

”رات کو کس وقت“..... عمران نے پوچھا۔

”دس بجے کے بعد سرکار“..... کاشو نے جواب دیا۔

”تحقیق ہے۔ میں نے اس لئے فون کیا تھا کہ معلوم کر سکوں کہ کام ہو رہا ہے یا نہیں“..... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا۔ اس کے چہرے پر ابھرنے کے تاثرات نمایاں تھے۔ اسے معلوم تھا کہ یہاں سے چوڑ گڑھ کا خاصا طویل فاصلہ ہے۔ کار میں وہ بجٹی بھی تیزی سے جا کیں آدمی رات سے پہلے کسی صورت نہیں پہنچ سکتے تھے۔ اب دو راستے تھے ایک تو یہ کہ کسی فوجی چھاؤنی سے بجلی کا پٹرنگلایا جائے لیکن ایسے بجلی کا پٹر کی آواز رات کو اس دیران علاقے میں دور سے سنائی دے گی اور کراؤز کے ایکٹ ہوشیار ہو جائیں گے۔ دوسری صورت یہ تھی کہ وہ فوجی چھاؤنی میں موجود صندوق اور نعمانی کو فوجی چھاؤنی کے عقب میں جانے کا کہہ دے لیکن یہ بھی خاصا مشکل کام تھا کیونکہ انہیں فوجی چھاؤنی سے نکل کر خاصا لمبا پتھر کاٹ کر وہاں پہنچنا پڑے گا اور پھر عمران بھی سوچنا ہوا باہر آ گیا۔

”کیا بات ہے باس۔ آپ پریشان نظر آ رہے ہیں“..... باہر موجود جانگیر نے تشریف بھرے لہجے میں کہا تو عمران نے اسے ابھرنے کے بارے میں بتا دیا۔

طرف بڑھ گیا۔ اس نے مشین پمفل جیب میں ڈال لیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک اور کمرے میں داخل ہوا تو یہاں فون میٹ موجود تھا۔ اس نے رسیور اٹھایا اور نمبر پر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

”حوصلی سے راجوگا بول رہا ہوں“..... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک مردانہ آواز سنائی دی۔ عمران رانا ہاشم سے معلوم کر چکا تھا کہ چوڑ گڑھ حوصلی کا محافظ اس کا جدی پشتی ملازم راجوگا ہے۔

”مہمان کہاں ہیں راجوگا“..... عمران نے رانا ہاشم کی آواز اور لہجے کے ساتھ ساتھ اس کے مخصوص انداز میں کہا۔

”وہ مہمان خانے میں ہیں سرکار“..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

”کاشو کہاں ہے“..... عمران نے پوچھا۔

”وہ چھوٹے کمرے میں ہے سرکار“..... دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔

”اسے بلاؤ“..... عمران نے کہا۔

”جی اچھا سرکار“..... دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی لائن پر خاموشی طاری ہو گئی۔

”جی سرکار۔ میں کاشو بول رہا ہوں سرکار“..... چند لمحوں بعد ایک جیس جیس کرتی ہوئی لیکن تیز آواز سنائی دی۔

”مہمانوں کے ساتھ کس وقت کا پروگرام بنا ہے“..... عمران نے رانا ہاشم کی آواز میں پوچھا۔

”ہاں۔ سوائے بلی کا پتر کے اور کوئی سیدھی ذریعہ نہیں ہے۔  
دیے اگر ہو سکے تو آپ لیبارٹری کے اندر موجود سیکورٹی سے رابطہ  
کر کے انہیں تفصیل بتا دیں اور انہیں وارنٹ کر دیں۔ میں نے  
یہاں موجود سب افراد کو ہلاک کر دیا ہے تاکہ یہ ہوش میں آ کر  
ہمارے پیچھے نہ آ سکیں۔“ ٹائگر نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ آؤ۔“ عمران نے کہا اور پھانک کی طرف بڑھ  
گیا۔ ٹائگر اس کے پیچھے تھا۔ پھانک سے باہر آ کر انہوں نے  
پھانک بند کیا اور اس طرف کو بڑھنے لگے جد عمران کی کاریں موجود  
تھیں۔

”تم اب کہاں جاؤ گے۔“ عمران نے پیچھے میں پہنچ کر جہاں  
کاریں موجود تھیں ٹائگر سے پوچھا۔

”جہاں کا آپ حکم دیں۔“ ٹائگر نے کہا۔

”تم رانا ہاؤس آ جاؤ۔ میں بھی وہیں جا رہا ہوں۔“ عمران  
نے کہا تو ٹائگر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

جارج اور رینا کمرے میں بیٹھے اپنے مشن کے بارے میں ہی  
باتوں میں مصروف تھے کہ کمرے کا دروازہ کھلا اور کاشو بکھلائے  
ہوئے انداز میں اندر داخل ہوا۔  
”کیا ہوا کاشو۔ تم پریشان کیوں ہو۔“ جارج نے چونک کر

پوچھا۔

”جنتاب۔ وہ سیلف ڈیفنس کا بھی ہلاک کر دیا گیا ہے اور جنتاب رانا  
ہاشم کو بھی ہلاک کر دیا گیا ہے۔“ کاشو نے کاہتے ہوئے لہجے میں  
کہا تو جارج اور رینا دونوں بے اختیار اٹھل پڑے۔  
”یہ۔ یہ کیا کہہ رہے ہو۔ یہ کیسے ممکن ہے۔“ جارج نے

ایسے لہجے میں کہا جیسے اسے کاشو کی بات پر یقین ہی نہ آ رہا ہو۔  
”ابھی تھوڑی دیر پہلے رانا ہاشم صاحب کا فون آیا تھا۔ انہوں  
نے آپ کے بارے میں پوچھا تھا اور یہ بھی پوچھا تھا کہ آپ کو

”جناب۔ اب ان حالات میں آپ کا کیا پروگرام ہے۔“ کاشو نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”ری سے باہر کر رانا ہاشم پر تشدد کیا گیا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ ایجنسیوں کے لوگ وہاں پہنچے ہیں اور لاکھالہ انہوں نے یہاں کے بارے میں معلومات حاصل کر لی ہوں گی اس لئے اب انتظار بے سود ہے۔ رات تک وہ اس سارے علاقے کو گھیر لیں گے۔ ہمیں ابھی جانا ہوگا۔“ جارج نے تیز لہجے میں کہا۔

”نہیں جناب۔ دن کے وقت میں پہچانا جاؤں گا اور آپ تو چلے جائیں گے اور فوج اور پولیس نے میری ہڈیاں توڑ دینا ہیں اور چونکہ صاحب زندہ نہیں رہے اس لئے اب میں بھی آپ کی کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ بہتر ہے کہ آپ وہاں دارالحکومت چلے جائیں اور اگر آپ لیبارٹری جانے پر مصر ہوں تو مجھے معاوضہ ادا کرنا ہوگا۔“ کاشو نے بڑے مکالمہ لہجے میں کہا۔

”فحیک ہے۔ ہم تمہاری ڈیمانڈ اس شرط پر پوری کر سکتے ہیں کہ تم ہمیں ابھی اور اسی وقت لیبارٹری لے جاؤ۔“ جارج نے اس کی بات کی تردید کرتے ہوئے کہا۔

”ایک لاکھ روپے لوں گا سرکار۔“ کاشو نے دانت نکالتے ہوئے کہا۔

”میں تمہیں دس لاکھ روپے دوں گا لیکن میرے پاس گاڑی لینڈ چیک ہے اور رقم ڈالروں میں مل سکتی ہے لیکن یہ چیک تمہیں

میں کس وقت لیبارٹری میں لے جاؤں گا۔ میں نے انہیں بتا دیا کہ رات کو دس بجے ہم حویلی سے روانہ ہوں گے تو انہوں نے فون بند کر دیا۔ پھر میں نے سینٹر کلب فون کیا تاکہ وہاں اپنے ایک دوست پر وائزر سے بات کر سکوں لیکن وہاں سے مجھے بتایا گیا کہ سینٹر کلب کو عارضی طور پر بند کر دیا گیا ہے کیونکہ سینٹر قاسم کو ان کی فقیہ رہائش گاہ میں گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا ہے۔ میں بے حد حیران ہوا اور پھر میں نے رانا ہاشم صاحب کو فون کیا تاکہ انہیں بھی یہ اہم خبر سنا سکوں کیونکہ رانا صاحب اور سینٹر قاسم کا بہت گہرا تعلق چلا آ رہا تھا لیکن وہاں سے کسی نے فون نہ اٹھایا تو میں بے حد حیران ہوا اور پھر میں نے رانا پور میں اپنے ایک دوست کو فون کیا اور میں نے اسے کہا کہ حویلی میں جا کر رانا صاحب کے ملازم سے کہے کہ فون اٹھ کرے۔ اہم خبر دی ہے تو میرے اس دوست نے فون کر کے مجھے بتایا کہ حویلی میں قتل عام کیا گیا ہے۔ گارڈز سمیت تمام ملازمین کو ہلاک کر دیا گیا ہے اور رانا صاحب کے سر میں گولیاں ماری گئی ہیں اور وہ کمرے میں کرسی پر ری سے بندھے ہوئے بیٹھے ہیں تو میں نے اسے پولیس کو اطلاع دینے کا کہہ کر رہسور رکھا اور سیدھا یہاں آ گیا۔“ کاشو نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”ویری بیڈ نیوز۔ حیرت ہے یہ سب کیسے ہو گیا۔“ جارج

نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔



حیرت انگیز طور پر یہ لوگ ہمارے پیچھے چل رہے ہیں..... رونا نے کہا۔

”یہ واقعی ہے حد حیرت لوگ ہیں جو اس انداز میں ہمارا پیچھا کر رہے ہیں لیکن تم فکر مت کرو۔ ہمارا ان سے دن نو دن مقابلہ نہیں ہو سکے گا۔ ہم فارمولا لے کر نکل جائیں گے اور یہ بکیر پیچھے رہ جائیں گے..... جارج نے کہا۔

”میرا خیال ہے کہ ہم فارمولے کی کاپی لینے کے پتھر میں نہ پڑیں اور صرف لیبارٹری کو تباہ کر کے نکل جائیں.....“ رونا نے کہا۔ ”کوشش تو کریں گے کہ فارمولا مل جائے.....“ جارج نے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ رونا کوئی جواب دینی کرے گا دروازہ کھلا اور کاشو اندر داخل ہوا۔

”آئیے جناب۔ جیپ تیار ہے لیکن میں ایک خاص حد سے آگے نہیں جا سکتا گا.....“ کاشو نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ جہاں تک تم جا سکتے ہو وہاں تک تو چلو۔“ جارج نے کہا تو کاشو نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ تھوڑی دیر بعد ان کی جیپ ایک پھاڑی سڑک پر دوڑتی ہوئی آگے بڑھی چلی جا رہی تھی۔ ”تم نے حویلی میں رانا ہاشم کی موت کا بتا دیا ہے.....“ جارج نے پوچھا۔

”نہیں جناب۔ ورنہ یہاں افراتفری پیدا ہو جاتی اور ہمارا جیپ پر جانا مشکل ہو جاتا۔“ واپس جا کر بتاؤں گا.....“ کاشو نے جواب

لیبارٹری میں ہی ملے گا۔ یہاں نہیں.....“ جارج نے کہا۔

”چیک مجھے یہیں دے دیں تاکہ میں اسے یہاں رکھ کر جاؤں۔“ کاشو نے کہا تو جارج نے ایک طویل سانس لینے ہوئے جیب سے چیک بک نکالی۔ اس کے ایک چیک پر ڈالروں میں اتنی رقم لکھی جن کے پاکستان میں دس لاکھ روپے بن سکتے تھے اور چیک پر دستخط کر کے اس نے اسے چیک بک سے علیحدہ کیا اور کاشو کی طرف بڑھا دیا۔ کاشو نے غور سے چیک کو دیکھا اور پھر اس کے چہرے پر مسرت کے تاثرات ابھر آئے۔

”شکریہ جناب۔ میں یہ چیک رکھ آؤں پھر چلتے ہیں.....“ کاشو نے مسرت بھرے لہجے میں کہا اور تیزی سے مڑ کر کمرے سے باہر چلا گیا۔

”محالات انتہائی خطرناک حد تک پہنچ گئے ہیں جارج اور یہ کاشو بھی غلط آ دی ہے۔ اس سے بھی ہوشیار رہنا ہو گا۔ ایسا نہ ہو کہ یہ ہمیں کسی کے ہاتھ فروخت کر دے.....“ رونا نے کہا۔ ”تم فکر مت کرو۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ یہ تو ہماری خوش قسمتی ہے کہ کاشو نے ہمیں ابھی بتا دیا ہے ورنہ ہم رات کا انتظار کرتے رہتے اور وہ لوگ یہاں ہمارے سروں پر پہنچ جاتے۔“ جارج نے کہا۔

”لیکن یہ کون لوگ ہیں جو اس انداز میں ہمارا پیچھا کر رہے ہیں اور آج تک ان سے دن نو دن ٹکراؤ نہیں ہوا لیکن پھر بھی

”یہ ہے جناب چوتڑ گڑھ کا قدیم مندر اور اس کے اور راج گڑھ کے مندر کے درمیان قدیم دور کے لوگوں نے سرنگ بنائی تھی حالانکہ یہ تمام پہاڑی علاقہ ہے۔ اس کے باوجود جناب اس دور کے لوگوں نے سرنگ بنائی۔“ کاشو نے کہا۔

”ہاں۔ قدیم دور کے لوگ ہم سے زیادہ مضقی تھے۔ اب آگے چلو۔ وقت ضائع مت کرو۔“ جارج نے کہا۔

”جناب۔ یہاں سے اگر ہم سرنگ کے اندر چلیں تو آگے جا کر سرنگ درمیان میں بند ہے اس لئے ہمیں باہر سے آگے بڑھنا ہو گا۔“ کاشو نے کہا تو جارج اور ریٹا نے اثبات میں سر ہلا دیے۔ تقریباً آدھا گھنٹہ چلنے کے بعد کاشو رک گیا۔

”وہ دیکھیں جناب۔ وہ ہے پہاڑی جہاں چیک پوسٹ ہے اور دور میں سے ہر طرف چیکنگ کی جاتی ہے۔“ کاشو نے سامنے نظر آنے والی اونچی پہاڑی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

”کیا وہ لیبارٹری اس پہاڑی کے نیچے ہے۔“ جارج نے پوچھا۔

”نہیں جناب۔ اس کے بعد کی پہاڑی کے نیچے ہے۔ یہاں سے آپ کو سرنگ کے ذریعے دوسری طرف پہنچنا ہو گا۔“ کاشو نے کہا۔

”کہاں ہے سرنگ کا دہانہ۔“ جارج نے کہا۔

”اچھا۔ یہاں سے واپس جانے کے لئے ہمیں فوری کیا کرنا ہو گا۔ کیا گتھیں سے ٹیلی کاپٹر سروس سبھا ہو سکتی ہے۔“ جارج نے کہا۔

”چوتڑ گڑھ میں جھوٹا سائبر پورٹ ہے۔ عملی علاقوں میں نے والے سیاح دارالحکومت سے جھوٹے طیارے چارٹر کرنا کر یہاں آتے ہیں اور یہاں سے دارالحکومت واپس جاتے ہیں۔ آپ بھی واپسی پر سائبر پورٹ پہنچ جائیں تو جھوٹا طیارہ چارٹر کرنا کر دارالحکومت جاسکتے ہیں۔“ کاشو نے کہا تو جارج نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

”تمہارے پاس اس علاقے کا نقشہ ہے۔“ ریٹا نے پوچھا۔  
 ”میں میڈم۔ ڈیش پور میں پڑا ہے۔“ کاشو نے جواب دیا۔  
 ”ٹھیک ہے۔ دیکھ لیں گے۔“ ریٹا کی بجائے جارج نے جواب دیا اور ساتھ ہی ریٹا کا ہاتھ دبا دیا۔ ریٹا نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ تقریباً آدھے گھنٹے کی ڈرائیونگ کے بعد جیب درختوں کے ایک گھنے جھنڈ میں پہنچ کر رک گئی۔

”یہاں سے آگے بیدل جانا ہو گا صاحب۔“ کاشو نے کہا اور خود بھی جیب سے نیچے اتر آیا تو جارج اور ریٹا بھی نیچے آ گئے اور پھر کاشو کی رہنمائی میں آگے بڑھتے چلے گئے۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں قدیم دور کے مندر کے آثار موجود

”وہ سامنے جو لوٹتی سی لیکن نیچھی چٹان ہے اس کے عقب میں دہانہ ہے لیکن آپ کو داخل ہونے کے لئے ریگ کر جانا ہو گا۔ میں آگے نہیں جا سکتا کیونکہ چپک کرنے والے مجھے پہچانتے ہیں“..... کاشو نے کہا۔

”پھر تم یہاں رکو گے یا واپس جاؤ گے“..... چارج نے پوچھا۔  
 ”جیسے آپ کہیں۔ یہاں تک تو میں محفوظ ہوں۔ اس سے آگے نہیں جا سکتا“..... کاشو نے کہا۔

”کو کے۔ پھر تم یہیں رکو لیکن میں نہیں رکوں گا“..... چارج نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس کا جیب میں موجود ہاتھ باہر آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک تیز دھار خنجر موجود تھا۔ پھر جس طرح بجلی چمکتی ہے اس طرح بجلی چمکی اور پلک جھپکے میں خنجر دسے تک کاشو کی گردن میں اترتا چلا گیا اور چیخ مارنے کے لئے کاشو کا منہ کھلا لیکن کوئی آواز نہ نکلی اور وہ ایک دھماکے سے پشت کے بل زمین پر گرا اور چند لمحوں میں تڑپنے کے بعد ساکت ہو گیا۔ چارج نے آگے بڑھ کر اس کی گردن سے خنجر نکالا اور اسے اس کے لباس سے صاف کرنے کے بعد اس نے خنجر واپس جیب میں رکھا اور پھر اس نے کاشو کی لاش کو تھمیت کر ایک جھاڑی کے پیچھے ڈال دیا۔

”آؤ رہا۔ اب ہم اپنا مشن مکمل کریں“..... چارج نے کہا۔  
 ”لیکن وہ چینگ“..... رہتا نے کہا۔

”اس طرف کیا چینگ ہوتی ہے۔ اگر انہیں اس سرگ کے

بارے میں علم ہوتا تو وہ اسے بند نہ کر دیتے۔ یہ کاشو ہمیں چکر دے رہا تھا“..... چارج نے کہا۔

”لیکن چکر کا اندازہ تو اب ہوا ہے ہمیں رانا باشم کے سر نے کے بعد۔ پہلے بھی تو وہ رات کو جانا چاہتا تھا“..... رہتا نے کہا۔  
 ”کوئی چکر بہر حال تھا۔ مجھے سو فیصد یقین ہے کہ اس طرف کوئی چینگ ہو ہی نہیں سکتی“..... چارج نے کہا۔

”فحک ہے آؤ۔ جو ہو گا دیکھا جائے گا۔ بہر حال مشن تو مکمل کرنا ہے“..... رہتا نے کہا تو چارج آگے بڑھ گیا۔ رہتا اس کے پیچھے تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ اس چٹان کے پاس پہنچ گئے جس کے بارے میں کاشو نے بتایا تھا۔ اس کے پیچھے ایک اور بڑی چٹان تھی اور ظاہر وہاں کسی سرگ کے کوئی دہانہ موجود نہ تھا لیکن جب چارج نے غور سے دیکھا تو اسے ایک سوراخ عقی چٹان کے نیچے جاتا دکھائی دیا۔

”آؤ رہتا“..... چارج نے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ وہاں لیت کر کرائف کرتے ہوئے آگے بڑھنے لگے۔ سوراخ خاصا تنگ تھا۔ چارج بہر حال رہتا ہوا اس سوراخ میں گیا تھا۔ اس کے پیچھے رہتا آسانی سے اندر داخل ہو گئی۔ چارج نے جیب سے ایک فسل چارج فٹلی اور دوسرے لمبے وہ جگہ تیز روشنی سے دمک آئی۔ یہ واقعی انسانی ہاتھوں کی بنائی ہوئی سرگ تھی اور یہاں ہوا کی فٹاسی اور آؤ کا بھی کوئی پراسرار انتظام کیا گیا تھا کیونکہ وہاں ان دونوں کا

”اب کیا کریں۔ یہ تو آخری لمحات میں ناکامی سامنے آگئی۔“  
ریتا نے کہا۔

”ناکامی کا لفظ منہ سے مت نکالو ریتا۔ ہم نے بہر حال کامیاب ہونا ہے۔“ جارج نے کہا اور اس بار اس نے چٹان کے نچلے حصے کی طرف دیکھنے کی بجائے اوپر والا حصہ چیک کرنا شروع کر دیا۔ کافی دیر تک وہ دیکھتا رہا پھر اس نے اوپر والے حصے پر زور سے کئے مارنے شروع کر دیے لیکن کچھ بھی نہ ہوا۔

”یہ چٹان ہے۔ ہاتھ کو ڈھکی کر لو گے۔“ ریتا نے کہا۔  
”مجھے معلوم ہے لیکن اس کے قدیم میکانزم میں کوئی تاریں تو نصب نہیں ہوں گی۔ کوئی دباؤ کا سلیم ہی ہوگا۔“ جارج نے کہا اور مسلسل کئے مارتا ہوا وہ اب ہاتھ کو اور اوپر سے نیچے لا رہا تھا۔ پھر جیسے ہی اس کا ہاتھ درمیان میں پہنچا اچانک چٹان نے اس طرح حرکت کی جیسے کسی نے اسے جھجھوڑا ہو۔  
”یہ اس نے حرکت کی ہے۔“ ریتا نے سرت بھرے لہجے میں کہا۔

”ہاں۔“ جارج نے کہا اور پھر اس نے اسی جگہ پر زور سے مکا مارا تو کڑکڑاہٹ کی تیز آوازوں کے ساتھ ہی چٹان اندر کی طرف گھسوتی چلی گئی۔ جارج ریتا کے ہاتھ میں تھی۔ جارج نے اس کے ہاتھ سے تارچ لی اور پھر آگے بڑھ کر وہ اندر گیا تو تارچ کی روشنی میں وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ وہاں انسانی ہاتھ سے بنا ہوا ایک

دم نہیں گھٹ رہا تھا۔ تھوڑا سا آگے جانے کے بعد راستہ کھلا ہو گیا تو وہ اٹھ کر سرنگ میں چلتے گئے۔ روشنی کی وجہ سے انہیں کوئی تکلیف نہ ہو رہی تھی۔ لہجہ وہاں عجیب عجیب سے کیڑے انہیں نظر آئے لیکن وہ بچ بچ کر آگے بڑھتے رہے اور پھر تقریباً ایک کلومیٹر کا فاصلہ طے کرنے کے بعد اچانک سرنگ بند ہوگئی۔ اب آگے ٹھوس چٹان تھی۔ اس قدر ٹھوس کہ وہ اسے دیکھ کر حیران رہ گئے لیکن چٹان تھی قدرتی۔

”یہ کیا ہوا۔ یہ چٹان۔“ ریتا نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔  
”چٹان تو قدرتی ہے۔ اگر اس سرنگ کو بند کیا جاتا تو ریڈ بلاکس یا گلف سٹون سے بند کیا جاتا۔“ جارج نے بھی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”کاشو نے بھی اس چٹان کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ اس کا مطلب ہے کہ یہ چٹان بنائی جاسکتی ہے۔ قدیم دور میں اس کا کوئی میکانزم رکھا گیا ہوگا۔“ ریتا نے کہا تو جارج بے اختیار چوک پڑا۔

”اوہ۔ اسی لئے لیبارٹری والوں کو اس سرنگ کا علم نہیں ہو سکا ورنہ اسے لازماً بند کر دیتے۔“ جارج نے کہا اور آگے بڑھ کر اس نے چٹان کے سب سے نچلے حصے کو دیکھنا شروع کر دیا لیکن باوجود کوشش کے وہ اس میکانزم کا پتہ نہ چلا سکا جس سے یہ چٹان بنتی تھی۔ ریتا نے بھی کوشش کر لی لیکن اس کی بھی کوشش کامیاب نہ ہو سکی۔

کمرہ تھا لیکن اس کمرے کی تعمیر بڑے بڑے چٹائی پتھروں سے کی گئی تھی لیکن اس کمرے کا کوئی دروازہ نہ تھا۔ البتہ کمرے میں کاشی کھاڑ پڑا ہوا تھا جیسے یہاں عام استعمال کی خالو چیزیں رکھ دی گئی ہوں لیکن جب جارج اور رینا نے اسے بڑھ کر دیکھا تو وہ یہ دیکھ کر چونک چڑے کہ یہ موجودہ دور کا سامان نہ تھا بلکہ قدیم دور کی لکڑی کی بنی ہوئی چند چیزیں تھیں جو عجیب و غریب شکل کی تھیں لیکن وہ تھیں انسانی ہاتھوں کی بنی ہوئیں۔

”اس کمرے کے اوپر لیبارٹری ہے۔ اب اسے کیسے کھولا جائے“..... جارج نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

”میرا تو خیال ہے کہ تم فارمولے کی کاپی کا خیال چھوڑو اور میرا ہم نصب کر کے یہاں سے نکل چلو اور دور جا کر اسے آپریت کر دو۔ پوری لیبارٹری مع سائنس دانوں کے ختم ہو جائے گی ورنہ مجھے احساس ہو رہا ہے کہ ہمارے گرد گھبراہٹ ہو رہا ہے اور ہو سکتا ہے کہ پھر ہمیں بچنے ہی نہ دیا جائے“..... رینا نے کہا۔

”پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ لوگ آتی جلدی یہاں نہیں پہنچ سکتے اور اگر پہنچ بھی جائیں تو وہ اس سرگم میں نہیں آ سکتے اور اگر آ بھی گئے تو انہیں آسانی سے ہلاک کیا جاسکتا ہے۔“ جارج نے کہا۔

”اوہ۔ اوہ۔ مجھے اچانک خیال آیا ہے۔ ویری گند۔ ابھی میں لیبارٹری میں جانے والا راستہ کھولتی ہوں۔“..... رینا نے کہا تو جارج

جرت سے اسے دیکھنے لگا لیکن رینا نے دائیں طرف کی دیوار کے درمیان ہاتھ رکھا اور پھر وہ ہاتھ کو ایسے نیچے لے آئی جیسے ہاتھ پھیر کر کوئی چیز چپک کرنا چاہتی ہو لیکن جیسے ہی اس کا ہاتھ تھوڑا سا نیچے ہوا اس نے دوسرا ہاتھ اپنے ہاتھ پر مارا تو کرڑ کرڑ کی آواز کے ساتھ ہی دیوار درمیان سے پھٹ کر سائیکلوں میں غائب ہو گئی۔ دوسری طرف ایک راہداری تھی اور اس کے ساتھ ہی ٹائٹس تھیں ان دونوں کی ناک سے نکل آئی۔

”اوہ۔ ہم واقعی لیبارٹری میں داخل ہو گئے ہیں۔ آؤ اب ہمیں مشن کی تکمیل سے کوئی نہیں روک سکتا“..... جارج نے مسرت پھرے لہجے میں کہا اور پھر جیب سے شین پائل نکال کر تیزی سے آگے بڑھتا چلا گیا۔ رینا بھی اس کے پیچھے تھی۔ اس کا چہرہ بھی کامیابی سے کھلا ہوا تھا۔

نے پوچھا۔

”انچارج۔ کس کا انچارج۔ لیبارٹری کا، سیکورٹی کا یا کسی اور کا“..... سردار نے کہا۔

”سیکورٹی انچارج کے بارے میں مجھے معلوم ہے کہ وہاں فوجی چھاؤنی موجود ہے جہاں سے راستہ لیبارٹری میں جاتا ہے۔ وہاں ملٹری اٹلی جنس کا ایک سیکشن کرنل شہامند کے تحت کام کر رہا ہے اور چیف نے بھی اپنے دو ایجنٹ وہاں بھیجے ہوئے ہیں لیکن یہ سب لیبارٹری کے باہر فوجی چھاؤنی میں موجود ہیں جبکہ اب چیف کو اطلاع ملی ہے کہ انکریمین ایجنٹ حقہی طرف سے کسی خفیہ راستے کے ذریعے لیبارٹری میں داخل ہونے والے ہیں۔ اگر یہ ایجنٹ ایسا کرنے میں کامیاب ہو گئے تو وہ وہاں موجود تمام سائنس دانوں کو بھی ہلاک کر دیں گے اور وہاں سے فارمولا بھی لے اڑیں گے اور ہو سکتا ہے کہ پوری لیبارٹری کو ہی تباہ کر دیں۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ سیکرٹ سروس کے ایجنٹوں کو وہاں لیبارٹری کے اندر پہنچا دیا جائے جہاں سے ان ایجنٹوں کے لیبارٹری میں داخلے کی اطلاع ملی ہے“..... عمران نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

”لیبارٹری انچارج ڈاکٹر گلزار ہیں لیکن وہ بزرگ آدمی ہیں۔ پانچیشا کے چند قابل ترین سائنس دانوں میں سے ایک ہیں۔ میں انہیں فون کر کے تمہارے بارے میں بتا دیتا ہوں۔ تم ان سے براہ راست بات کر لیتا۔ امید ہے وہ تمہارے ساتھ پوری طرح تعاون

عمران رانا ہاؤس پہنچنے ہی فون والے کمرے میں چلا گیا۔ اس نے ٹانگیر کو باہر دکنے کا کہہ دیا تھا اس لئے ٹانگیر ایک اور کمرے میں چلا گیا تھا جبکہ روٹین کے مطابق جوزف کمرے کے دروازے کے باہر موجود تھا۔ عمران نے ریسور اٹھایا اور جیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

”واور ہول رہا ہوں“..... رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے سردار کی آواز سنائی دی۔

”علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) ہول رہا ہوں۔“ عمران نے کہا لیکن اس کا لہجہ سنجیدہ تھا۔

”خیریت۔ تم سنجیدہ ہو“..... سردار نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”یہ بتائیں کہ راج گڑھ لیبارٹری کا انچارج کون ہے۔“ عمران

کریں گے۔۔۔۔۔ سردار نے کہا اور اس کے ساتھ ہی انہوں نے ان کا براہ راست فون نمبر بھی بتا دیا۔

”شکریہ“۔۔۔۔۔ عمران نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔ پھر تقریباً دس منٹ کے انتظار کے بعد اس نے رسیور اٹھایا اور سردار کے بتائے ہوئے نمبر پر کس کرنے شروع کر دیے۔

”ڈاکٹر گلزار بول رہا ہوں۔۔۔۔۔ رابطہ ہوتے ہی ایک مردانہ آواز سنائی دی لیکن لہجہ کی تھوڑی سی تاہی تھی کہ وہ بزرگ آدمی ہیں۔

”علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں۔ سردار نے میرے بارے میں آپ کو فون کیا ہوگا۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

”ہاں۔ انہوں نے ابھی فون کیا ہے لیکن انہوں نے تو بتایا ہے کہ آپ کا تعلق سیکرٹ سروس کے چیف سے ہے جبکہ آپ جو اپنی ڈگریاں جتا رہے ہیں ان کے مطابق تو آپ ڈاکٹر آف سائنس ہیں اور وہ بھی آکسفورڈ یونیورسٹی سے۔ کیا سیکرٹ سروس نے سائنس دانوں کو ملازم رکھنا شروع کر دیا ہے۔۔۔۔۔ ڈاکٹر گلزار نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

میں تو سائنس کا طالب علم ہوں ڈاکٹر صاحب۔ میں کیسے سائنس دان کہلوا سکتا ہوں اور سیکرٹ سروس میں ہر طرح کے لوگ ہوتے ہیں۔ موجودہ دور میں جبکہ سائنس جرائم میں بھی کھل کر

استعمال ہونے لگی ہے۔ اب سائنس دانوں کی بھی ضرورت چڑھتی رہتی ہے۔ بہر حال اس بارے میں بات بعد میں ہوگی۔ اہم ترین مسئلہ یہ ہے کہ انگریزوں کی ایک انجینیئرنگ کراؤز کے دو ایجنٹ جو ایک مرد اور ایک عورت پر مشتمل ہیں اس لیبارٹری میں میزائل آپ ڈیٹ کا فارمولا حاصل کرنے اور لیبارٹری کو تباہ کرنے کے لئے یہاں کام کر رہے ہیں۔ مجھے معلوم ہے کہ آپ کی اس لیبارٹری کے حفاظتی انتظامات شاندار ہیں اور لیبارٹری کا راستہ آپ اندر سے ہی کھول اور بند کر سکتے ہیں اور یہ راستہ فوجی چھاونی سے کھلتا ہے جہاں فٹری انٹیلی جنس کا ایک سیکشن موجود ہے اور وہاں سیکرٹ سروس کے دو ایجنٹ بھی موجود ہیں اور ایک راستہ جو راج گڑھ جنگل میں کھلتا تھا اسے بھی گلڈ سٹون سے بند کر دیا گیا ہے اور وہاں بھی ملٹری انٹیلی جنس کے کسب موجود ہیں لیکن جو مصدقہ اطلاع ملی ہے کہ ان انجینئروں کو ایک ایسی قدیم دور کی سرنگ کا پتہ چلا ہے جو مغربی طرف ماحقدہ علاقہ چٹوڑ گڑھ سے شروع ہو کر آپ کی لیبارٹری تک پہنچتی ہے اور جس کمرے میں آپ نے کانٹھ کہاڑ جمع کر رکھا ہے، وہاں جا چلتی ہے اور یہ دونوں انگریزین ایجنٹ اس وقت چٹوڑ گڑھ پہنچ چکے ہیں۔ ہمیں دار الحکومت سے چٹوڑ گڑھ پہنچنے میں کافی وقت لگ جائے گا اس لئے آپ فوجی چھاونی میں موجود سیکرٹ سروس کے دونوں انجینئروں کو اس کانٹھ کہاڑ والے کمرے تک پہنچا دیں۔ وہ خود ہی ان انگریزین انجینئروں کو سنبھال لیں گے۔ عمران

میا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو عمران نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا اور ریور دکھ دیا۔ ڈاکٹر گھڑار نے یہ کہہ کر کہ ایسا کوئی کمرہ نہیں ہے جس میں کاٹھ کبڑا ہو اسے بے حد حوصلہ دیا تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ کاٹھو نے رانا ہاشم سے بھی جھوٹ بولا تھا یا پھر وہ سرگت اس لیبارٹری میں نہیں بلکہ کہیں اور جا چکی تھی۔ دوسری بات یہ کہ لیبارٹری کے اندر مکمل حفاظتی انتظامات کئے گئے تھے اور یہ تمام انتظامات کیمپیز نازڈ تھے اور وہ کیمپیز نازڈ انتظامات کی پیروی کیوں کو بھی اچھی طرح سمجھتا تھا کہ کسی ایجنسی کو اندر لے جانے سے پہلے اس کا مکمل ڈیٹا، اس کے جسمانی نشانات کی تفصیلات کیمپیز میں فیڈ کرنا ہوتی ہیں اس لئے فوری طور پر ایسا ممکن ہی نہ تھا۔ بہر حال ڈاکٹر گھڑار سے بات کر کے اسے خاصا اطمینان ہو گیا تھا کہ کراؤز انجینئرز اپنے مشن میں کامیاب نہ ہو سکیں گے۔

”جوزف“..... عمران نے دروازے کے باہر موجود جوزف کو آواز دی۔

”ہی ہاں“..... جوزف نے فوراً کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

”ہائیڈرو کو بلاؤ“..... عمران نے کہا۔

”ہی ہاں“..... جوزف نے جواب دیا اور تیزی سے مڑ کر کمرے سے باہر چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد ہائیڈرو اندر داخل ہوا تو اس نے عمران کو سلام کیا۔

نے کہا۔

”آپ کی اور آپ کے چیف کی اطلاع درست ہو گی لیکن آپ کو اور آپ کے چیف کو یہ معلوم نہیں ہے کہ ہم نے لیبارٹری کے اندر بھی انتہائی جدید حفاظتی انتظامات کئے ہوئے ہیں اور یہ تمام نظام کیمپیز نازڈ ہے۔ لیبارٹری کے اندر کوئی غیر متعلقہ آدمی اول تو داخل ہی نہیں ہو سکتا اگر وہ کسی بھی خفیہ راستے سے داخل ہو گا تو اس پر خود بخود ریز فائر ہو جائیں گی اور وہ ہلاک ہو جائے گا اور دوسری بات یہ کہ اس وقت فارمولے پر جس انداز میں کام ہو رہا ہے اور آپ سائنس دان ہیں اور آپ کچھ سیکتے ہیں کہ اس وقت کام انتہائی نازک موڑ پر ہے۔ معمولی سی گزبڑ سے سب کچھ ختم ہو سکتا ہے اس لئے میں کسی ایجنسی کو کسی صورت لیبارٹری کے اندر داخل ہونے کی اجازت نہیں دے سکتا ورنہ لیبارٹری خود بخود تباہ بھی ہو سکتی ہے اور تیسری اور آخری بات یہ کہ ہماری لیبارٹری میں ایسا کوئی کمرہ نہیں ہے جہاں ہم نے کاٹھ کبڑا رکھا ہوا ہو۔ یہ ایک اہم لیبارٹری ہے اور یہاں کاٹھ کبڑا کے لئے مشورہ بھی نہیں بنایا جا سکتا اس لئے آئی ایم سوڈی۔ آپ ان ایجنٹوں کو باہر ہی پکڑیں۔ یہ بات میں پوری ذمہ داری سے کہہ رہا ہوں کہ یہ ایجنٹ اندر داخل نہ ہو سکیں گے اور اگر وہ بھی گئے تو ہلاک ہو جائیں گے۔ اس نازک وقت میں کسی ایجنسی کو کسی بھی صورت لیبارٹری میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ شکریہ“..... دوسری طرف سے مسلسل بولتے ہوئے کہا



جہاں دارالحکومت سے یہاں چوتڑ گڑھ حویلی میں آئے ہوئے ہیں۔ ایک مرد اور ایک عورت۔ ان سے سیری بات کراؤ۔“ عمران نے لہجہ بدل کر بات کرتے ہوئے کہا۔

”وہ تو ابھی کاشہ کے ساتھ جیپ میں جینے کر چلے گئے ہیں۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

”کہاں گئے ہیں؟“ عمران نے چونک کر پوچھا۔  
 ”یہ تو معلوم نہیں جناب۔ بہر حال وہ یہاں موجود نہیں ہیں۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

”تحتی ویر ہوئی ہے انہیں گئے ہوئے؟“ عمران نے پوچھا۔  
 ”جی دس پندرہ منٹ ہوئے ہوں گے۔“ دوسری طرف سے کہا گیا۔

”ٹھیک ہے۔“ عمران نے کہا اور ریسور دکھ دیا۔

”تمہاری بات درست ثابت ہوئی ہے۔ وہاں یقیناً کوئی ایسی اطلاع پہنچی ہے کہ انہوں نے رات کا انتظار چھوڑ کر فوری کارروائی شروع کر دی ہے۔ گو مجھے یقین ہے کہ وہ لیبارٹری میں داخل نہ ہو سکیں گے اور اگر ہو بھی گئے تو ہلاک ہو جائیں گے لیکن ہمارا وہاں فوری طور پر پہنچنا ضروری ہے۔ ہمیں ٹیلی کاہلر حاصل کرنا ہو گا۔“ عمران نے کہا۔

”ہاس۔“ ٹیلی کاہلر کی آواز چوتڑ گڑھ میں سن کر وہ لوگ ہوشیار ہو جائیں گے۔ یہاں سے چوتڑ گڑھ کے لئے چھوٹے ٹیارے

”جینو چائیگر۔“ عمران نے سلام کا جواب دیتے ہوئے کہا اور پھر چائیگر کے بیٹھے پر اس نے سردار کے دو پیسے ڈاکٹر گلزار سے ہونے والی تمام بات چیت وہ ہرا دی۔

”ہاس۔“ ڈاکٹر گلزار دوست کہہ رہے ہوں گے کہ وہاں فوری طور پر کسی انٹیلی کا داخل ہونا تقریباً ناممکن ہے لیکن ان انٹیلیوں کو کور کرنے کے لئے تو ہمیں وہاں جانا ہی ہو گا۔“ چائیگر نے کہا۔

”ہاں۔ لیبارٹری کی طرف سے تو مجھے اطمینان ہو گیا ہے لیکن ہمیں بہر حال وہاں پہنچنا ہے۔ یہ لوگ رات کو لیبارٹری میں جانے کی کوشش کریں گے۔ جب تک یہ چوتڑ گڑھ میں رانا ہاشم کی حویلی میں رہیں گے اور ہم وہاں جا کر آسانی سے انہیں کور کر سکتے ہیں۔“ عمران نے کہا۔

”ہاس۔ رانا ہاشم کی ہلاکت کی خبر چوتڑ گڑھ پہنچ گئی تو ہو سکتا ہے کہ یہ ایجنٹ رات کا انتظار نہ کریں۔“ چائیگر نے کہا تو عمران بے اختیار چونک پڑا۔

”اوہ۔ تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ ہمیں فوری وہاں پہنچنا چاہئے۔ اوہ۔ میں معلوم کرانا ہوں۔“ عمران نے کہا اور ایک بار بھر ریسور اٹھا کر تیزی سے فبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

”حویلی رانا ہاشم چوتڑ گڑھ۔“ رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے ایک مردانہ آواز سنائی دی۔  
 ”میں دارالحکومت سے رانا اکمل بول رہا ہوں۔ رانا ہاشم کے

چارڈو کرائے جا سکتے ہیں۔ وہاں ایک چھوٹا سا ایئر پورٹ ہے اور سیاح وہاں ان چارڈو خیلاروں سے آتے جاتے ہیں۔۔۔۔۔ ٹائنگر نے کہا۔

”یہاں ایئر پورٹ سے خیلارے چارڈو کرائے جاتے ہیں یا کسی اور جگہ سے؟“۔۔۔۔۔ عمران نے چونک کر پوچھا۔

”ایئر پورٹ سے ہاں۔ آپ ابھی چلیں۔ وہاں سے آسانی سے خیلارو مل جائے گا اور ہم دو ٹکٹوں میں چتوڑ گڑھ پہنچ جائیں گے۔۔۔۔۔ ٹائنگر نے کہا۔

”اوکے۔ ٹھیک ہے۔ آؤ چلیں۔“۔۔۔۔۔ عمران نے کہا اور اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے اٹھنے ہی ٹائنگر بھی اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور پھر وہ دونوں میر دنی دروازے کی طرف بڑھ گئے۔

جارج اور ریٹا تیزی سے راہداری میں آگے بڑھے چلے جا رہے تھے کہ اچانک وہ دونوں رک گئے کیونکہ سامنے ایک فولادی بند دروازہ تھا جس پر سرخ رنگ کی آڑھی ترچھی لہریں اس طرح دوڑ رہی تھیں کہ پورا دروازہ ان لہروں کی زد میں تھا۔

”اوہ۔ ٹارک ریج۔ اس قدر جدید ریج۔“۔۔۔۔۔ جارج نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

”اس کا مطلب ہے کہ اس لیبارٹری میں انتہائی جدید حفاظتی انتظامات موجود ہیں۔“۔۔۔۔۔ ریٹا نے کہا۔

”ہاں۔ اور ٹارک ریج کمپیوٹر کے ذریعے کام کرتی ہیں اور ٹارک ریج کی یہاں موجودگی بتا رہی ہے کہ اس پوری لیبارٹری کو کمپیوٹر کنٹرول میں دیا گیا ہے۔“۔۔۔۔۔ جارج نے کہا۔

”تو پھر اس کا کیا عمل ہے؟“۔۔۔۔۔ ریٹا نے کہا۔

”اس کا حل الیون ہنڈرو ڈیڑو ایٹ ہے اور وہ میرے پاس موجود ہے۔ تمہیں معلوم ہے کہ میں مشن پر جانے سے پہلے ہر قسم کی صورت حال کو نظر میں رکھ کر کام کرتا ہوں۔“ جارج نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ دیری گڈ۔ تمہاری کامیابی کا گراف اسی لئے تو آسمان پر ہے۔“ ریٹا نے سر تھمہ بھرے لہجے میں کہا اور جارج نے اپنے کونٹ کی اندرونی جیب سے ایک لفافہ نکالا۔ اس لفافے کو کھول کر اس نے اس کے اندر موجود کالے رنگ کا ایک چھوٹا سا آلہ نکالا اور اس کا ایک ٹین پرپس کیا تو اس آلے پر سرخ رنگ کا ایک چھوٹا سا بلب جل اٹھا۔ جارج نے آگے بڑھ کر یہ آلہ ان ٹارگٹ ریز کے قریب کر کے اس نے ایک اور ٹین پرپس کر دیا تو سرخ رنگ کا بلب ہنڈرنگ میں تبدیل ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی دروازے پر دوڑنے والی سرخ رنگ کی لہریں پلکھت غائب ہو گئیں۔

”کیا ہمیں ہر قدم پر یہ کام کرنا ہو گا۔“ ریٹا نے کہا۔

”نہیں۔ الیون ہنڈرو ڈیڑو ریز نے مین کمپیوٹر کا یہ شہ آف کر دیا ہے۔ اب پوری لیبارٹری میں جو بھی سائنسی حقائق ان مقامات ہوں گے وہ سب آف ہو گئے ہیں اور اب انہیں دوبارہ کسی صورت آن نہیں کیا جاسکتا جب تک کہ الیون ہنڈرو ریز سے زیادہ پاور فل کمپیوٹر یہاں نصب نہ کریں اس لئے اب یہ لیبارٹری ہم پر مکمل طور پر اوپن ہو چکی ہے۔ البتہ ایک بات ہے اور اس کا تم نے بھی

خیال رکھنا ہے۔“ جارج نے کہا تو ریٹا بے اختیار چونک پڑی۔  
”وہ کیا۔“ ریٹا نے چونک کر کہا۔

”الیون ہنڈرو ڈیڑو ریز لیبارٹری میں پچھلی ہوئی ہوں گی اس لئے اب لیبارٹری کے اندر کوئی بارودی یا شعاعی اسلحہ کام نہیں کرے گا اس لئے ہمیں کسی بھی رکاوٹ میں ٹھہرنا یا ہتھیار استعمال کرنے ہوں گے۔ دیکھو یہ سائنس دان ہی ہوں گے۔ فیلڈ کے لوگ نہیں ہوں گے اس لئے آسانی سے ان کی گردنیں توڑی جاسکتی ہیں۔“ جارج نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ میں سمجھ گئی ہوں لیکن تمہانے یہاں ان کی تعداد کتنی ہوگی۔“ ریٹا نے کہا۔

”ہماری اولین کوشش یہی ہوگی کہ ہم کم سے کم افراد کا خاتمہ کریں کیونکہ میگا بم جب فائر ہوگا تو نہ یہ لیبارٹری رہے گی اور نہ ہی اس میں موجود سائنس دان۔ بلکہ وہ سکتا ہے کہ فوجی جھاوٹی بھی ساتھ ہی اڑ جائے اس لئے اب اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ ہمارے ہاتھوں کتنے مرتے ہیں اور کتنے نہیں۔“ جارج نے کہا۔

”لیکن ابھی تو تم کہہ رہے تھے کہ اندر بارودی یا شعاعی ہتھیار کام نہیں کریں گے۔ پھر۔“ ریٹا نے قدروے پریشان ہوتے ہوئے کہا۔

”ہم وہاں ہی پر میگا بم پتی بیٹیں رکھ دیں گے۔ یہاں جب یہ

پتی فار ہو گی تو پوری لیبارٹری کو پوری پہاڑی سمیت اڑا دے گی۔  
جارج نے کہا تو ریتا نے اطمینان بھرے انداز میں سر ہلا دیا۔

”اب بہت محتاط رہنا“..... جارج نے کہا اور آگے بڑھ کر اس نے فولادی دروازے پر گئے ہوئے فولادی چکر کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر اسٹی لٹاک کھینچا تو بلکی سی آواز کے ساتھ ہی دروازہ کھٹکا چلا گیا۔ دروازے کی دوسری طرف ایک راہداری تھی۔ جارج نے دروازہ اندر سے بند کیا اور پھر وہ راہداری میں محتاط انداز میں آگے بڑھنے لگا۔ راہداری میں کمروں کے دروازے تھے لیکن یہ سب دروازے بند تھے۔ اچانک ایک دروازے کے سامنے وہ رک گیا۔ اس دروازے کی سائیڈ میں ایک پلیٹ پر ڈاکٹر گھبرا کا نام اور ڈگریاں درج تھیں۔ جارج نے آہستہ سے دروازے کو دبا دیا تو دروازہ لاکھڑا نہ تھا اور وہ کھٹکا چلا گیا۔ کمرہ خاصا بڑا تھا اور آفس کے انداز میں سجایا گیا تھا۔

”میں چیک کرتا ہوں۔ یہ لیبارٹری کے انچارج کا آفس ہے۔  
شاید فارمولا یہاں موجود ہو“..... جارج نے کہا اور ریتا نے اہانت میں سر ہلا دیا۔ جارج آفس میں داخل ہو گیا جبکہ ریتا وہیں کھڑی رہی تاکہ اگر اس دوران کوئی آجائے تو اسے روکا جائے۔ جارج نے ایک الماری کھول کر چیک کرتا شروع کر دیا لیکن الماری میں اسے میزیکل اپ ڈیٹ کے فارمولے کی فائل نہ ملی اور اس نے آفس میبل کی دراز میں چیک کرتا شروع کر دیں اور پھر سب سے

خفیہ دروازہ کو کھولنے ہی اس کی آنکھوں میں تیز چمک ابھر آئی کیونکہ وہاں فائل موجود تھی جس پر میزیکل اپ ڈیٹ کے الفاظ درج تھے۔ اس نے فائل نکال کر میز پر رکھی اور اسے کھولا تو فائل میں چار کاغذ موجود تھے۔ جارج نے اپنے کوٹ کے بائیں ہاتھ کی اوپر والی جیب سے ایک سرخ رنگ کا بال پوائنٹ نکالا اور پھر اس کی نکتے والی سائیڈ کا رخ کاغذ کی طرف کر کے اس نے پچھلے حصے کو پریس کیا تو بال پوائنٹ کی نوک سے تیز روشنی نکل کر پورے کاغذ پر پھیل گئی۔ اس نے کاغذ پلٹا اور ایک بار پھر یہی عمل دوہرایا۔ فائل میں چار کاغذ تھے اور جارج نے سب کے ساتھ یہی عمل دوہرایا اور اب اس کے چہرے پر اطمینان کے تاثرات ابھر آئے۔ اس نے جلدی سے فائل بند کر کے اسے واپس میز کی سب سے خفیہ دروازہ میں رکھ کر اس نے آہستہ سے دروازہ بند کر دی اور پھر الماریوں کو بند کر کے وہ تیزی سے مڑا۔ بال پوائنٹ اس نے واپس اوپر والی جیب میں رکھ لیا تھا اور اس کی کیپ دیکھ کر کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ اس میں اس قدر طاقتور ریز کیمرہ ہو گا۔

”آؤ کام ہو گیا ہے“..... جارج نے باہر نکل کر آہستہ سے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے آفس کا دروازہ دوبارہ بند کر دیا اور پھر وہ وہیں سے ہی واپس اسی فولادی دروازے کی طرف بڑھ گئے۔ پھر اس دروازے سے باہر آ کر جارج نے فولادی چکر کو گھما کر اسے بند کر دیا اور اپنے کوٹ کی اندرونی جیب سے ایک چھوٹا

ریگ کر باہر جانا تھا اور تھوڑی سی کوشش کے بعد جارج ریگتا ہوا چٹانوں کے درمیان موجود سوراخ میں سے باہر آ گیا۔ اس کے پیچھے ریگ بھی باہر آ گئی اور زور زور سے سانس لینے لگی۔

”وو“۔۔۔ جارج نے اس کا ہاتھ پکڑ کر سمجھنے ہوئے کہا اور پھر وہ دونوں اس جھاڑی کے قریب سے گزرے جہاں کاشوکی لاش پڑی ہوئی تھی۔ جارج اور ریٹا دونوں اسے عقارت بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے آگے بڑھتے چلے گئے اور پھر وہ اس جگہ پہنچ گئے جہاں جیب موجود تھی۔ جارج ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا جبکہ ریٹا سائیڈ سیٹ پر بیٹھ گئی۔

”نقشہ نکالو تاکہ ایئر پورٹ کا راستہ سمجھ لیں“۔۔۔ جارج نے کہا تو ریٹا نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے ڈیش بورڈ کھولا اور اس میں رکھا ہوا تہہ شدہ نقشہ نکال کر ڈیش بورڈ بند کر دیا اور نقشے کو کھول کر ریٹا اپنے اور جارج کے درمیان رکھ کر اس پر جھک گئی۔ جارج نے بھی جھک کر اسے دیکھا اور پھر انہوں نے اس جگہ کو نقشے میں مارک کر لیا جہاں وہ اس وقت موجود تھے اور پھر انہوں نے مل کر نقشے میں ایئر پورٹ کو تلاش کیا اور پھر وہاں تک پہنچنے والی سڑکیں چیک کرنا شروع کر دیں۔ کافی دیر تک چیکنگ کرنے کے بعد جب جارج کو یقین ہو گیا کہ اسے ایئر پورٹ کا راستہ اچھی طرح یاد ہو گیا ہے تو وہ سیدھا ہوا اور پھر اس نے جیب کو آگے بڑھا دیا جبکہ ریٹا نے نقشہ بند کر کے اسے واپس ڈیش بورڈ میں رکھ دیا۔ پھر

سائیکٹ نکالا۔ اس میں سے سرخ رنگ کی پتی نکالی جو ریگ بم تھا۔ جارج نے اس کے اوپر موجود ایک مچھوٹے سے ٹن کو پریس کر دیا تو وہ جگہ جہاں اس نے دھاوا ڈالا تھا جھلدار ہو گئی۔ جارج نے بڑے محتاط انداز میں یہ پتی دیکھ کر اس کی اوٹ میں اس طرح رکھ دی کہ سرسری انداز میں نظر نہ آ سکے۔

”یہاں وائریس ریز پہنچ جائیں گی کیونکہ یہ جگہ بند ہے“۔ ریٹا نے کہا۔

”وائریس ریز پاتال میں بھی پہنچ جاتی ہیں“۔۔۔ جارج نے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر وہ دونوں تیزی سے واپس مڑ گئے۔ پھر اس کمرے میں جہاں پرانی ٹکڑی کی چیزیں پڑی تھیں پہنچ کر جارج نے وہ چٹان دہ پارہ برابہ کر دی اور اس کے بعد وہ باہر جانے والی سڑگ میں داخل ہو گئے اور ایک بار پھر وہاں کی چٹان کو بھی بند کر دیا۔ اس کے بعد جارج نے جیب سے نارنج نکالی اور پھر وہ واپسی کا سفر طے کرنے لگے۔

”مجھے تو یقین ہی نہیں آ رہا جارج کہ ہم مشن مکمل کر کے واپس جا رہے ہیں۔ کوئی مقابل ہی نہیں آیا“۔۔۔ ریٹا نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”یہ واقعی ہماری خوش قسمتی ہے ورنہ یہ لوگ تو ہمارے نقش قدم پر چلتے ہوئے آ رہے تھے“۔۔۔ جارج نے کہا تو ریٹا نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ اس جگہ پہنچ گئے جہاں انہیں

تقریباً ایک ڈیڑھ گھنٹے کی ڈرائیونگ کے بعد اور کئی جگہوں سے لوگوں سے پوچھنے کے بعد بہر حال وہ ایئر پورٹ پہنچ گئے۔ یہ چھوٹا سا ایئر پورٹ تھا جہاں صرف چھوٹے طیارے ہی اتر سکتے تھے۔ ایسے چھوٹے طیارے جن میں زیادہ سے زیادہ چھ افراد بیٹھ سکتے تھے۔ جارج نے جب کو پارکنگ میں روکا اور پھر جیپ سے نیچے اتر آیا۔ دوسری طرف سے ریٹا بھی نیچے اتر آئی اور پھر وہ دونوں تیز تیز قدم اٹھاتے ایئر پورٹ کے آفس کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ ایک دھڑ پر چارٹرڈ طیاروں کی بنگلہ کا بورڈ موجود تھا اور ایک باوردی آدمی وہاں موجود تھا۔

”ہمیں دارالحکومت کے لئے طیارہ چارٹرڈ کرنا ہے“..... جارج نے کہا۔

”نہیں سر۔ ابھی ایک طیارہ دارالحکومت سے یہاں پہنچا ہے۔ وہ آپ تک کر سکتے ہیں لیکن آپ کو ایک گھنٹہ انتظار کرنا پڑے گا تاکہ اس کا فیول خالی کیا جاسکے اور اس کی صفائی اور چیکنگ وغیرہ کی جاسکے“..... بنگلہ دھڑ پر موجود آدمی نے مودبانہ لہجے میں جواب دیا۔

”ٹھیک ہے۔ یہاں ریستوران تو ہوگا۔ ہم وہاں ایک گھنٹہ گزار لیتے ہیں۔ کتنی رقم دینا ہوگی لیکن میرے پاس تو گھر کا چیک ہے“..... جارج نے کہا تو بنگلہ آفیسر نے چیک لینے کا اقرار کر لیا اور رقم بتا دی۔

”آپ ڈاروں میں بتائیں“..... جارج نے کہا تو بنگلہ آفیسر نے ڈاروں میں رقم بتا دی اور جارج نے جیب سے چیک نکال کر ایک چیک پر رقم لکھی اور پھر دھک کر کے اس نے چیک کو چیک بک سے علیحدہ کیا اور پھر اسے بنگلہ آفیسر کی طرف بڑھا دیا۔ بنگلہ آفیسر نے چیک کو غور سے دیکھا اور پھر اسے ورائز میں رکھ کر اس نے سامنے موجود رجسٹر میں اندراجات کرنے شروع کر دیے۔

”آپ کے نام کیا ہیں“..... بنگلہ آفیسر نے کہا۔

”میرا نام روبرٹ ہے اور یہ میری ساتھی ہے مس ڈوگ“۔ جارج نے کہا تو بنگلہ آفیسر نے ایک بار پھر انہیں حیرت بھری نظروں سے دیکھا کیونکہ وہ مقامی میک اپ میں تھے لیکن پھر اس نے نظریں جھکا لیں اور رجسٹر پر اندراجات کر کے اس نے رقم کی رسید کافی اور رسید ان کی طرف بڑھا دی۔

”ایک گھنٹے بعد آپ کو فلائٹ تیار ملے گی“..... بنگلہ آفیسر نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ اب بتا دیں کہ ریستوران کدھر ہے“..... جارج نے کہا تو بنگلہ آفیسر نے اشارے سے انہیں بتا دیا۔ چند لمحوں بعد وہ دونوں ایئر پورٹ کی نسبت سے چھوٹے سے ریستوران میں بیٹھے ہوئے تھے۔ جارج نے ہاٹ کافی اور کلب سینڈویچ منگوا لئے۔

”وہ میچ ہم کب کاڑ کرو گے“..... ریٹا نے کہا۔

”ابھی کرتے ہیں“..... جارج نے مسکراتے ہوئے کہا اور گوث کی اندرونی جیب سے وائٹلیس ڈی چارجر نکال لیا۔  
 ”کاش۔ یہاں ہم اس پہاڑی کے پھٹنے کا نظارہ بھی کر سکتے۔“  
 رہنا نے کہا۔

”ہاں۔ اگر ایسا ہو جاتا تو زیادہ لطف آتا“..... جارج نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔  
 ”دس کلومیٹر کی ریش سے باہر تو نہیں پہنچ گئے“..... رہنا نے ایک خیال کے آتے ہی پوچھا۔

”ریش میں ہیں۔ دیکھو یہ سرخ بلب جل اٹھا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ ریش درست ہے“..... جارج نے رہنا کو ڈی چارجر دکھاتے ہوئے کہا اور پھر جارج نے جیسے ہی ہاتھ واپس کیا تاکہ دوسرا جنن پریس کرے اچانک کسی نے اس کے ہاتھ پر جھپٹا مارا اور دوسرے لمحے اس کے ہاتھ سے ڈی چارجر غائب ہو چکا تھا اور وہ بے اختیار بوکھلائے ہوئے انداز میں ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا لیکن دوسرے لمحے اس کا ذہن اس قدر تیزی سے تاریک پڑ گیا جیسے کیمرے کا شٹر بند ہوتا ہے اور اس کے تمام احساسات اس تاریکی میں جیسے ڈوبتے چلے گئے۔

چھوٹے طیارے نے جیسے ہی چوڑا کڑھ کے چھوٹے ایئر پورٹ پر لینڈ کیا وہ جیسی کرنا ہوا ایئر پورٹ کی عمارت کے قریب آ کر رک گیا۔ طیارے میں صرف عمران اور ٹائیگر ہی تھے اور وہ دارالحکومت سے طیارہ چارٹرڈ کر کر یہاں آئے تھے۔ طیارے سے نیچے اتر کر وہ دونوں بیڈل چلتے ہوئے عمارت میں داخل ہوئے اور پھر پبلک لائونج کی طرف بڑھنے لگے۔ ایئر پورٹ پر زیادہ افراد نہیں تھے۔ عمران ایک ونڈو کے سامنے سے گزرا تو اس کی نظریں ونڈو کے سامنے کھڑے مرد اور اس کے قریب کھڑی عورت پر پڑیں تو اس کے قدم آہستہ ہو گئے اور اس نے ٹائیگر کو مخصوص اشارہ کیا تو ٹائیگر بھی آہستہ ہو گیا۔ عمران دو قدم اٹھا کر رک گیا تھا۔ ٹائیگر بھی اس کے ساتھ رک گیا تھا۔

”میرے ساتھ اس طرح باتیں کرنا جیسے تم کسی اہم موضوع پر

مجھے سمجھانے کی کوشش کر رہے ہو..... عمران نے سرگوشیاں انداز میں کہا تو ٹائیکر نے واقعی اس طرح بولنا شروع کر دیا جیسے وہ عمران کو کوئی خاص پراخت سمجھانے کی کوشش کر رہا ہو لیکن عمران کے کان اپنے عقب میں کھڑے مرد اور عورت کی باتوں پر لگے ہوئے تھے۔ مرد ہی بول رہا تھا جبکہ عورت خاموش کھڑی تھی۔ وہ خیابانہ چارڈو کر رہے تھے۔ پھر عمران نے مرد کو ڈالروں میں کرایہ بتانے اور گارنٹری چیک دینے ہانے کی بات بھی سن لی۔ آخر میں مرد نے اپنا نام روبنز اور عورت کا نام مس ڈوگی بتایا اور پھر اس مرد نے ریستوران کے بارے میں پوچھا۔

”آؤ۔ ریستوران میں چلتے ہیں“..... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ مڑا اور کونے میں موجود ریستوران کی طرف بڑھ گیا۔ ٹائیکر اس کے پیچھے تھا۔ چند لمحوں بعد وہ دونوں ریستوران میں داخل ہو گئے۔ عمران نے ٹائیکر کو بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود وہ میجر کے آفس کی طرف بڑھ گیا جو سامنے تھا۔ عمران نے دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گیا۔ میز کے پیچھے بیٹھا ہوا آدمی اس کے استقبال کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔

”جی صاحب۔ حکم“..... میجر نے مودبانہ لہجے میں کہا تو عمران نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور ایک کارڈ نکال کر میجر کے سامنے رکھ دیا۔ میجر نے ایک نظر کارڈ پر ڈالی تو اس کا چہرہ یلغوت زرد پڑ گیا اور اس کا ہاتھ جس میں اس نے کارڈ پکڑا ہوا تھا کانپنے لگ گیا۔

”نہیں سر۔ حکم سر۔ ہم تو خادم ہیں سر“..... میجر نے قدرے کانپتے ہوئے لہجے میں کہا تو عمران نے اس کے ہاتھ سے کارڈ لیا اور اس پر ایک نظر ڈال کر اسے واپس جیب میں رکھ لیا۔ اس کی جیب میں کئی طرح کے کارڈ پڑے رنجے تھے اس لئے اسے بھی معلوم نہ تھا کہ اس نے کون سا کارڈ میجر کو دے دیا ہے۔ کارڈ پر عبدالرشید ڈپٹی ڈائریکٹر منسٹرل اعلیٰ جنس بیورو درج تھا اور کارڈ پر سرکاری نشانات بھی موجود تھے۔ اب اسے معلوم ہوا تھا کہ اس چھوٹے سے ایئر پورٹ کا میجر یہ کارڈ پڑھ کر کیوں زرد پڑ گیا تھا اور وہ کیوں کانپنے لگ گیا تھا۔

”گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے لیکن جنہیں ہمارے ساتھ تعاون کرنا پڑے گا ورنہ جنہیں بھی ہیڈ کوارٹر لے جا کر قہر ڈگری کے عمل سے گزارا جا سکتا ہے“..... عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

”بناب۔ ہم حکومت کے خادم ہیں۔ آپ حکم فرمائیں۔“ میجر نے کانپتے ہوئے لہجے میں کہا۔ ظاہر ہے قہر ڈگری کے بارے میں وہ کافی کچھ جانتا تھا۔

”تمہارے ریستوران میں ایک جوڑا آ رہا ہے۔ یہ جوڑا دشمن ایجنٹ ہیں اور ہم نے انہیں فوری بے ہوش کرنا ہے اور بے ہوش کر کے ہم انہیں تمہارے کمرے میں لے آئیں گے۔ تم اپنے دونوں ویٹرز کو بلا کر سمجھا دو۔ اگر تعاون کرو گے تو سیف رہو گے ورنہ۔“ عمران نے جان بوجھ کر قہر ڈگری اور اوصاف چھوڑ دیا تھا۔



”نہیں سر۔ ہم آپ سے مکمل تعاون کریں گے“..... منیجر نے کہا تو عمران نے جیب سے گیس پمپ نکالا اور اس کا میٹرزین کھول کر اس نے اس میں سے دو کپسول نکالے اور پھر منیجر سے کانڈ لے کر اس نے ان دونوں کپسولوں کو کھول کر ان میں بھرا ہوا سفید رنگ کا پاؤڈر نکال کر کانڈ پر ڈالا اور پھر اس نے کانڈ کی پڑیا سی بنائی۔ اس دوران اس نے سانس روک رکھا تھا جبکہ منیجر باہر اپنے ویٹرز کو معاملات سمجھانے چلا گیا تھا۔ دونوں پڑیاں جیب میں ڈال کر عمران آفس سے باہر آیا تو وہ جوتڑا ایک ٹیبل کے گرد بیٹھ چکا تھا جبکہ ٹائیگر ان کے پیچھے والی میز پر بیٹھا ہوا تھا۔ ایک ویٹران سے آرزو لے کر واپس آ رہا تھا۔

”اوکے“..... عمران نے باہر موجود منیجر کے قریب سے گزرتے ہوئے کہا۔

”نہیں سر۔ آپ بے فکر ہو کر کارروائی کریں۔ آل ازاو کے۔“ منیجر نے آہستہ سے کہا تو عمران نے جیب میں موجود دونوں کانڈ کی نئی ہوئی پڑیاں دہائیں اور پھر ہاتھ باہر نکال لیا۔ وہ اب ٹیبل کے قریب سے گزر رہا تھا جس پر رومرز اور ڈوگی بیٹھے ہوئے تھے اور عمران بے اختیار چونک پڑا۔ اس نے رومرز کے ہاتھ میں ایک مچکا ہم ڈی چارجر دیکھا۔ اس کا سرخ بلب جل رہا تھا اور وہ ڈوگی کو دکھا رہا تھا۔ پھر اس سے پہلے کہ وہ دوسرا ہنر دیتا عمران کا ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے بڑھا اور دوسرے لمحے اس نے رومرز سے ڈی

چارجر چمکین لیا۔ رومرز ایک جھٹکے سے اٹھا ہی تھا کہ عمران نے دوسرے ہاتھ میں پکڑی ہوئی کانڈ کی پڑیوں کو زور سے کھینچا اور گھما کر رومرز کی ناک پر مار دیا۔ اس کے ساتھ ہی وہ بجلی کی سی تیزی سے گھوما اور اٹھ کر کھڑی ہوتی ہوئی ڈوگی کی ناک پر بھی اس کا ہاتھ پڑا جس میں وہ سفید رنگ کا پاؤڈر موجود تھا اور رومرز اور ڈوگی دونوں لہراتے ہوئے فرش پر گر گئے تو عمران نے ڈی چارجر کا ایک بیٹن پر پس کر کے وہ سرخ رنگ کا بلب آف کیا اور اسے جیب میں رکھ لیا جبکہ بیرونی کاؤنٹر پر کھڑے منیجر نے ویٹرز کو اشارہ کیا تو ویٹرز نے تیزی سے آگے بڑھ کر رومرز اور ڈوگی کو اٹھایا اور انہیں فوراً ریسٹوران سے آفس کے عقب میں موجود ایک کمرے میں فرش پر لٹا دیا۔ ٹائیگر کا چہرہ حیرت کی شدت سے مچکا سا گیا تھا۔ اسے اس سارے ڈرامے کی کوئی سمجھ ہی نہ آ رہی تھی۔ یہ تو اچھا ہوا کہ ان کے علاوہ اس وقت ریسٹوران میں اور کوئی آدمی موجود نہ تھا ورنہ اچھا خاصا ہنگامہ ہو جاتا۔

”ٹائیگر۔ جاؤ اور پارکنگ سے کوئی گاڑی لے آؤ۔ ہم نے ان دونوں کو لے جاتا ہے۔ جلدی کرو۔ اس منیجر کے آفس کے عقبی دروازے کے باہر اسے روک دینا۔ یہی ہمارے مطلوبہ لیکنٹ ہیں“..... عمران نے کہا تو ٹائیگر اس طرح اچھلا جیسے اس کے جسم میں لاکھوں دوپٹوں کا الیکٹریک کرنٹ دوڑ گیا ہو اور پھر تھوڑی دیر بعد ٹائیگر نے ایک جیب لاکر دروازے کے پاس روک دی تو عمران کے کہنے پر

سنجر اور ویشز نے دونوں بے ہوش افراد کو اٹھایا اور جیب میں ڈال دیا۔

”صاحب۔ یہ دونوں آئے بھی اس جیب میں تھے۔ میں نے دیکھا تھا۔“ ایک ویشز نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

”اوکے۔“ عمران نے جیب سے ایک بڑا نوٹ نکال کر اسے دیتے ہوئے کہا تو ویشز نے سلام کیا اور واپس مڑ گیا۔ تھوڑی دیر بعد جیب تیزی سے دوڑتی ہوئی آگے بڑھی چلی جا رہی تھی۔ ڈرائیونگ سیٹ پر عمران اور سائیل سیٹ پر ٹائیگر بیٹھا ہوا تھا۔ پھر وہ راستے میں حویلی رانا ہاشم کا پوچھ کر آگے بڑھتے رہے۔

”پاس۔ اس حویلی میں کافی لوگ ہوں گے نہ آپ ان سے پوچھ کچھ کرنا چاہتے ہیں۔“ ٹائیگر نے کہا۔

”ہاں۔ میں اس سرنگ کے بارے میں معلوم کرنا چاہتا ہوں۔“ عمران نے کہا۔

”تو ہاں میں کوئی ویران حویلی تلاش کرنا ہوگی۔ یہ تربیت یافتہ ایجنٹ ہیں۔ آسانی سے زبان نہیں کھولیں گے۔“ ٹائیگر نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ چلو ایسے ہی سمی۔“ عمران نے کہا اور تھوڑا سا آگے جاتے ہی اس نے جیب کو ایک سائیل پر موجود ایک کنڈری عمارت کے اندر موڑ گیا۔

”اس عورت کو سیمیں پڑا رہے دو اور اس مرد کو اٹھا کر اندر لے آؤ۔“ عمران نے جیب سے نیچے اترتے ہوئے کہا تو ٹائیگر

سر ہلاتا ہوا نیچے اترا اور اس نے عقب میں پڑے ہوئے روہرز کو اٹھا کر کاندھے پر لاوا اور ایک قدرے درست کمرے میں جا کر اس نے عمران کی ہدایت پر اسے دیوار کے ساتھ پشت لگا کر بٹھا دیا۔

”اسے پکڑے رہو۔“ عمران نے کہا اور خود اس نے جیب سے نچر نکالا اور نچر کی لوک سے اس نے روہرز کی گردن کی عقبی طرف کٹ لگا دیا۔ جیسے ہی خون رسنے لگا روہرز کے جسم میں حرکت کے آثار نمودار ہونے شروع ہو گئے اور عمران اس کے سامنے زمین پر آکڑوں بیٹھ گیا۔

”اسے پکڑے رکھنا۔ میں نے اس کے ذہن سے سب کچھ معطوم کرنا ہے ورنہ اس کے ٹکڑے بھی اڑا دیے جائیں تو یہ کچھ نہیں بتائے گا۔“ عمران نے کہا تو ٹائیگر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ چند لمحوں بعد روہرز نے آنکھیں کھول دیں اور پھر اس نے جیسے ہی سامنے موجود عمران کو دیکھا تو اس کی نظریں عمران پر جم گئیں۔ اب اس کی چمکیں تک نہ جھپک رہی تھیں۔ ادھر عمران کی چمکیں بھی نہ جھپک رہی تھیں۔ عمران کا چہرہ تیزی سے سرخ ہوتا جا رہا تھا۔ پھر کچھ دیر بعد عمران نے ایک جھٹکے سے نظریں روہرز کے چہرے سے ہٹائیں اور آنکھیں بند کر کے ان پر اپنے دونوں ہاتھ رکھ لئے جبکہ روہرز کی آنکھیں دوبارہ بند ہو گئی تھیں اور اس کا تپا ہوا جسم بھی ایک بار پھر ڈھیلا پڑ گیا تھا۔ چند لمحوں بعد عمران نے

کر جیب کی مٹھی سیٹ پر ڈال دیا۔

”ہاں۔ یہ دوبارہ خود بخود کیسے بے ہوش ہو گیا۔“ ٹائیگر نے پوچھا۔

”میں نے اسے حکم دیا تھا کہ یہ بے ہوش ہو جائے اور جب تک میں اسے حکم نہ دوں یہ ہوش میں نہ آئے۔“ عمران نے جواب دیا تو ٹائیگر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

چہرہ گھمایا تو اب اس کے چہرے کا رنگ جو قندھاری انار سے بھی زیادہ سرخ ہو گیا تھا خاصی حد تک نارمل ہو گیا تھا لیکن اس کی آنکھوں میں سرخی ابھی تک موجود تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ آشوب چشم کا مریض ہو۔

”ہاں۔ آپ کی آنکھیں تیز سرخ ہو رہی ہیں۔“ ٹائیگر نے تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

”ہاں۔ کچھ دیر تک یہ ایسے ہی رہیں گی۔ آئی ٹی ای کا یہی مسئلہ ہے کہ اس میں آنکھوں اور ذہن دونوں پر ناقابل برداشت دباؤ پڑتا ہے۔“ عمران نے جواب دیا۔

”آئی ٹی ای۔ یہ کیا ہوتا ہے ہاں۔“ ٹائیگر نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

”آئیڈیاز ٹرانسفرڈ ہائی آئیئر۔“ مطلب ہے آنکھوں کے ذریعے خیالات کی منتقلی۔ اب میں نے روبرز کے ذہن سے وہ سب کچھ معلوم کر لیا ہے جو یہ زندگی بھر نہ جانتا اور اسے معلوم ہی نہیں ہو سکا۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اب ان کا کیا کرنا ہے۔“ ٹائیگر نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”انہیں دارالحکومت میں رانا باؤس لے جانا ہے۔ چلو اسے دوبارہ جیب میں لے جا کر ڈال دو۔“ عمران نے کہا تو ٹائیگر نے ہنک کر دوبارہ بے ہوش روبرز کو اٹھا کر کاندھے پر ڈالا اور باہر آ

چھپے لے جانے کی کوشش کی تاکہ کرسی کے عقب میں سوجھو بٹن کو  
پریس کر کے راؤڈ سے نجات حاصل کر سکے لیکن تھوڑی سی کوشش  
کے بعد اسے معلوم ہو گیا کہ کرسی کے عقب میں ایسا کوئی بٹن نہیں  
ہے تو اس نے سامنے دیوار پر نصب سوکچا بورڈ کو نظروں ہی نظروں  
میں چیک کرنا شروع کر دیا۔ لیکن وہاں بھی ایسے بٹن موجود نہیں  
تھے جن سے وہ یہ سمجھتا کہ ان راؤڈ کو ان بٹنوں کی مدد سے آپرٹ  
کیا جاتا ہے۔

اسی لمحے ریٹا کے کمرے کی آواز سنائی دی تو اس نے گردن  
اس کی طرف موڑ دی اور پھر بیٹلی پار وہ یہ محسوس کر کے چونک پڑا  
کہ اس کرسی جس پر وہ بیٹھا تھا اور وہ کرسی جس پر ریٹا بیٹھی ہوئی  
تھی کے گرد موجود راؤڈ میں فرق تھا۔ ریٹا کی کرسی کے گرد موجود  
راؤڈ خاصے ٹائٹ تھے تاکہ ریٹا عورت ہونے کی وجہ سے گیپ کا  
فائدہ اٹھا کر راؤڈ کی گرفت سے نکل نہ جائے جبکہ اس کی کرسی کے  
راؤڈ اس کے جسم کی مناسبت سے ریٹا کی کرسی کے راؤڈ سے  
قدرے کھلے تھے اور یہ فرق سامنے آتے ہی اس نے بے اختیار  
ایک طویل سانس لیا کیونکہ اس فرق نے اسے بتا دیا تھا کہ یہ راؤڈ  
ریسٹ کنٹرولڈ ہیں کیونکہ جسم کی مناسبت سے راؤڈ کو ٹائٹ کرنا یا  
ڈھیلے کرنا صرف ریسٹ کنٹرول کی مدد سے ہی ممکن ہو سکتا تھا۔

”یہ کیا مطلب۔۔۔ تم کہاں ہیں۔ اوہ۔ اوہ۔ جارج یہ۔ یہ کیا  
ہے۔۔۔۔۔“ ٹیکنٹ ریٹا کی چیخیں سن کر آواز سنائی دی۔

جارج کے تاریک ذہن میں روشنی کے جگنو سے چمکے اور پھر یہ  
روشنی بجلیتی چلی گئی اور اس کے ساتھ ہی اس کی نہ صرف آنکھیں  
کھل گئیں بلکہ اس کا شعور بھی پوری طرح جاگنے لگا اس نے بے  
اختیار اٹھنے کی کوشش کی لیکن اس کے ساتھ ہی جیسے شدید حیرت  
نے اس کے ذہن پر قبضہ کر لیا کیونکہ اس نے دیکھا تھا کہ وہ چوڑے  
گڑھ کے ایئر پورٹ کے ریسٹوران کی بجائے کسی کافی بڑے  
بار چنگ روم میں موجود تھا اور وہ کرسی پر راؤڈ میں جکڑا ہوا بیٹھا  
تھا۔ اسی لمحے اسے ریٹا کی کمرہ بائیں طرف سے سنائی دی تو اس  
نے تیزی سے گردن موڑی تو یہ دیکھ کر ایک بار پھر چونک پڑا کہ  
ساتھ والی کرسی پر ریٹا بھی بیٹھی ہوئی تھی اور وہ بھی راؤڈ میں جکڑی  
ہوئی تھی اور وہ ہوش میں آنے کی کیفیت سے گزر رہی تھی۔ جارج  
نے ہونٹ پیچھے اور پھر اس نے اپنی دائیں ٹانگ کو حرکت دے کر

”اوہ۔ اس قدر جدید چیز؟“۔۔۔۔۔ ریتا نے حیرت بھرے لہجے میں کہا اور پھر اس سے پہلے کہ جارج کوئی بات کرتا سکرے گا دروازہ کھلا اور ایک آدمی اندر داخل ہوا۔ اس نے سوٹ پہنا ہوا تھا جبکہ اس کے پیچھے ایک نوجوان تھا جس کے بعد دیوقامت دو جھٹی تھے جن میں سے ایک افریقی تھا جبکہ دوسرا انگریزی۔ جارج اور ریتا حیرت سے ان سب کو دیکھ رہے تھے۔ سوٹ والے آدمی کا چہرہ دیکھ کر فوراً یوں محسوس ہوتا تھا جیسے کسی معصوم بچے کا چہرہ ہو جس پر اب تک زمانے کے حوادث کا کوئی اثر نہ ہوا ہو۔ اس کے چہرے پر معصومی مسکراہٹ تھی۔ البتہ اس کی آنکھوں میں تیز چمک تھی۔ ان کی کرسیوں سے کچھ فاصلے پر دو کرسیاں موجود تھیں۔ دونوں سوٹ والے ان کرسیوں پر بیٹھ گئے جبکہ دونوں دیو ان کی کرسیوں کے عقب میں کھڑے ہو گئے۔

”تم دونوں کراؤز کے شہرہ آفاق ایجنٹ ہو اور تمہاری فائلیں کارناموں سے بھری پڑی ہیں۔ تمہارے نام جارج اور ریتا ہیں۔“ اس معصوم چہرے والے نے سکرارتے ہوئے کہا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے وہ ان کے کارناموں سے خاصا مرعوب ہو گیا ہو۔

”تم کون ہو۔ ہمیں کیوں اس انداز میں جکڑا گیا ہے اور یہ کون سی جگہ ہے؟“۔۔۔۔۔ جارج نے قدرے غصیلے لہجے میں کہا۔

”ایک سوال میں تین سوالات۔ بہر حال پھر بھی تعداد کم ہے۔ اگر میں تمہاری جگہ ہوتا تو ایک سوال میں کم از کم پندرہ سوال تو

”ہم کسی ایجنسی کی گرفت میں ہیں۔۔۔۔۔ جارج نے ہونٹ میچتے ہوئے کہا۔

”لیکن کیوں۔ انہیں کس طرح یہ سب معلوم ہوا۔ تمہارا تو ان سے اب تک سرے سے راز تو دن نگرانوی ہی نہیں ہوا۔ پھر کیا مطلب۔ یہ کیسے ممکن ہے؟“۔۔۔۔۔ ریتا نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”کچھ نہ کچھ تو ہوا ہے۔“۔۔۔۔۔ جارج نے ایک طویل سانس لینے ہوئے کہا۔

”جب نگرانوی ہی نہیں ہوا۔ پھر کیا مطلب۔ یہ کیسے ممکن ہے۔“۔۔۔۔۔ ریتا نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”میری جیب میں وہ بال پوائنٹ بھی موجود نہیں ہے جس میں فارمولا موجود تھا اور وہ ڈی چار جی اچانک چھین لیا گیا۔ تمہانے یہ کس قسم کے لوگ ہیں۔ میری تو سمجھ میں نہیں آ رہا۔“۔۔۔۔۔ جارج نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”یہ تو واقعی ہار چنگ دم ہے اور خاصا جدید ہے۔ میرا خیال ہے کہ ہم ملٹری انٹیلی جنس کی گرفت میں ہیں۔ ہمیں ان راڈز سے چھٹکارا پانا ہے۔“۔۔۔۔۔ اس بار ریتا نے قدرے سنبھلے ہوئے لہجے میں کہا۔

”ہمیں کوشش کر چکا ہوں۔ یہ ریسٹ کنٹرولڈ راڈز ہیں۔“۔۔۔۔۔ جارج نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) ہے اور یہ میرا اکلوتا شاگرد ٹائیگر ہے۔ ویسے اس کا نام ٹائیگر ہے ورنہ یہ اچھا بھلا دل رکھنے والا ہے۔ البتہ شکار پر لپکتا ٹائیگر کی طرح ہی ہے اور یہ جو دو دیو غضب میں موجود ہیں ان میں سے ایک کا نام جوزف اور دوسرے کا نام جونا ہے۔۔۔۔۔ اس آدمی جس نے اپنا نام عمران بتایا تھا، اسی طرح مسکراتے ہوئے معصوم سے انداز میں کہا تو چارج اور ریٹا دونوں نے بے اختیار طویل سانس لئے کیونکہ عمران اور ٹائیگر دونوں کے بارے میں وہ اچھی طرح جانتے تھے۔ گو وہ انہیں دیکھ چکی بار رہے تھے۔

”تم۔ تم عمران ہو۔ کیا۔ کیا واقعی تم عمران ہو۔ وہی عمران جو سیکرٹ سروس کے لئے کام کرتا ہے۔۔۔۔۔ چارج کے منہ سے بے اختیار الفاظ اس طرح نکلے جیسے اس کی زبان اس کے قابو سے باہر ہو گئی ہو۔

”مجھے خوشی ہے کہ تم جیسے بڑے ایجنٹ بھی مجھ جیسے چھوٹے لیول پر کام کرنے والوں کو جانتے ہیں۔۔۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”م۔م۔م۔ مگر تم سے تو ہماری اب تک دن ٹو دن بھی ملاقات یا ٹکراؤ ہی نہیں ہوا۔ پھر تم نے ہم پر ہاتھ کیسے ڈالا اور کیوں۔ ہم نے کیا جرم کیا ہے۔۔۔۔۔ ریٹا نے کہا تو عمران بے اختیار ہنس پڑا۔

”چارج کی جیب میں موجود بال پوائنٹ اب میرے قبضے میں

ضرور کرتا۔ شفا میں کون ہوں۔ میں کیا ہوں۔ میں کیوں ہوں۔ وغیرہ وغیرہ۔۔۔۔۔ اس آدمی نے جواب دیا تو چارج نے بے اختیار ہونٹ بھیج لئے۔ اسے اس آدمی کے انداز اور گفتگو پر خاصی حیرت اور الجھن سی ہو رہی تھی۔ وہ اس انداز میں بات کر رہا تھا جیسے وہ سب چنگ پر آئے ہوئے ہوں۔

”تم اپنا تعارف تو کراؤ۔۔۔۔۔ ریٹا نے کہا۔

”خواتین کو اپنا تعارف کراتے ہوئے بہت محتاط ہونا پڑتا ہے کیونکہ خواتین جن خصوصیات کو پسند کرتی ہیں وہ میرے اندر موجود نہیں ہیں۔ مثلاً اگر میں اپنے نام سے پہلے لارڈ لگا دوں تو خواتین فوراً مرعوب ہو جاتی ہیں اور اس مرعوبیت کے عالم میں ان کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ لارڈ کے ارد گرد ہی رہیں۔ چاہے لارڈ کھلانے والا فطش و صورت میں لارڈ ہی کیوں نہ لگتا ہو۔ سیکورٹی گارڈ نہیں بلکہ ریلے سے گارڈ۔۔۔۔۔ اس آدمی نے اسی طرح ہلکے پھلکے انداز میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تم یہ کس قسم کی باتیں کر رہے ہو۔ تم نے ہمیں کیوں جکڑ رکھا ہے۔۔۔۔۔ چارج نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”پلو تمہارے پاس تو وقت کی کمی ہے تو میں تعارف کرا دیتا ہوں ورنہ میرے پاس تو وقت اس قدر وافر موجود ہے کہ میں نے وقت کی غفٹنیاں باندھ کر شور دم میں ڈالی ہوئی ہیں اور مسلسل یہ گفتگوساں وجود میں آتی جا رہی ہیں۔ بہر حال میرا نام علی عمران ایم

ہے جس میں میزائل اپ ڈیٹ فاکس کی کاپی موجود تھی اور لیبارٹری کے فولادی دروازے کے باہر رکھی ہوئی میگا بم پتی بھی آف کر دی گئی ہے۔ جہاں تک دن نو دن ٹکراؤ نہ ہونے کے باوجود تم پر ہاتھ ڈالنے کی بات ہے تو تم سے بس ایک چھوٹی سی غلطی ہو گئی جس کی وجہ سے تم یہاں اس حالت میں موجود ہو ورنہ تم نے واقعی اس بار ہمیں کھل شکست دے دی تھی۔“ عمران نے کہا۔

”غلطی۔ کون سی غلطی۔“ جارج نے بے اختیار ہو کر پوچھا۔

”تم دونوں اسی میک اپ میں ہو جس میک اپ میں تم رانا ہاشم کی حویلی میں اس کے ملازم کاشو کے ساتھ چوڑو گڑھ جانے کے لئے روانہ ہوئے تھے۔ ہم نے رانا ہاشم سے تمہارے حلیوں کی تفصیلات حاصل کر لی تھیں اور جب مجھے تم دونوں چوڑو گڑھ کے ایئر پورٹ پر چارٹرڈ وٹو کے سامنے انہی حلیوں میں کھڑے نظر آئے تو میں چونک پڑا۔ تمہاری بات حیت سننے پر معلوم ہوا کہ تم ایک گھنٹہ ریستوران میں بیٹھو گے۔ پھر فکارت کے تیار ہونے پر دارالحکومت چلے جاؤ گے اور پھر تم نے ریستوران میں بیٹھ کر ڈی چارج نکال کر لیبارٹری کو اڑانے کی کوشش کی تو تم پر فوری ہاتھ ڈال دیا گیا اور جہیں بے ہوش کر کے وہاں سے دارالحکومت لایا گیا ہے۔“ اس بار عمران نے سنجیدہ لہجہ میں کہا۔

”یہ سب غلط ہے۔ ہمارا کسی لیبارٹری سے کیا تعلق اور تم یہ الزام ہم پر کسی بھی عدالت میں ثابت نہ کر سکو گے۔“ جارج نے

کہا تو سامنے بیٹھا ہوا عمران بے اختیار ہنس پڑا۔

”تم نے واقعی بہترین صلاحیتوں کا استعمال کیا ہے جارج۔ تم ایلیون ہنڈرڈ ڈیرویز ساتھ لے گئے تھے۔ اس طرح تم نے وہاں موجود کیمپٹر کو ناکارہ بنا دیا۔ جس وقت تم وہاں داخل ہو گئے تھے اس وقت لیبارٹری کے تمام سائنس دان ایک اہم تجربے میں وہاں سے کافی فاصلے پر موجود تجربہ گاہ میں مصروف تھے۔ تم نے کاشو سے اس سرگ کا پتہ بھی چلایا اور پھر اسے ہلاک کر کے تم اس سرگ کے ذریعے وہاں پہنچے اور تم نے اپنی ذہانت سے قدیم مکھڑم کو استعمال کرتے ہوئے راستے کھول لئے۔ پھر تمہاری خوش بختی کہ جہیں ڈاکٹر گلزار کا آفس فوری نظر آ گیا اور تم نے آفس میں موجود فاکس کی بھی کاپی کر لی اور پھر اسی راستے سے واپس آ گئے۔ البتہ تم لیبارٹری کی جانی کے لئے ڈیوائس وہاں جھوڑ آئے اور پھر ریستوران میں بیٹھ کر تم نے اسے ڈی چارج کرنے کی کوشش کی لیکن تمہیں بروقت روک لیا گیا ورنہ واقعی لیبارٹری مکمل طور پر چاہو ہو جاتی۔“ عمران نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

”یہ سب جہیں کیسے معلوم ہوا۔ تم تو ہمارے ساتھ تھے اور نہ ہی ہمیں وہاں کیسے لگے نظر آئے۔“ جارج نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”تمہاری ساتھی عورت رہتا بار دن نو دن ٹکراؤ کی بات کر رہی ہے اور اسی میں تمہارے سوال کا جواب ہے کہ میں نے جب

فورا خیال آیا کہ عمران کے دل میں یہ نرم گوشہ رنٹا کی وجہ سے پیدا ہوا ہے کیونکہ رنٹا کو دیکھتے ہی مردوں کے ذہن گھوم جاتے تھے۔  
 ”ٹھیک ہے۔ اگر تم ہم دونوں کو چھوڑ دو تو ہمارا وعدہ ہے کہ ہم دوبارہ پاکیشیا کا رخ نہیں کریں گے اور ساتھ یہ بھی کہ رنٹا تمہارے ساتھ ایک ہفتہ رہنے کے لئے بھی تیار ہے۔ کیوں رنٹا؟“..... جارج نے کہا۔

”ہاں۔ عمران کی شخصیت مجھے بھی بے حد پسند آئی ہے۔“ رنٹا نے جارج کی بات کا مطلب سمجھتے ہوئے کہا۔  
 ”ٹائیگر۔ جو کچھ یہ جارج اور رنٹا کہہ رہے ہیں تمہارا اس بارے میں کیا خیال ہے؟“..... عمران نے ساتھ بیٹھے ہوئے ٹائیگر سے مخاطب ہو کر کہا۔

”ہاں۔ یہ بدکردار لوگ دوسروں کو بھی اپنی طرح بدکردار سمجھتے ہیں۔ آپ انہیں معاف کر کے سب کے ساتھ ظلم کریں گے۔“ ٹائیگر نے غصیلے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تم دونوں نے سن لیا ٹائیگر کا جواب۔ اب سمجھدی ہے۔ میں جسمیں واقعی زندہ واپس بھجوانے کا سوچ رہا تھا کیونکہ تم نے کوشش ضرور کی تھی جو ایجنٹ کے طور پر تمہارا حق تھا۔ بہر حال میرے ملک کو کوئی نقصان پہنچانے میں کامیاب نہ ہو سکے لیکن تمہاری اس رنٹا والی بات نے مجھے اپنا فیصلہ تبدیل کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔“  
 اوکے۔ اب تمہاری جوزف اور جونا سے دن نو دن ملاقات ہوتی

تمہارے ساتھ دن نو دن ملاقات کی تو جو کچھ تمہارے ذہن میں تھا وہ اس دن نو دن ملاقات کی وجہ سے میرے ذہن میں ٹرانسفر ہو گیا۔“..... عمران نے کہا۔  
 ”یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے؟“..... جارج نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”یہ انتہائی جدید ترین علم ہے۔ انگریزوں میں تو اس پر کافی عرصے سے کام ہو رہا ہے اور اسے آئیڈیاز ٹرانسفرڈ ہائی آئیز یعنی خیالات کا آنکھوں کے ذریعے منتقل کیا جانا کہا جاتا ہے۔ تم اسے دن نو دن ملاقات کہہ سکتے ہو۔ بہر حال اب باتیں بہت ہو گئیں۔ اب بتاؤ کہ تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟“..... عمران نے کہا تو جارج چونک پڑا۔

”کیا مطلب۔ تم ہمیں قانون کے حوالے کر دو۔ ہم اپنے پر لگائے جانے والے الزامات کا دفاع کریں گے۔ پھر عدالت جو فیصلہ کرے۔“..... جارج نے کہا۔

”تم گراؤڈ کے ایجنٹ ہو۔ کیا تم نے کبھی اپنے مخالفوں کو قانون کے حوالے کیا ہے اور یہاں کا قانون میری پشت پر کھڑے یہ دو دو ہیں۔ یہ چشم زدن میں تم پر قانون نافذ کر سکتے ہیں۔ ویسے ایک بات ہے۔ تم نے ابھی تک پاکیشیا کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے لیکن تم نے کوشش پوری کی تھی۔“..... عمران نے کہا تو جارج کو عسوس ہوا کہ عمران کے دل میں ان کے لئے نرم گوشہ موجود ہے اور اسے



چاہئے۔۔۔۔۔ عمران نے اٹھتے ہوئے کہا اور اس کے اٹھنے ہی کا ٹیکر بھی اٹھ کھڑا ہوا۔

”جوزف، جانا۔ انہیں آف کر کے برقی بھیجی میں ڈال دو۔“  
 عمران نے سفاکانہ لہجے میں کہا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔  
 ”سنو۔ سنو۔ پلیز سنو۔۔۔۔۔ جارج اور ریٹا دونوں نے بیک وقت چیختے ہوئے کہا لیکن اسی لمحے دونوں صیغیوں کے ہاتھوں میں مشین پمپ نظر آئے اور اس کے ساتھ ہی جارج اور ریٹا کو یوں محسوس ہوا جیسے لوہے کی کئی گرم سلاخیں ان کے جسموں میں اترتی چلی گئی ہوں۔ ان کے جسموں نے جھٹکے کھائے اور ان کے سانس یکھٹ رکتے گئے۔ دونوں نے سانس لینے کی کوشش کی لیکن جیسے سانس گلے میں پتھر بن کر پھنس گئے اور پھر ان کے ذہنوں پر تاریک چادر سی پھیلتی چلی گئی۔

ختم شد

عمران سیریز میں ایک دلچسپ، منفرد اور یادگار ناول

عمل ناول

# کالی دنیا

مصنف مظہر کلیم ایم اے

کالی دنیا = کالے جادو کی دنیا جس میں شیطان کی بیٹی اور طاقتور تیس ملوث تھیں۔

کالی دنیا = پاکیشیا اور کافرستان کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے لاکھوں کالے جادو کے ماہر جو عوام الناس کو کالے جادو کی مدد سے سیدھے راستے سے ہٹا دیتے ہیں صدیوں سے معروف ہیں۔

کالا جادو = گندکی، بدروحوں، بھوتوں اور شیطانوں پر مبنی ایسا جادو جسے سرکاری اثر اور انتہائی طاقتور سمجھا جاتا ہے۔

کالا جادو = جس کا شکار مردوں کی نسبت عورتیں زیادہ ہوتی ہیں۔ کیوں؟  
 کالا جادو = جس کے خلاف عمران، صدر اور کیپٹن کلپن نے مشترکہ جدوجہد کی۔ پھر —؟

وہ لمحہ = جب جبرلیا، صالحی اور تھوپ نے کالے جادو کے خلاف کام کرنے سے انکار کر دیا۔ کیوں؟ کیا وہ بھی کالے جادو کا شکار ہو گئے تھے۔ یا۔؟

کالو کار میگر = پاکیشیا میں کالے جادو کا سب سے بڑا عامل جس نے عمران اور اس کے ساتھیوں کو ایک شیطانی کنوئیں میں قید کر دیا۔ پھر کیا ہوا —؟  
 راج کالا = کافرستان میں کالے جادو کا سب سے بڑا عامل جو انسانوں کا خون پیتا تھا اور جو پوری قوت سے عمران اور اس کے ساتھیوں سے ٹھرا گیا۔  
 پھر کیا ہوا —؟

کلنگ = کالے جادو کی مرکزی سورتی جسے جاو کرنے سے کالے جادو کا تار و پود نکھر جاتا لیکن عمران اور اس کے ساتھی اس تک پہنچ جانے کے باوجود کالے جادو کے خطرناک حربے کا شکار ہو گئے۔ کیوں اور کیسے۔ انجام کیا ہوا —؟

کالے جادو کی گہری اور خوفناک طاقتوں اور عمران اور اس کے ساتھیوں کے درمیان ایسی جنگ جو روشنی اور اندھیرے کی جنگ تھی۔ لیکن انجام کیا ہوا؟

مرد فوس میں لپٹی ایک ایسی جدوجہد جس کا ہر لمحہ یادگار ثابت ہوا

ماضیان

خان برادرز گارڈن ٹاؤن ملتان

Ph 061-4018066

کتاب مندرجہ ذیل کیشنز  
 ارسلان چوبلی کیشنز  
 ادقاف بلڈنگ  
 ملتان  
 پاک گیٹ

Mob 333-6106573